السیف الصارم
لمنکر
شان امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ
یعنی
حضرت امام ابو حنیفہ پر چند اعتراضات کے جوابات
تالیف
حضرت مولانا فقیر محمد صاحب جہلمی المتوفی
الهادي

السیف الصارم

لمنکر

شان امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ

یعنی

حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراضات کے جوابات

تالیف

حضرت مولانا فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ جہلمی المتوفی ۱۳۲۲ھ

الهادی للنشر والتوزیع

۳۸۔ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔

Ph:0423-7361473

Mob:0345-7492334-0300-6609226

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب ——— السیف الصارم [illegible]

تالیف ——— حضرت مولانا [illegible] صاحب [illegible]

تصحیح کردہ ——— مولانا [illegible] احمد صاحب [illegible] قاسمی

تعداد ——— 1100

کمپوزنگ ——— محمد شاکر قاسمی

انتساب

امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نام جنہوں
نے امت کو قرآن اور حدیث کے سمجھنے
کی نئی راہ سے آگاہ کیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ۔

کچھ عرصہ سے لکھنؤ سے ایک رسالہ موسوم اہل الذکر کسی متعصب گستاخ غیر مقلد نے شائع کرنا شروع کیا ہے جس کا اہم مقصد جیسا کہ اس کے مضامین سے ظاہر ہے حضرت امام الائمہ سراج الامۃ ابوحنیفہؒ کی توہین اور مسلمانوں کے سوادِ اعظم وگروہِ کثیر حنفیوں کی دلآزاری ہے۔ مجھے ایک دوست کے ذریعہ اس کے چند نمبرات دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ میں نے کسی نمبر میں بھی کوئی علمی یا اخلاقی مضمون نہیں دیکھا بجز اس کے کہ ہر ایک نمبر میں حضرت امام ہمامؒ کی شان والا میں بے ہودہ اور بے جا حملے کیے گئے اور حنفی مسلمانوں کو پانی پی پی کر کوسا گیا ہے ایڈیٹر اہل الذکر کی طرزِ تحریر اور روشِ بحث سے ظاہر ہے کہ علمیت سے وہ بالکل بے بہرہ ہے اور تہذیب سے اس کو مطلق مس نہیں اور یہی وجہ ہے کہ رسالہ اہل الذکر پبلک کی نگاہ میں نفرت و نفرین کا مستحق سمجھا گیا ہے اور اس کے لچر اور دل آزار مضامین سے ہر طبقہ کے مسلمانوں نے بیزاری اور ناراضگی کا اظہار کیا ہے اہل الذکر کی گستاخ اور بے ادبانہ تحریرات سے نہ حنفی ہی مسلمانوں بلکہ اس کے ہم مذہب اہل حدیث مسلمانوں کے بھی دل کانپ اٹھے ہیں اور اگر حنفی مسلمان صبر و حوصلہ سے کام نہ لیتے اور عدالت تک نوبت پہنچتی تو اہل الذکر کا مدیر کب کا داخل جیل ہو گیا ہوتا اور اب بھی اندیشہ ہے کہ اگر یہی سلسلہ جاری رہا

تو آخر عدالت تک نوبت پہنچے گی۔ اہل الذکر کے دل آزار اور فحش مضامین کی نسبت جو رائے اس کے ہم مذہب اہل حدیث نے ایک کثیر الاشاعت اخبار میں شائع کرائی ہے وہ قابلِ غور ہے جس کو ہم بجنسہٖ ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں:

روزانہ "پیسہ اخبار" لاہور مطبوعہ ۱۶ نومبر ۱۹۰۸ء میں اہل حدیث امرتسر نے اہل الذکر کے مضامین کی نسبت اپنی منصفانہ رائے یوں درج کرائی ہے کہ:

"ہم اہل حدیث کسی خاص امام کے معتقد نہیں۔ لیکن ہم کو کسی خاص بزرگ سے کوئی خاص بحث نہیں اور نہ کسی خاص بزرگ سے عداوت ہے۔ ہماری نظر میں تمام ائمہ مجتہدین اور تمام محدثین بڑے متقی اور واجب التعظیم بزرگ تھے۔ اس لیے ہم ان مضامین سے نفرت رکھتے ہیں جو ائمہ مجتہدین کی توہین کے لیے لکھے جائیں۔ اہل الذکر نے ائمہ مجتہدین کی شان میں جس قدر بُرے الفاظ سے کام لینا شروع کیا ہے۔ اس سے ہمارے دل کانپ اٹھتے ہیں پس کسی ایماندار اہل حدیث کا یہ حوصلہ نہیں کہ اہل الذکر کے مضامین کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھے۔"

اہل حدیث امرتسر کی تحریر بالا بالخصوص اس حصہ عبارت سے جس پر ہم نے خط کھینچ دیا ہے امور ذیل کا صریح فیصلہ ہو گیا ہے:

۱۔ اہل حدیث مسلمان بھی حنفی مسلمانوں کی طرح ایسے مضامین کو حقارت و نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں جو ائمہ مجتہدین کی توہین کے لیے لکھے جائیں۔

۲۔ اہل الذکر کے مضامین ائمہ مجتہدین کی توہین کے لیے لکھے گئے ہیں اور اس لیے ان سے اہل حدیث مسلمانوں کو حنفی مسلمانوں کی طرح سخت نفرت ہے۔

۳۔ اہل الذکر نے ائمہ مجتہدین کی شان میں سخت بُرے الفاظ سے کام لینا

شروع کیا ہے اور اس لیے ان سے اہل حدیث مسلمانوں کے دل بھی حنفیوں کی طرح کانپ اُٹھتے ہیں۔

۴۔ کسی ایماندار مسلمان (اہل حدیث ہو یا حنفی) کا یہ حوصلہ نہیں کہ اہل الذکر کے مضامین کو بنظرِ استحسان دیکھے۔

۵۔ جو شخص برخلاف اس کے، اسکے مضامین کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھے وہ ایماندار نہیں۔

ہم خیال کرتے ہیں کہ رسالہ اہل الذکر کے مضامین کی نسبت اہل حدیث امرتسر کی اس زبردست شہادت کے بعد کسی مزید بحث کی ضرورت باقی نہیں رہتی اور نہ ایسے شخص کے پُر مضامین قابل جواب ہو سکتے ہیں جن کو بیگانے بلکہ اپنے ہی پھٹکار کر رہے ہوں۔ لیکن تاہم بقول شخصے: ؎

خدا پنج انگشت یکساں نکرد

ممکن ہے کہ کوئی ناواقف مسلمان اہل الذکر کے بیہودہ مضامین کی وجہ سے مغالطہ میں پڑ جائے یا خود اہل الذکر کا ایڈیٹر اثبات پر مغرور ہو کر ہمیشہ کے لیے گمراہ رہے کہ اس کے کسی مضمون کا کسی نے جواب نہیں لکھا بنا بریں ہم صرف ابتغاءً لمرضاۃ اللہ اپنا یہ فرض سمجھتے ہیں کہ اس کے ان اباطیل کا واقعی تعاقب کرکے اس کے پورے دلائل کا قلع و قمع کرکے حضرۃ امام الائمہ سراج الامت ابوحنیفہؒ کے فضائل مسلّمہ کا بیان کریں اور ثابت کریں کہ بیشک حضرۃ امام ہمامؒ آفتاب شریعت تھے اور ان کا مخالف دشمن دین وہ اندھا ہے جو نور آفتاب کا منکر ہے۔ والشمس شمس وان لم یرہ ضریر۔

؎ گر نہ بیند بروز شپرہ چشم　　چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

اس وقت میرے سامنے رسالہ اہل الذکر کا وہ نمبر ہے جو بابت ماہ

رمضان ۱۳۷۶ھ شائع کیا گیا تھا اور جس میں ابتدا سے انتہا تک حنفیوں اور ان کے ائمہ کو بیہودہ گالیاں دی گئی ہیں لیکن ہم اس کی گالیوں سے قطع نظر کر کے صرف اس کے دو مضامین کا جواب لکھیں گے۔

پہلا مضمون وہ ہے جس کا عنوان مہذب ایڈیٹر اہل الذکر نے یوں لکھا ہے: "کیا لسانی اہلِ بدعت ذریت شیطان نہیں؟"

اور دوسرا مضمون جس کا ہیڈنگ "امام ابوحنیفہؒ اور ان کا اجتہاد" رکھا گیا ہے۔

سو واضح ہو کر پہلے مضمون میں جس کا عنوان پہلے لکھا گیا ہے۔ بے ادب اور غیر مہذب ایڈیٹر اہل الذکر نے ہمارے مقتدیٰ حضرۃ امام ابوحنیفہؒ کو جن کی مدح و تعریف میں جیسا کہ آئندہ بیان ہوگا۔ تمام ائمہ مجتہدینؒ اور ائمہ محدثین کرامؒ رطب اللسان ہیں اور جن کے تابع نہ صرف مسلمانانِ ہند و پنجاب کا گروہِ عظیم ہے جن کے مقابلہ میں غیر مقلدین آٹے میں نمک بھی نہیں بلکہ خود والیِ ملک عرب خادم حرمین شریفین سلطان روم خلد اللہ ملکہ اور اس کی رعایا براعظم عرب وغیرہ کی رہنے والی ہے۔ نعوذ باللہ شیطان کا خطاب دیا گیا ہے۔ (والی اللہ المشتکیٰ) اور تمام مسلمانان حنفیہ کرام کثرہم اللہ کو جن میں بڑے بڑے بزرگ اولیاء اور صلحاء و علماء اور اہلِ باطن ہو گزرے ہیں اور موجود ہیں ذریت شیطان کہا گیا ہے اور کوئی درجہ توہین و ہتک کا باقی نہیں چھوڑا گیا ایڈیٹر اہل الذکر کی اس گستاخی اور بے ادبی کا اجر تو منتقم حقیقی کے ہاں ہے جس نے قرآن کریم میں فرما دیا ہے: إِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِينَ مُنْتَقِمُونَ

البتہ ہم کو ایڈیٹر اہل الذکر کی اس جرأت پر سخت تعجب ہے کہ اس نے کس طرح اصل قصہ کو چھپا کر ایک غلط روایت کی بنا پر کہ گویا کہ امام ابوحنیفہؒ کو امام جعفر صادقؒ نے معاذ اللہ ایسا خطاب دیا ہے۔ ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ

اہل الذکر کی اصل عبارت کو جو اس نے اس بارہ میں لکھی ہے پہلے نقل کر دیں اور پھر اس کا جواب لکھیں۔ گستاخ اہل الذکر عنوان مذکورہ بالا لکھ کر یوں گہر افشانی کرتا ہے: "یہ ایک سوال ہے" اس کا جواب جو ہم دیتے ہیں وہ اپنی طرف سے نہیں۔ بلکہ وہ جواب امام ابوحنیفہؒ کے استاد امام جعفر صادقؒ کے ایک قول کا مفہوم ہے اس سے پبلک پر روشن ہو جائے گا کہ لسانیوں کو ذریت شیطان کا خطاب کب سے ملا ہے اور کس نے دیا ہے، اور کیوں دیا ہے اور کیسا ٹھیک دیا ہے اور کیسے معقول الفاظ میں دیا ہے۔ حیات الحیوان میں ہے: قال ابن شبرمۃ

دخلت انا وابوحنیفۃ علیٰ جعفر بن محمد الصادق رضی اللہ عنہ فقلت ھذا الرجل فقیہ العراق فقال لعلہ یقیس الدین برایہ وھو نعمان بن ثابت ولم اعرف اسمہ الا ذلک الیوم فقال ابوحنیفۃ نعم انا ذاک اصلحک اللہ فقال لہ جعفر الصادق اتق اللہ ولا تقل فی الدین برایک فان اول من قاس ابلیس اذ قال: "أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِي مِن نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِن طِينٍ۔" فاخطاء قیاسہ وضل الی ان قال فانا نقف ومن خالفنا فنقول قال اللہ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتقول انت واصحابک سمعنا ورأینا فیفعل اللہ بنا وبکم ما شآء۔

میں کہتا ہوں کہ اگر اہل الذکر کے ایڈیٹر کی نظر کتب دینیہ پر ہوتی تو وہ کبھی حیات الحیوان ایک گمنام کتاب کے حوالہ سے ابن شبرمہ کی بے اصل یہ روایت لکھ کر حضرت امام ہمامؒ کی توہین کی جرأت نہ کرتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایڈیٹر مذکور یا تو کتب دینیہ سے محض نابلد ہے اور یا تعصب کی پٹی اس نے آنکھوں پر مضبوط باندھ رکھی ہے۔ بہرحال ایڈیٹر مذکور کی یہ حرکت نہایت نازیبا

ہے کہ اس نے اصل قصہ کو چھپا دیا اور تراش خراش کر کے ابن شبرمہ کی روایت
کو پبلک کے پیش کر کے لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنے کی کوشش کی ہے۔
آؤ ہم تمھیں بتائیں کہ اس قصہ کی اصلیت کیا ہے اور اس قصہ سے حضرۃ
امامؒ کی مدح ثابت ہوتی ہے یا ذم؟ سو واضح ہو کہ امام جعفر صادقؒ اور سفیان
ثوریؒ وغیرہ کا اصل قصہ بقول ابو مطیع (جو فقہ اور زہد و عبادت میں مشہور امام
ہیں اور جنھوں نے چار ہزار مسئلہ امام ابو حنیفہؒ سے امتحاناً استفسار کے لیے جمع
کیا تھا. جیسا کہ امام کردری کے جمع کردہ مناقب کے صفحہ ۱۸۳ میں مصرح ہے)
میزان الشعرانی کے صفحہ ۱، ۷، ۲ میں اس طرح پر لکھا ہے: وکان ابو مطیع
یقول کنت عند الامام ابی حنیفۃ فی جامع الکوفۃ فدخل
علیہ سفیان الثوری ومقاتل بن حیان وحماد بن سلمۃ و
جعفر الصادق وغیرہم من الفقہاء فکلموا الامام ابا حنیفۃ وقالوا
قد بلغنا انک تکثر من القیاس فی الدین وانا نخاف علیک
منہ فان اول من قاس ابلیس فناظرہم الامام من بکرۃ نہار
الجمعۃ الی الزوال وعرض علیہم مذہبہ وقال انی اقدم
العمل بالکتاب ثم بالسنۃ ثم باقضیۃ الصحابۃ مقدماً
ما اتفقوا علیہ علی ما اختلفوا فیہ وحینئذٍ اقیس فقاموا کلہم
وقبلوا یدہ ورکبتہ وقالوا لہ انت سید العلماء فاعف عنا فی ما مضی
منا من وقیعتنا فیک بغیر علم فقال غفر اللہ لنا ولکم اجمعین۔
یعنی ابو مطیع فرماتے ہیں کہ میں کوفہ کی جامع مسجد میں حضرت امام ابو حنیفہؒ کے پاس
بیٹھا تھا کہ سفیان ثوری اور مقاتل بن حیان اور جعفر صادقؒ اور دیگر فقہاء ان کے
پاس آئے اور امام ابو حنیفہؒ سے گفتگو کرنے لگے اور کہا کہ ہم کو یہ خبر پہنچی ہے

کہ آپ دینی امور میں زیادہ کام قیاس سے لیتے ہیں اور یہ بات آپ کے حق میں
خوفناک ہے کیونکہ پہلا شخص جس نے صرف قیاس سے کام لیا ابلیس تھا۔ پھر
حضرت امام نے روز جمعہ کی صبح سے وقت زوال تک ان سے مناظرہ کیا اور اپنا
مذہب ان کو بتایا اور کہا کہ میں سب سے پہلے قرآن پر عمل کرتا ہوں پھر حدیث
پر اور پھر صحابہ کرامؓ کے فیصلوں پر اور ان کے متفق علیہ فتووں کو مختلف فیہ پر مقدم
رکھتا ہوں اور اس کے بعد قیاس سے کام لیتا ہوں۔ پھر سب فقہاء اٹھ کر حضرۃ
امام کے ہاتھ اور زانو چومنے لگے اور کہنے لگے کہ آپ تو سید العلماء ہیں ہم نے آپ
کے بارہ میں لاعلمی کی وجہ سے جو کچھ کہا اس سے معافی مانگتے ہیں۔ آپ نے فرمایا
خدا ہم تم سب کو بخش دے۔
حضرات ناظرین اس قصہ کو پڑھ کر انصاف کریں کہ اس میں حضرت امام ہمام
کی کہاں تک بزرگی ثابت ہوتی ہے اور اہل الذکر اور اس کے ہم خیالوں کی
کیسی تردید کلی ہوتی ہے۔ حضرت امام کا اپنا مذہب یہ بتانا کہ سب سے پہلے
میرا عمل قرآن پر ہے پھر حدیث پر اور پھر صحابہ کرامؓ کے متفقہ فتووں پر اور ان
سب کے بعد قیاس سے کام لیا جاتا ہے کہاں تک مخالفین کا مسکت جواب
ہے اور پھر تمام جلیل القدر فقہاء کا جن میں سفیان ثوری اور حضرت امام جعفر
صادقؒ بھی تھے اپنی غلطی کا اعتراف کر کے حضرت امامؒ سے معافی مانگنا اور ان
کے دست و پا کو چومنا اور سید العلماء کا خطاب دینا کہاں تک حضرت امام ابو حنیفہؒ
کی فضیلت کو ظاہر کرتا ہے۔
یہ تھا اصل قصہ جس کو متعصب اور خائن اہل الذکر نے چھپا کر ابن شبرمہ کا
ادھورا قول نقل کر کے حضرۃ امامؒ کی توہین کی جرأت کی ہے اسی طرح ایک دوسرے
واقعہ کا بیان کتب معتبرہ دینیہ میں موجود ہے اور اس سے بھی حضرۃ امامؒ کی فضیلت

ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ امام کردری کی کتاب ج ۱ ص ۲۰۸ اور علامہ ابن حجر مکی شافعی کی کتاب خیرات الحسان ص ۲۶ میں ابن مبارک امام ائمہ اہل بیت سے مروی ہے: عن عبد اللہ بن المبارک قال حج الامام ابو حنیفۃ فلقی فی المدینۃ محمد علی بن الحسین بن علی الباقرؓ فقال انت الذی خالفت احادیث جدی علیہ السلام بالقیاس فقال معاذ اللہ عن ذلک اجلس فان لک حرمۃ کحرمۃ جدک علیہ السلام علی اصحابہ فجلس وجلس ابوحنیفۃ بین یدیہ وقال اسألک عن ثلاث مسائل فاجبنی فقال الرجل اضعف ام المرأۃ فقال المرأۃ فقال کم سھم المرأۃ قال سھم المرأۃ نصف سھم الرجل قال لو قلت بالقیاس لعکست الحکم والثانی الصلوٰۃ افضل ام الصوم فقال الصلوٰۃ فقال لو قلت بالقیاس لقلت الحائض تقضی الصلوٰۃ لا الصوم۔ الثالث البول افحش ام النطفۃ۔ قال البول۔ قال لو قلت بالقیاس لقلت لا غسل من المنی انما الغسل من البول معاذ اللہ ان اقول علی خلاف الحدیث بل اخدم قولہ فقام وقبل وجھہ۔

ہے: عبداللہ بن مبارک سے مروی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے حج کیا اور مدینہ میں علی بن حسین بن باقرؓ سے ملاقات کی۔ انھوں نے کہا کیا تو ہی وہ شخص ہے جس نے میرے نانا کی احادیث کی مخالفت کی ہے۔ قیاس کی بنا پر ابوحنیفہؒ نے کہا معاذ اللہ ایسا نہیں ہے۔ آپ ذرا بیٹھ جائیں میرے دل میں آپ کی وہی عزت ہے جو آپ کے نانا پاکؐ کی صحابہ کرامؓ کے نزدیک تھی۔ پھر ابوحنیفہؒ انکے سامنے بیٹھ گئے اور کہا میں آپ سے تین مسئلے پوچھتا ہوں۔ آپ جواب دیں پوچھا کہ مرد ضعیف ہے یا عورت؟ آپ نے کہا

عورت۔ پوچھا عورت کا کیا حصہ ہے؟ کہا مرد سے نصف۔ کہا اگر میرا عمل قیاس پر ہوتا، تو میں اسکے برخلاف حکم کرتا۔ دوسرا یہ کہ نماز افضل ہے یا روزہ؟ آپ نے کہا نماز۔ کہا اگر میں قیاس پر عمل کرتا اور نص کی مخالفت کرتا تو کہتا کہ حائضہ نماز کو قضاء کرے نہ روزہ کو۔ تیسرا یہ کہ بول بہت پلید ہے یا منی؟ آپ نے کہا بول۔ کہا اگر میرا عمل قیاس پر ہوتا تو کہتا کہ منی سے نہیں بلکہ بول سے غسل فرض ہوتا ہے۔ معاذ اللہ میری کیا مجال ہے کہ حدیث کی مخالفت کروں بلکہ احادیث رسول کا میں خادم ہوں۔ پھر علی بن حسینؓ نے اٹھ کر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا منہ چوما۔

اب روایات مندرجہ بالا سے جو معتبر کتب میں ثقہ راویوں کی روایت سے بیان کی گئی ہیں۔ صاف ثابت ہو گیا کہ اہل بیت نبوی اور فقہاء وقت نے حضرت امام ہمامؒ کی کمال تعظیم کی اور آپ کو سید العلماء کا خطاب دیا۔ اور ادھر انجمن نظر اہل الذکر ہے جو اس جلیل القدر امام کی جس کے ہاتھ اور منہ اہل بیت نبوی نے چومے ہوں اور علمائے امت محمدیہ کا سردار مانا گیا ہو اور جس کے پیرو اقطاع الارض میں بڑے بڑے بزرگ اولیاء، اتقیاء، علماء، امراء و سلاطین موجود ہوں۔ کمال گستاخی اور سوء ادبی سے توہین کر کے اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ کرتا ہے۔ او بے ادب انسان کچھ تو اللہ کا خوف کر۔

از خدا خواہیم توفیق ادب
بے ادب محروم ماند از فضل رب

روایات بالا سے اصلیت قصہ کی تو ظاہر ہو گئی اب دیکھنا یہ ہے کہ ابن خسرو کی روایت جو اہل الذکر نے نقل کی ہے اس کی اصلیت کیا ہے سو اول ہم بڑی دلیری سے کہتے ہیں کہ ابن خسرو کی روایت کو اہل الذکر نے

پورا نقل نہیں کیا ہے۔ ورنہ اصلیت ظاہر ہو جاتی۔ لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ پر عمل کرنا اور وَاَنْتُمْ سُکٰرٰی سے اغماض کرنا اہل الذکر اور اس کے ہم خیالوں کا مذہب ہے۔ چنانچہ پچھلے سال کا ذکر ہے کہ اڈیٹر اہل حدیث امرتسر نے اپنے ۷ فروری ۱۹۰۸ء کے اخبار میں تمام حنفیوں کو فرقہ مرجیہ میں قرار دینے کی غرض سے غنیۃ الطالبین جیسی مشہور اور متداول کتاب میں سے اپنے مطلب کی عبارت نقل کرتے ہوئے لفظ بعض کا عمداً و قصداً ترک کر دیا تھا جس کا تعاقب سراج الاخبار مطبوعہ ۱۰ فروری ۱۹۰۸ء میں ایسے طور سے کیا گیا تھا کہ جس کی شرمساری ان کو عمر بھر نہ بھولے گی۔ خیر یہ معاملہ تو ایک سال کا ہے لیکن اب ایسی ہی بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ایک متعصبانہ خیانت کی حرکت خود بدولت ایڈیٹر اہل الذکر ہی سے ماہ محرم ۱۳۲۷ھ کے رسالہ نمبر ۱۰ صفحہ ۱۱ میں حنفی مذہب کے رواج اور کثرت کا سبب بحوالہ کتاب بستان المحدثین ابن حزم کا قول مندرجہ صـــ اس طرح پر نقل کرنے میں سرزد ہوئی ہے: "قاضی ابو یوسف قضاۃ کل ممالک بدست آورد و از طرف او قضاۃ می رفتند پس بر ہر قاضی شرطی کرد کہ عمل و حکم بمذہب ابو حنیفہ نماید"۔ حالانکہ اصل عبارت بستان المحدثین کی اس طرح پر ہے "ابن حزم در جائے نوشتہ است کہ این دو مذہب در عالم از راہ ریاست و سلطنت رواج و امتیاز گرفتہ اند مذہب ابو حنیفہ و مذہب مالک زیرا کہ قاضی ابو یوسف قضائے کل ممالک بدست آورد و از طرف او قضاۃ میرفتند پس بر ہر قاضی شرطی کرد کہ عمل و حکم بمذہب ابو حنیفہ نماید و در اندلس یحیی بن یحیی را نزد سلطان آں وقت بحدی مکنت و جاہ حاصل گشت کہ ہیچ قاضی و حاکم بے مشورہ او منصوب نمیشد پس او غیر از یاران و ہمدمان خود را متولی نمی ساخت۔" انتہی۔

دیکھو آپ کو چونکہ حنفی مذہب کے رواج اور اس کی کثرت کی منقصت اور مالکی مذہب کی عظمت و جلالت ثابت کرنی مدنظر تھی۔ اس حالت میں اگر آپ ابن حزم کا پورا قول نقل کرتے تو امام مالک کے مذہب کی اشاعت پر بھی وہی اعتراض آتا جو حنفی مذہب کی کثرت پر آپ ثابت کرنا چاہتے تھے کیونکہ مالکی مذہب کے حامی یحیی بن یحیی کو بھی سلطانِ وقت کے پاس اس کا مشیر ہونے کی وجہ سے ایسا مرتبہ حاصل تھا کہ قاضی ابو یوسف کو بوجہ ایک ملازم ہونے کے خواب و خیال میں بھی میسر نہ ہو سکتا تھا اس لیے آپ نے بڑے شد و مد سے ابن حزم کا قول اس قدر تو لکھ دیا جو حنفی مذہب کے متعلق تھا اور مالکی مذہب کے متعلقہ حصہ کو بالکل چھوڑ دیا اور اشارہ تک نہ کیا پس جب آپ نے ایک ایسی متداول کتاب میں سے جس کے وجود سے شاذ و نادر ہی کسی حنفی عالم یا غیر مقلد مولوی کا کتب خانہ خالی ہوگا۔ اصل عبارت کے نقل کرنے میں اس قدر خیانت کی ہے تو کیا حیات الحیوان جیسی ایک غیر مشہور اور کمیاب کتاب میں سے پوری عبارت کے نقل کرنے میں آپ نے خیانت نہ کی ہوگی۔ پس اس سے اظہر من الشمس ثابت ہو گیا کہ آپ نے مانحن فیہ قصہ مذکور میں ابن شبرمہ کا صرف پہلا حصہ جس سے آپ کا مدعا ثابت ہوتا تھا لکھ دیا ہے اور اس کا آخری حصہ جس سے آپ کے مدعا کی تردید ہو جاتی تھی ضرور ہی ترک کر دیا ہے۔

دوئم اگر ہم فرض کر لیں کہ ابن شبرمہ نے ہی آخری حصہ حذف کر دیا ہے تو بھی بموجودگی دوسری معتبر روایات کے ابن شبرمہ کی اس روایت کی کیا وقعت ہو سکتی ہے بالخصوص جب اس امر کی طرف خیال کیا جائے کہ ابن شبرمہ حضرت امام ابو حنیفہؒ کے ہم عصر اور ہم وطن تھے اور حضرت امامؒ کی وجہ سے ابن شبرمہ اور اس کے دیگر معاصر فقہاء کی بالکل کساد بازاری ہو گئی تھی اور اس وجہ سے ہر

وقت دل میں حسد رکھتے تھے جیسا کہ کتاب موفق ص۲/۴۱ میں یحییٰ بن آدم سے جو ائمہ صحاح ستہ کے اعلیٰ شیوخ میں سے ہیں اس طرح پر مروی ہے:

سمعت یحییٰ بن ادم یقول کانت الکوفۃ مشحونۃ بالفقۃ فقہاءھا کثیر مثل ابن شبرمۃ وابن ابی لیلی والحسن بن صالح وشریک وامثالھم فکسدت اقاویلھم عند اقاویل ابی حنیفۃ وسیر علمہ الی البلدان وقضی بہ الخلفاء والائمۃ والحکام واستقر علیہ الامر۔ یعنی یحییٰ بن آدم کہتے ہیں کہ کوفہ اہل فقہ سے پُر تھا فقہاء اس میں کثرت سے تھے جیسا کہ ابن شبرمہ اور ابن ابی لیلی اور حسن بن صالح اور شریک وغیرہ لیکن ان سب کے اقاویل امام ابوحنیفہؒ کے اقاویل کے مقابلہ میں ہیچ ہو گئے اور امام ابوحنیفہؒ کے علم کی تمام بلاد میں شہرت ہو گئی اور آپ کے فتویٰ پر تمام بادشاہوں اور اماموں اور حکام کا عمل درآمد ہو گیا پھر اگر ابن شبرمہ کوئی روایت حضرت امام کے برخلاف بھی لکھ دیں تو ہم عمرانہ عداوت وحسد پر محمول ہو گا خصوصاً جب دوسری معتبر روایات اس کے برخلاف موجود ہوں۔

سومؔ بعض روایتوں سے ثابت ہے کہ قصہ مذکورہ کے بعد حضرت امام جعفر نے امام ابوحنیفہؒ کی ملاقات کے وقت ان کی بڑی عزت کی اور جب وہ چلے گئے تو پیچھے تعریف کر کے ان کو افقہ اہل بلدہ کا خطاب دیا۔ چنانچہ علامہ موفق احمد مکیؒ نے مناقب امام کے ص۲/۳۳ میں عبدالعزیز بن ابی رواد سے جو سنن اربعہ کے شیوخ میں سے ہیں اس طرح پر روایت کی ہے: قال کنا مع جعفر بن محمد جلوسا فی الحجر فجاء ابو حنیفۃ فسلم وسلم علیہ جعفر وعانقہ وسالہ حتی سالہ عن الخدم فلما قام قال لہ بعض اھلہ یا ابن رسول اللہ ما اراک تعرف الرجل فقال ما رأیت احمق

منک اسالہ عن الخدم وتقول تعرفہ ھذا ابو حنیفۃ من افقہ اھل بلدہ۔ یعنی ہم امام جعفرؒ کے پاس حجرے میں بیٹھے تھے کہ یکایک ابوحنیفہؒ آ گئے اور سلام دیا۔ امام نے ان کے سلام کا جواب دیا۔ اور بغل گیر فرما کر مزاج پرسی کی۔ یہاں تک کہ ان کے خدام تک کو پوچھا۔ جب ابوحنیفہؒ اٹھ کر چلے گئے تو امام کے اہل میں سے کسی نے پوچھا کہ کیا آپ اس شخص کو جانتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ تو بڑا ہی احمق ہے۔ اگر میں اس کو نہیں جانتا تھا تو اس کے خادموں کی خیریت کیسے پوچھتا۔ یہ ابوحنیفہؒ ہے جو اپنے شہر کے فقہاء میں سے افقہ ہے۔

دیکھو اس روایت سے بھی صاف ظاہر ہے کہ اگر حسب روایت ابومطیع کے فقہائے کوفہ نے جن میں امام جعفرؒ بھی شامل تھے۔ بعد مناظرہ کے امام ابوحنیفہؒ سے اپنے ناقص خیالات کی معافی نہ مانگ لی ہوتی اور ان کی متفقہ جماعت نے ان کو سید العلماء کا خطاب نہ دیا ہوتا تو اس کے بعد امام موصوف بقول محدث عبدالعزیز بن ابی رواد کے امام ابوحنیفہؒ کی اس قدر عزت محض ان کی فضیلت کی وجہ سے کیوں کرتے اور ان کے چلے جانے کے بعد ان کو فقہائے کوفہ سے افقہ ظاہر فرما کر افقہ الفقہاء کا سب سے معزز خطاب کیسے دیتے؟ لیس ثابت ہوا کہ ابن شبرمہ کی روایت کو یا تو اڈیٹر اہل الذکر نے پورا پورا نقل نہیں کیا۔ یا مصنف حیات الحیوان سے ہی اس کا آخری حصہ چھوٹ گیا ہے یا خود ابن شبرمہ ہی نے کسی وجہ سے اس قصہ کو پورا بیان نہیں کیا۔

آخر میں ہم لگے ہاتھوں اس اعتراض کی بھی قلعی کھول دیتے ہیں جو اڈیٹر اہل الذکر نے حنفی مذہب کی کثرت اشاعت پر کیا ہے اور اس کو ملا جلد ۲ کے ۵۱ میں عنوان (حنفی مذہب کے بارے میں امام ابن حزم کی رائے) سے معنون کیا ہے جس میں پہلے محی الدین ابن عربی کے کشف سے بڑے فخر کے ساتھ

ابنِ حزم کو آسمان پر چڑھایا ہے۔ پھر اس کا وہ قول ادھورا نقل کیا ہے جو بستان المحدثین کے صـ۱۱ میں درج ہے چونکہ ہم وہ قول بتمامہ پیچھے درج کر آئے ہیں اس لیے اس کے مکرر بیان لکھنے کی کوئی حاجت نہیں۔ صرف اس کے جواب پر ہی اکتفا کرتے ہیں اور کہتے ہیں اوّل تو ابن حزم کی یہ رائے کہ حنفی مذہب صرف امام ابو یوسف کی قضاۃ کی وجہ سے مروّج ہوا ہے کہ وہ قاضیوں کو امام ابوحنیفہؒ کے مذہب پر فتویٰ دینے کی شرط سے مقرر کرکے بھیجا کرتے تھے آپ کے نزدیک بھی مسلم نہیں ہے۔ کیونکہ امام مالکؒ کے مذہب کی اشاعت کی نسبت بھی ابنِ حزم کی یہی رائے ہے کہ وہ یحییٰ بن یحییٰ شاگرد امام مالکؒ کی وجہ سے مروج ہوا ہے۔ جن کا سلطانِ وقت کے دربار میں اتنا رسوخ اور مرتبہ و اختیار حاصل تھا کہ کوئی قاضی ان کے مشورہ کے بغیر مقرر نہ ہوتا تھا اور حضرت یحییٰ وہی قاضی مقرر کیا کرتے تھے جو ان کا ہم دم و ہم مذہب ہوتا تھا دوسرے مذہب کا آدمی مقدمات کے فیصلوں کے لیے ہرگز قاضی نہ ہو سکتا تھا۔ پس جبکہ آپ نے امام مالکؒ کے مذہب کی حمایت کرتے ہوئے اس طرح لکھا ہے "مگر خدا کا شکر ہے کہ اس نے دینِ اسلام کی پُرنور روشنی پھیلانے کے لیے ہر زمانہ میں اہلِ حدیث کے آفتاب عالمتاب کو طالع ہی رکھا یعنی امام مالکؒ، شافعیؒ، احمدؒ، بخاریؒ، مسلمؒ، ابنِ تیمیہؒ، ابنِ حزمؒ سے لیکر حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ اور نذیر حسین محدث دہلوی تک اور اس زمانہ میں بھی" تو اس سے اظہر من الشمس ہے کہ ابنِ حزم کی حنفی مذہب کی نسبت رائے مذکور آپ کے نزدیک بھی مسلم نہیں۔ اور بالکل غیر معتبر ہے اور آپ نے حنفیوں کو محض الزام دینے کی غرض سے یہ دھوکہ دہی کی کارروائی کی ہے۔ ورنہ حنفی مذہب کی نسبت تو اس کی رائے سے سند پکڑ کر اعتراض کرنا اور مالکی کی نسبت

تو اس کی رائے سے سند پکڑ کر اعتراض کرنا اور مالکی کی نسبت بالکل اغماض کر جانا کیا معنی رکھتا ہے؟

دوّم: اگرچہ آپ نے ابنِ حزم کی بزرگی ابنِ عربی کے کشف سے ثابت کرنی چاہی ہے مگر علمائے شریعت کے نزدیک اس کی رائے کی کچھ وقعت نہیں اور وہ محض اس کے تعصب مذہبی اور اس حسد پر مبنی ہے جو اس کو ائمہ مجتہدین خصوصاً امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ اور ان کے مذہب سے تھا۔ کیونکہ یہ شخص پہلے امام شافعیؒ کا مقلد تھا۔ پھر داؤد ظاہری کا معتقد ہوا۔ آخر میں اس کے ربقۂ تقلید سے بھی نکل کر خود پیشوا و مقتدا بننے کی ہوس میں چھوٹا منہ بڑی بات بڑے بڑے دعوے اور اختراع شریعتِ محمدیہ میں کرکے اپنی ڈھائی اینٹ کی مسند مشیخت علیحدہ قائم کرنے اور ائمہ کبار کی تقلید سے لوگوں کو منحرف کرنے کی غرض سے ایسی ایسی باتیں ان کی طرف منسوب کرنی شروع کیں جو انھوں نے کبھی کہی تھیں جس کا نتیجہ حسبِ مثل مشہور "چاہ کن را چاہ در پیش" یہ ہوا کہ لوگوں نے خود اس کے حال میں اس طرح پر لکھا ہے: کان من بادیۃ اشبیلیۃ یعرف بابن حزم نشاء وتعلق بمذھب الشافعی ثم انتسب الی داؤد ثم خلع الکل واستقل بنفسہ وزعم انہ امام الامۃ یضع ویرفع ویحکم ویشرع وینسب الی دین اللہ مالیس فیہ ویقول عن العلماء مالم یقولوا تنفیرًا للقلوب عنھم۔

پھر صفحہ ۳۴۸ پر اس طرح پر لکھا ہے: وقد امتحن ھذا الرجل وشد دعلیہ وشرد عن وطنہ وجرت علیہ امور لطول لسانہ واستخفافہ بالکبار ووقوعہ فی ائمۃ الاجتھاد بافحج عبارۃ وافظ محاورۃ وامنع ردّ۔

اور نواب صدیق حسن کی کتاب اتحاف النبلاء کے صفحہ ۲۲۱ میں بھی اس کی نسبت یوں لکھا ہے: "وبود کثیر الوقوع در علمائے متقدمین نزدیک نیست کہ ہیچ یکے از زبانش سالم ماند ازیں جہت و لہٰذا از دے گریختہ و ہدف قہلکے وقت شدہ بر بعض اوسیل کردند وقول اور ارد نمودند و اجماع کردند بر تضلیلش و تشنیع نمودند بروے و تحذیر کردند سلاطین را از فتنہ او و نہی نمودند عوام را از نزدیک شدن بوے و اخذ کردن از وے لہٰذا ملوک ادراق او را ندافتند و از بلاد بدر کردند۔" دیکھو جب کہ ابنِ حزم کی عداوت و شرارت اور حسد کا ائمہ مجتہدین کی نسبت یہ حال تھا تو پھر اس کی رائے نسبت اشاعت مذہب امام ابو حنیفہؒ و مالکؒ جو بالکل خلافِ واقع ہے کس طرح قابلِ التفات ہو سکتی ہے۔ حالانکہ اس کی یہ رائے بعینہٖ اس رائے کے مشابہ ہے جو یہود و نصاریٰ کو اسلام کی اشاعت کی نسبت ہے کہ معاذ اللہ وہ تلوار کے زور سے پھیلا ہے اگر سچ پوچھو تو ابنِ حزم نے ایسی لچر و پوچ رائے یہود و نصاریٰ سے ہی اخذ کی ہے اور تعصب و حسد سے اس کو کچھ نہیں سوجھا۔

سوئم۔ ابنِ حزم اور اس کے متبعین کی یہ رائے عقل و نقل کے بھی خلاف ہے اور تمام دنیا کی تواریخ اس امر کی شاہد ہیں کہ کبھی کوئی مذہب محض سلطنت و سیاست سے مسلّم و مروّج نہیں ہوا۔ اور مشہور قول "الناس علی دین ملوکھم" مذہب کے متعلق نہیں ہے بلکہ وہ صرف طرزِ تمدّن اور فیشن کے متعلق ہے۔ آپ خود ہی دیکھ لیں کہ ہم جس سلطنت کے زیرِ سایہ امن و چین سے رہتے ہیں اس کی طرزِ تمدّن اور فیشن گو اکثر لوگ کس قدر پسند کر کے اختیار کر رہے ہیں بلکہ اس کی پسندیدگی کی یہاں تک نوبت پہنچ گئی ہے کہ اب پرانے فیشن کے ہندو مسلمان لوگ خال خال دکھائی دیتے ہیں۔ لیکن ان

کی مذہبی پابندی کا نمونہ بھی کسی پر پوشیدہ نہیں ہے کہ خود اسی سلطنت کے عہد حکومت میں ۱۸۵۷ء میں جب لوگوں کو صرف اپنی ہی غلط فہمی سے بندوق کے کارتوسوں کی نسبت جو ولایت سے تازہ بن کر آئے تھے یہ اشتباہ پیدا ہوا کہ ان میں ممنوع جانور کی چربی کی آمیزش ہے اور ان کے استعمال سے مذہب بگڑتا ہے تو یکایک ہندو مسلمان افواج نے بگڑ کر کس قدر غدر مچا دیا تھا جو بڑی مشکلات کے بعد فرو ہوا۔

پس جب کہ مثال بالا سے اظہر من الشمس ہے کہ حکومت کے اثر سے صرف فیشن اور طرزِ تمدّن کی ہی تبدیلی ہو سکتی ہے اور مذہب کے تبدل پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑ سکتا تو اب ہم خاص معاملہ زیرِ بحث کی طرف رجوع کر کے ایڈیٹر اہل الذکر اور اس کے ہم خیال غیر مقلدین سے پوچھتے ہیں کہ اگر اسلام میں کوئی شخص حکومت اور سیاست کے دباؤ سے لوگوں کا دینی مقتدا و پیشوا بن سکتا ہے اور لوگ اس کے مذہب و عقائد کی تقلید بطور وجوب تسلیم کر سکتے ہیں تو آپ ہمیں بتا دیں کہ محمد بن عبد الوہاب نجدی عرب کے ملک میں سیاست سے حرمین شریفین کے کس قدر آدمیوں کو اپنے عقائد و مذہب کا پیرو و مقلد بنا سکا تھا جس نے اوائل تیرھویں صدی ہجری میں نشو و نما پا کر پہلے اپنے عقائد کا اثر گاؤں بہ گاؤں پھر کر لوگوں کے دلوں میں ڈالنا شروع کیا تھا اور جب کچھ لوگ اس کے ساتھ متفق ہو گئے تو پھر اس نے کچھ اہل علم در پردہ مکہ شریف کے لوگوں کے عقائد بگاڑنے کے لیے بھیج دیئے مگر اہلِ مکہ اس کے دام میں نہ آئے بلکہ علمائے وقت نے اس کی تکفیر کے فتوے دیئے۔ اسی اثنا میں اتفاقاً جب محمد بن سعود امیر درعیہ ملک مسیلمہ کذاب اس کے عقائد و مذہب کا پیرو ہو گیا تو اس کے بعد اس نے اس کو یہ جگہ دے کر کہ سیاست سے ان عقائد کی تشہیر و اشاعت

اس کی سلطنت کی وسعت کا ذریعہ ہوگی۔ ۱۲۰۵ ہجری میں حرمین شریفین پر چڑھائی
شروع کر دی اور اہل مکہ سے اپنے عقائد کو بزور شمشیر منوانا چاہا اور کئی ایک لڑائیاں اہل
مکہ سے کیں مگر اہل مکہ سے کوئی شخص بھی اس کے عقائد کا پیرو نہ ہوا۔ چنانچہ آپ
تو ۱۲۰۷ ہجری میں مر گیا اور اس کے بعد اس کے بیٹوں و متبعین نے اس سے بھی
زیادہ اس کے عقائد کے پھیلانے اور لوگوں کو اس کے مقلد بنانے کی غرض سے
کئی سال تک جبریہ کارروائیاں کیں اور بڑے کشت و خون کیے۔ چنانچہ ۱۲۱۷ھ
میں شہر طائف میں بلحاظ چھوٹے بڑے اور شریف و وضیع کے وہابیوں نے ایسا
قتل عام مچایا تھا کہ جس کے بیان سے قلم کانپتی ہے۔ شیر خوار بچوں کو والدین
کی چھاتیوں پر رکھ کر ذبح کیا۔ دوکانوں اور مسجدوں میں جو ملا اس کو قتل کر ڈالا۔
نمازی کو سلام پھیرنے کی فرصت تک نہیں دی راکع کو رکوع میں اور ساجد کو سجدہ
میں قتل کر دیا۔ ایک مکان میں بہت سے لوگ جمع ہو کر قرآن پڑھ رہے تھے ان
سب کو تہ تیغ بے دریغ کیا اور مکہ شریف میں جس قدر مقبرے اور قبے تھے سب
گرا دیئے یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مولد کی جگہ میں جو قبہ تھا اس کو
بھی گرا دیا اور ۱۴ روز تک مکہ معظمہ میں ایسا ہی ظلم برپا رکھا۔ مگر لوگوں نے انکے
عقائد کو تسلیم نہ کیا۔ اس کے بعد ۱۲۲۰ھ تک ۲۶ لڑائیاں وہابیوں نے گرد و نواح
مکہ میں اور کیں مگر ان کو کچھ کامیابی نہ ہوئی۔ آخر ۱۱ محرم ۱۲۲۱ھ کو اللہ تعالیٰ نے
وہابیوں میں وبائے چیچک بھیج دی جس نے ان کو ہلاک کرنا شروع کیا جس پر وہ
مکہ مکرمہ سے بھاگ گئے اور اہل مکہ کو ان کے شر سے امن حاصل ہوا۔ لیکن مدینہ منورہ
اور طائف وغیرہ میں برابر وہابیوں کا عمل و دخل رہا۔ جن کے قلع و قمع کے لیے
سلطانی حکم سے ۱۲۲۶ھ میں مصر سے ایک جرار لشکر جس کے ساتھ علامہ سید احمد
طحطاوی شارح درمختار بھی تھے روانہ ہوا جس نے ماہ ذی قعدہ ۱۲۲۷ھ میں

مدینہ منورہ میں داخل ہو کر ابن مضیان کو جو وہابیوں کی طرف سے حاکم تھا گرفتار
کیا۔ پھر طائف میں آ کر وہابیوں کی فوج کو وہاں سے نکالا۔ پھر جدہ کو ان سے
پاک کیا اور جو سردار گرفتار ہوئے تھے ان کو روانہ مصر کیا۔ آخر کو ۱۲۳۳ھ کو شہر
درعیہ دارالخلافہ سعود کو فتح کر کے عبداللہ بن سعود کو گرفتار کیا اور مع دیگر بڑے
بڑے وہابیوں کے پا بجولاں براہ مصر سلطان کے حضور میں بھیج دیا جہاں شہر میں پھرا
کر باب عالی کے آگے اس کو قتل کیا گیا اور اس طرح سے ان کے شر سے عرب کو
امن حاصل ہوا۔ چنانچہ یہ سب حال شیخ الاسلام سید احمد بن زینی دحلان شافعی مفتی
مکہ معظمہ کی کتاب خلاصۃ الکلام فی بیان امراء بیت الحرام مطبوعہ مصر ۱۳۰۵ھ میں
۲۲۷ سے تا ۳۰۳ تک مفصل لکھا ہے۔ پس جبکہ خود محمد بن عبدالوہاب نجدی اور
اس کے متبعین وہابیہ عقائد کو جو آپ کے خیال میں سراسر احکام قرآن و اتباع سنت
نبویہ پر مبنی تھے، اس اخیر زمانہ میں جب کہ بدعت کا ہر جگہ دور دورہ ہو رہا ہے
اہل مکہ سے بزور سیاست و حکومت تسلیم نہیں کرا سکے اور ان کو وہابیہ عقائد کے
مقلد نہیں بنا سکے تو پھر کچھ عقل کو بھی تو کام میں لانا چاہیئے کہ امام ابو یوسفؒ
صرف اپنی قضاء کی وجہ سے اس خیر القرون کے زمانہ میں جب کہ قرآن و سنت
کے اتباع کا عروج کمال اوج پر تھا۔ امام ابو حنیفہؒ کے مذہب کی تقلید کو جو
اڈیٹر اہل الذکر اور اس کے ہم خیال لوگوں کے نزدیک شرک فی النبوۃ اور بدعت
ہے کس طرح مروج کر سکتے تھے۔

اسی طرح جب مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی نے ہندوستان سے عرب میں اواخر
فتنہ وہابیوں کے وقت پہنچ کر اور محمد بن عبدالوہاب کے عقائد سے مستفید ہو کر ان
کو ہندوستان میں رواج دینا چاہا تو مولویوں کی مخالفت سے تنگ آ کر جہاد اور
احیائے سنت کے بہانہ سے سرحد پشاور کا رخ کیا اور وہاں کئی ایک لڑائیاں بھی

کیں مگر سوائے اسکے کچھ نتیجہ نہ نکلا کہ بالاکوٹ کے معرکہ میں ۱۲۴۷ھ میں خود اپنی ہی جان کھو دی اور کسی کو سیاست سے وہابی عقائد کا مقلد نہ بنا سکے۔ اور وہابیہ مذہب کو جو ہندوستان میں کسی قدر رواج ہوا ہے تو وہ صرف مولویوں کے وعظوں اور ان کی تالیف و تصنیف سے ہوا ہے ورنہ ابن حزم کی متعصبانہ رائے پر کاربند ہو کر دہلوی مولوی صاحب نے جو کارروائی شروع کی تھی اس کا نتیجہ جو انھوں نے بھگت لیا ہے وہ ظاہر ہی ہے۔

چہارم: امام ابو حنیفہؒ کی تقلید ان کی حیات ہی میں شروع ہو گئی تھی اور زمانہ کے حالات بھی اسی امر کے مقتضی تھے کہ ان کی تقلید فوراً شروع ہو جاتی۔ کیونکہ جس زمانہ میں امام ہمام نے نشوونما پایا تھا اس وقت علم کی حالت ایک دریائے ناپید اکنار کی مثال تھی۔ احادیث و روایات کے سلسلہ کے صرف زبانی یاد ہونے سے ان کے ضائع ہو جانے کا اندیشہ لگ رہا تھا۔ علمائے نامدار اور فقہائے امصار استفتا کے وقت جب اپنی اپنی یاد و اشتہ روایات سے کام نہ لے سکتے تھے، تو اجتہاد سے فتوی دیتے تھے مگر اجتہاد و استنباط کا کوئی قاعدہ نہ تھا اور نہ ہی صحیح و ضعیف، ناسخ و منسوخ، عام و خاص، محکم و متشابہ اور ماؤل روایات کی شناخت کا کوئی معیار مقرر تھا۔ اس پر جب امام ابو حنیفہؒ نے ۱۲۰ ہجری میں بعد وفات اپنے استاد امام حمادؒ کے اہل کوفہ کی التجا سے مسند تدریس و افتاء پر جلوس فرمایا تو آپ نے اپنے ایک جم غفیر اصحاب کے مشورہ و امداد سے پہلے پہل جس امر کی طرف اپنی ہمت کو مصروف کیا وہ یہی تدوین علم اور اصول فقہ و حدیث کی کارروائی تھی۔ جس نے دوسرے ائمہ کو بھی بیدار کر دیا۔ اور انھوں نے آپ کی تقلید میں تدوین حدیث وغیرہ شروع کر دی۔ چنانچہ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی نے تبییض الصحیفہ کے صفحہ ۳۰ میں امام ابو حنیفہؒ کی نسبت اس طرح پر لکھا

ہے: انہ اول من دوّن علم الشریعۃ ورتبہ ابوابا ثم تابعہ مالک بن انس فی ترتیب الموطا ولم یسبق ابا حنیفۃ احد لان الصحابۃ رضی اللہ عنہم والتابعین لم یضعوا فی علم الشریعۃ ابوابا مبوبۃ ولا کتبا مرتبۃ وانما کانوا یعتمدون علی قوۃ حفظہم فلما رأی ابو حنیفۃ العلم منتشرا وخاف علیہ الضیاع دونہ فجعلہ ابوابا وبداء بالطہارۃ ثم بالصلوٰۃ ثم بسائر العبادات ثم المعاملات ثم ختم الکتاب بالمواریث وانما بدأ بالطہارۃ والصلوٰۃ لانہما اہم العبادات وانما ختم الکتاب بالمواریث لانہا آخر احوال الناس وھو اول من وضع کتاب الفرائض وکتاب الشروط ولہذا قال الشافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ الناس عیال علی ابی حنیفۃ فی الفقہ۔

اور غایۃ الاوطار ترجمہ در مختار میں بحوالہ مسند خوارزمی سیف الائمہ سائلی سے اس طرح پر مروی ہے کہ: "یہ بات مشہور ہے کہ حضرت امام نے علماء تابعینؒ سے چار ہزار اساتذہ کی شاگردی کی اور علم فقہ و حدیث کا حاصل کیا لیکن اپنے علم پر اپنی زبان سے فتوی نہ دیا۔ یہاں تک کہ جب انھوں نے اجازت دی تو آپ جامع مسجد کوفہ میں مجلس کے اندر بیٹھے اور ایک ہزار شاگرد آپ کے پاس جمع ہوئے جن میں سے فاضل تر و بزرگ تر چالیس شخص تھے جن کو اجتہاد کا رتبہ حاصل تھا سو ان کو آپ نے اپنا مقرب کر کے کہا کہ تم میرے رازدار و غمگسار ہو۔ میں نے اس فقہ کے گھوڑے کو تمہارے لیے لگام دے کر اور زین کو کس کر تیار کر دیا ہے سو تم میری امداد کرو کیونکہ لوگوں نے مجھ کو جہنم کا پل بنایا ہے۔ غیر لوگ پار ہوتے ہیں اور بوجھ میری پیٹھ پر ہے۔ یعنی لوگ تو تقلید سے نجات

پالیں گے لیکن اگر عرق ریزی اجتہاد میں کچھ تساہل ہوگا۔ تو اس کا مواخذہ مجھ سے ہوگا۔ پس امام کی عادت تھی کہ جب کوئی واقعہ پیش آتا تو مجتہد شاگردوں سے مشورہ اور مناظرہ و گفتگو کرتے اور اُن سے پوچھتے اور جو احادیث و آثار ان کے پاس ہوتے ان کو سُنتے اور جو آپ کو معلوم ہوتے وہ اُن کو آگے بیان کرتے اور مہینہ مہینہ بھر بلکہ زیادہ عرصہ تک ردّ و بدل اور مناظرہ کرتے یہاں تک کہ جب آخر کو ایک بات ٹھہر جاتی تو اس قولِ محقق کو امام ابو یوسف ثبت کرتے یہاں تک کہ تمام مسائل فقہ کو اسی طرح شوریٰ کر کے ثابت کیا۔ امام اعظمؒ اور اماموں کی طرح بذاتِ خود متفرد نہیں ہوئے۔ انتہیٰ۔

شامی شرح درمختار کے ص۳۳ میں لکھا ہے کہ فقیہوں نے کہا ہے کہ فقہ کا کھیت عبد اللہ بن مسعودؓ نے بویا اور علقمہ ابن قیس نے اس کو سینچا اور ابراہیم نخعیؒ نے اس کو کاٹا۔ اور حماد بن سلمؒ نے اس کو گاہا یعنی بھوسی سے اناج جدا کیا اور ابو حنیفہؒ نے اس کو پیسا اور ابو یوسفؒ نے اس کو گوندھا اور محمد بن حسنؒ نے اس کی روٹیاں پکائیں اور باقی اس کے کھانے والے ہیں یعنی اجتہاد اور استنباط احکام کا طریقہ ابن مسعودؓ سے شروع ہوا اور فقہ کی ترقی ہوتی گئی یہاں تک کہ امام الائمہ سراج الامۃ ابو حنیفہؒ نے کمال کو پہنچا کر مدوّن کیا اور بابوں میں مرتب کر کے کتاب الفرائض و کتاب الشروط تصنیف کیں اور آپ کی ہی پیروی امام مالکؒ نے موطا میں کی اور محمد بن حسنؒ نے آپ کی روایات کو جمع کر کے فروع کو تنقیح کیا اور جس قول سے آپ نے رجوع کیا اس کو بیان کر دیا۔ اور جو حوادث ان کے وقت میں بکثرت ہوئے انھوں نے فقہ کو مدوّن کر کے متعدد کتابیں تصنیف کیں کہ جس سے ایک عالم کو غیر محتاج کر دیا اور سب لوگوں کو اُن سے فائدہ پہنچ رہا ہے۔ انتہیٰ ملخصاً۔

پس جب کہ امام ابو حنیفہؒ نے حسبِ تصریحاتِ بالا اپنے چالیس اصحابؓ و تلامذہ

مشورہ سے جن میں مجتہد، محدث، مفسر، ماہرینِ لغت، نحوی، عابد، زاہد، متورع سب قسم کے شامل تھے۔ اصولِ فقہ و حدیث کو مدوّن کیا اور قرآن و احادیث اور اقوالِ صحابہؓ وغیرہ میں کمال غور و تدبر سے بڑی کوشش اور عرق ریزی کے ساتھ اجتہاد کر کے مسائل و احکام کا استنباط کیا پھر اجتہاد بھی ایسا کہ بعض مسائل کی تحقیقات میں مہینہ مہینہ بھر بلکہ اس سے زیادہ بحث ہوتی رہتی تھی اور بعد قولِ فیصل کے اس کو امام ابو یوسفؒ ضبطِ تحریر میں لاتے تھے۔ پھر ان روایات کو امام محمدؒ نے اپنی کتب مبسوط، زیادات، جامع صغیر، جامع کبیر، سیر صغیر، سیر کبیر، کتاب الآثار، موطا وغیرہ وغیرہ میں جیسے اہتمام و انتظام سے جمع کر کے فروع کو ایسے طور سے منقح کر دیا کہ دُنیا کسی اور مجتہد و عالم کی طرف رجوع لانے کی محتاج نہ رہی اور حقیقت میں اس طرز کی کوشش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان واجب الاذعان کی ہیں تھی جو طبرانی نے اوسط میں حضرت علیؓ سے با یں الفاظ روایت کیا ہے۔ قال قلت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان نزل بنا امر لیس فیہ بیان امر ولا نہی فما تامرنی قال شاوروا الفقہاء والعابدین ولا تمضوا فیہ رأی خاصۃ۔ اس لیے مذہب حنفیہ جو دراصل ایک کمیٹی کا مذہب تھا اور مخبرِ صادق کے قول ید اللہ علی الجماعۃ سے مؤید تھا۔ ایسا مقبولِ خاص و عام ہوا کہ اس کے ظاہر ہوتے ہی سب لوگ اس کے مقلد بنتے گئے یعنی قاضی و حاکم تو اس لیے اس کے پیرو ہوئے کہ ان کو مقدمات اور حوادثات کے پیش آجانے پر فیصلہ کے لیے دلائل شرعیہ میں خود غور و خوض کر کے اپنے اجتہاد سے حکم نکالنے اور سر دردی کرنے کی حاجت نہ رہی اور لکھا لکھایا مسئلہ مل گیا اگر صریح طور پر نہ ملا تو خود انہیں اصول اور قواعد مقررہ میں ادنیٰ غور کر کے فیصلہ کے لیے فوراً حکم نکال لیا اور چونکہ اس مذہب پر قاضیوں کے فتوے دینے میں ان دقتوں و مشکلات سے بھی سبکدوشی تھی جو اس سے پہلے بسا اوقات قاضیوں

کے لیے قاعدہ اجتہاد سے حکم میں اختلاف آرائے کے وقت عام خلائق کے امن قائم
رہنے میں عائد ہو جاتی تھیں۔ اس لیے بادشاہانِ وقت نے بھی اسی مذہب کی تقلید کی
اور عام مخلوقات ہیں تو اس مذہب کا یہاں تک فروغ ہوا کہ عرب و عجم کے علاوہ تھوڑے
ہی عرصہ یعنی خیر القرون میں چین تک بھی جا پہنچا۔ چنانچہ دیگر تواریخ کے علاوہ خود مقتدائے
غیر مقلدین نواب صدیق حسن خاں صاحب اپنی کتاب ریاض المرتاض و غیاض
الریاض کے صفحہ ۳۱۲ میں سدِ سکندری کا حال بیان کرتے ہوئے اس طرح پر لکھتے
ہیں: در کتاب مسالک الممالک نوشتہ واثق عباسی خواست تا بر حقیقت سد آگاہی
یابد در سنہ دو صد و بست و ہشت ۲۲۸ سلام نام ترجمان را با پنجاہ نفر با زاد و راحلہ تفحص
آں فرستاد از سامرہ و ارمینیہ و بلاد الآن و ترخان گزشتہ بسرزمینی رسیدند کہ از ان بوئے
ناخوش مے آمد دہ روز دیگر رفتند و بسرزمینی پیوستند کوہے بنظر ایشان آمد و قلعہ
کہ جمعی وراں نشستہ بودند اما از آبادی نشانی نداشت بست و ہفت منزل دیگر طے
کردند بجمعی رسیدند نزدیک کوہی کہ سدِ یاجوج در شعب آنجا است اگرچہ بلادش
اندک بود اما صحرا و اماکن بسیار داشت محافظان سد کہ در آنجا بودند ہمہ دینِ اسلام
داشتند و مذہب حنفی و زبان عربی و فارسی مے گفتند۔ الخ۔ دیکھو اس سے مذہب حنفیہ
کی قدامت اور اشاعت کا کیسا صریح پتہ لگتا ہے پھر یہ کتنا سخت ناانصافی ہے کہ یہ
مذہب سلطنت کی مدد سے رواج پذیر ہوا۔ یوں کیوں نہیں کہہ دیتے کہ اس مذہب
نے اپنی ذاتی خوبیوں کی وجہ سے جن کا مفصل ذکر اوپر ہو چکا ہے سب کو اپنا گرویدہ
بنا لیا تھا اور چار دانگ عالم میں اس کا ڈنکا بج گیا تھا۔ اب ایڈیٹر اہل الذکر ہی انصاف
سے بتائیں کہ حدود ملک چین میں سدِ سکندری کے پاس رہنے والے مسلمانوں کو
کس صاحب سلطنت نے مذہب حنفیہ کا مقلد بنایا؟ کیا وہاں بھی امام ابو یوسف کی سیاست کا
اثر پہنچ گیا تھا؟

الحاصل یہ بحث تو درمیان میں جملہ معترضہ کے طور پر آگئی ہے اب ہم پھر اپنے
اصل مقصد کی طرف عود کرتے ہیں کہ غیر مقلدین حضرات کا یہ باہمی ہاتھ کا کرتب ہے
کہ بیانات اور دھوکہ دہی سے عبارات میں تراش خراش کر کے ایسا حصہ تو لکھ دیتے ہیں
جس سے عوام کو مغالطہ لگ سکے اور ایسے حصہ کو دانستہ حذف کر دیتے ہیں جس سے بات
صاف ہو کر ان کے اعتراض کی خود بخود تردید ہو جائے۔ پھر ہم کہیں گے کہ حیات الحیوان
والی عبارت میں ابن شبرمہ کی روایت میں بھی انھوں نے یہی چالاکی اختیار کی ہے اور اگر
بالفرض عبارت میں دست اندازی نہ ہونا بھی تسلیم کر لیا جائے اور مان لیا جائے کہ حیات
الحیوان نے ایسا ہی لکھا ہے۔ تو حیات الحیوان کا یہ حوالہ خصم کو کچھ فائدہ نہیں دے
سکتا کیونکہ اس کے متعلق پھر دریافت طلب امر یہ ہوگا کہ حیات الحیوان کیسی کتاب
ہے؟ معتبر ہے یا نامعتبر؟ اور کس زمانہ میں کس نے تصنیف کی ہے۔ سو واضح ہو کہ یہ
کتاب شیخ کمال الدین محمد بن عیسیٰ الدمیری الشافعی متوفی ۸۰۸ھ کی تصنیف ہے
اس کے مسودہ سے ماہ رجب ۷۷۳ھ میں اس نے فراغت حاصل کی پھر ایسی کتاب
جو آٹھویں صدی میں تصنیف کی گئی اور جو کہ کوئی مستند بھی نہیں ہے اس میں ابن شبرمہ
کی روایت بلا سند بلفظ قال ابن شبرمۃ لکھا جانا اور منقول عنہ کا حوالہ تک نہ ہونا
مخالف کے لیے کونسی حجت ہو سکتی ہے علاوہ ازیں یہ کوئی معتبر کتاب نہیں ہے۔
اور کشف الظنون میں اس کتاب کی نسبت لکھا ہے جامع بین الغث والسمین
(یہ کتاب رطب ویابس کا مجموعہ ہے) پھر ایسے نامعتبر مجموعہ رطب ویابس کتاب
کی روایات سے استدلال کرنا کیا فائدہ دے سکتا ہے۔ بلکہ کشف الظنون میں اس
کتاب کی نسبت جو سخاوی کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ ھو نفیس مع کثرۃ الاستطراد
فیہ من شیء الی شیء ولقوھم ان فیہ ماھو مدخول اٰما فیہ
من المناکیر۔ وہ اور بھی اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ ابن شبرمہ کے حلیہ

نقل کردہ قصہ میں ضرور کچھ نہ کچھ تصرف و دخل واقع ہوا ہے اور ضرور ہی اس کتاب میں
کثرۃ الاستطراد (جالبازی) کی طرز اختیار کی گئی ہے۔ پھر ایسے جالباز جامع
رطب و یابس مصنف کی پُر از مناکیر کتاب کی روایات کا کیا اعتبار ہے بالآخر ہم اس قصہ
کی اصلیت دکھانے کے لیے ایک ایسے بزرگ کا قول نقل کرتے ہیں جس کو ایڈیٹر اہل الذکر
اور اس کے تمام غیر مقلد بھائی اپنا مقتدیٰ سمجھتے ہیں وہ کون ہیں۔ نواب صدیق حسن خان
صاحب جو کتاب کشف الالتباس کے صفحہ ۲۲۵ پر اس قصہ کی اصلیت بایں الفاظ لکھتے
ہیں۔ یہ حکایت محمد بن نعمان ملقب بشیطان الطاق کی ہے نہ نعمان بن ثابت
ابوحنیفہؒ کی کیونکہ یہ لوگ بسبب بے علمی کے عبادات ائمہ کو نہ سمجھتے تھے لیکن ترتیب
کرنا قیاس شرعی کا ان سے ممکن نہ تھا اس لیے ائمہ نے ان کو قیاس سے منع فرمایا
اور ابوحنیفہؒ وغیرہ کو بملاحظہ کثرت علم و قوت اجتہاد اجازت دی ہے قیاس کی۔ چنانچہ
کتب حنفیہ اور رسائل فضائل اہل بیت میں اجازت صادق علیہ السلام کی ابوحنیفہؒ
کے واسطے قیاس کی مصرح ہے۔

نواب مرحوم کا یہ قول دیکھ کر ایڈیٹر اہل الذکر اور اس کے بھائی بندوں کو چپنی
میں پانی ڈال کر ڈوب مرنا چاہیے۔ کہ وہ کس طرح کھلے الفاظ میں ان کی تکذیب کرتے ہیں
انھوں نے تو فیصلہ ہی کر دیا ہے کہ قصہ جس کو ایڈیٹر اہل الذکر اور اس کے ہم خیال
حضرت امام ابوحنیفہؒ کی نسبت سمجھے ہوئے ہیں۔ دراصل امام جعفر صادق اور ایک شخص
محمد بن نعمان کے مابین گزرا ہے جس کا لقب شیطان الطاق تھا۔ اور چونکہ وہ اور اس کے
ہم خیال بوجہ بے علمی کے عبادات ائمہ اہل بیت کو سمجھنے کی اہلیت نہ رکھتے تھے اور اہل
قیاس کرتے تھے اس لیے ائمہ نے ان کو قیاس سے منع فرمایا اور امام ابوحنیفہؒ تو دریائے علم
اور قوی الاجتہاد تھے۔ اس لیے ائمہ کرام بالخصوص حضرت امام جعفر صادقؒ نے خود ان کو
قیاس کی اجازت بخشی ہوئی تھی لیکن اب نواب صاحب کی اس تحقیقات سے ثابت

ہوا ہے کہ مصنف حیات الحیوان سے بسبب بُعد زمانہ کے سُنی سُنائی باتوں کی بنا پر
یہ فاش غلطی ہوئی کہ اس نے بجائے محمد بن نعمان کے نعمان بن ثابت لکھ دیا اور ایسا
ہی دخلت انا و ابو حنیفۃ کا لفظ غلط ایزاد کر دیا۔ بتائیے میاں اہل الذکر اب تم کیا
کہتے ہو۔ کیا نواب صدیق حسن مرحوم سچے ہیں یا تم سچے ہو؟

کیا لطف جو غیر پردہ کھولے
جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے

الغرض نواب مرحوم کے اس قول سے صاف ثابت ہوگیا کہ ابن شبرمہ والے قصہ
کا مصداق تو ایک دوسرا شخص ہے اور نیز معلوم ہوا کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ اور امام جعفر صادقؒ
کا سچا قصہ وہی ہے جو میزان الشعرانی کے حوالہ سے ہم نقل کر چکے ہیں اور جس سے امام
صاحب کی کمال فضیلت ثابت ہوتی ہے دیکھو امام شعرانی وہ محقق اور مستند بزرگ ہیں
جن سے سرگروہ غیر مقلدین مصنف دراسات اللبیب نے بھی جابجا سندیں لی ہیں اور
ان کے اقوال کو معتبر سمجھا ہے۔

امام ابوحنیفہؒ اور انکا اجتہاد

اب ہم اہل الذکر کے اس مضمون کا جواب لکھتے ہیں جو اس نے رسالہ اہل الذکر
اشاعت ماہ رمضان ۱۳۲۶ھ میں عنوان بالا سے میاں عبدالعظیم حیدر آبادی کی طرف سے
شائع کیا ہے۔ راقم مضمون نے اپنی دانست میں یہ بڑا مدلل اور لاجواب لکھا ہے اور خاتمہ
مضمون پر اڈیٹران اہل حدیث و شحنہ ہند سے بھی استدعا کی ہے کہ اس مضمون کو وہ بھی
ضرور نقل کریں۔ غالباً یہ مضمون حیدر آبادی صاحب کا اندوختہ عمر ہے اور وہ اس کو
متاع گراں بہا سمجھ کر اپنے غیر مقلد بھائیوں کے سامنے پیش کر کے ان سے داد لینا
چاہتا ہے اس مضمون نے اہل الذکر کے آدھے صفحوں کو سیاہ کیا ہے۔

ہم نے جہاں تک اس مضمون پر غور کیا ہے اس کو از سر تا پا لغو و بے ہودہ پایا ہے اور مضمون نگار اگر جہل مرکب کی مرض میں مبتلا نہ ہوتا اور اس کو اس مضمون کی لغویت معلوم ہوتی تو اس کو شائع کر کے اپنی خفت نہ کراتا۔ کاش وہ خیال کرتا کہ جھوٹ اور بے ہودہ کہنے سے اپنا منہ ملوث ہوتا ہے اور پاک لوگوں کی شان میں گستاخی کرنے سے اپنی ہی عاقبت خراب ہوتی ہے۔

؎ چون خدا خواہد کہ پردہ کس درد   میلش اندر طعنہ پاکان کند

مضمون نگار کی غرض و غایت اس مضمون کے لکھنے سے یہ ہے کہ وہ حضرت امام الائمہ ابوحنیفہؒ کی نسبت یہ ثابت کرے کہ وہ نہ مجتہد تھے اور نہ محدث نہ انکی کچھ علمیت تھی اور نہ فقاہت۔ حالانکہ تمام اسلامی دنیا شرق سے غرب تک اس بات کی قائل ہو چکی ہے کہ علم و فقہ اور اجتہاد و محدثیت میں کوئی امام بھی امام ممدوح کے پایہ کو نہیں پہنچا۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس مضمون پر بالاستیعاب بحث کر کے اسکی پوری تردید کریں اور پہلے اُس کی عبارت کا خلاصہ نقل کر کے پھر اُس کا جواب بالترتیب دیں۔ چونکہ مضمون نگار معترض وہابی ہے اور راقم مجیب حنفی۔ اس لیے اس کی عبارت کے اوپر لفظ وہابی اور اپنے جواب کی ابتداء میں حنفی کا لفظ لکھا جائے گا۔ اب ناظرین غور سے سُنیں۔

وھابی: پہلے یہ غور کرنا چاہیے کہ مجتہد جو ان بزرگوں میں گزرے ہیں اور جن کو اب ہم مجتہد مانتے ہیں ان کی شان نفس اجتہاد میں کیسی ہے ان کے اجتہاد کو محدثین وقت نے تسلیم کیا ہے یا نہیں؟ ہم اس اُصول پر جہاں تک غور و نظر ڈالتے ہیں امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام بخاریؒ، امام مسلمؒ وغیرہم مجتہد مانے گئے ہیں۔ انکے اجتہاد میں کسی عالم محدث کو انکار نہیں۔ ان حضرات کے نفس اجتہاد پر کوئی اعتراض نہیں کر سکتا مگر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اجتہاد پر اکثر محدثین اور خود ائمہ ثلاثہ کو اعتراض رہا ہے۔

حنفی: شکر ہے کہ اس موقعہ پر ہمارے دوست وہابی نے ائمہ ثلاثہ کو تو مجتہد مان لیا ہے اگرچہ ان لوگوں کا اصول تو یہ ہے کہ: ؎ من خود پدرم پدر را چہ کنم ✦ ہم خود مجتہد ہیں دوسرے کا اجتہاد کیوں مانیں۔ بالی ہمارے مہربان حیدرآبادی کے نزدیک ائمہ اربعہ میں سے تین امام تو مسلم الاجتہاد ہیں اور ان کے اجتہاد پر کوئی (حنفی ہو یا وہابی) اعتراض نہیں کر سکتا۔ لیکن امام الائمہ ابوحنیفہؒ کو وہ مجتہد نہیں مانتا اور اس پر دلیل یہ گردانتا ہے کہ باقی ائمہ کے اجتہاد سے کسی امام یا محدث کو انکار نہیں، لیکن امام ممدوح کے اجتہاد پر اکثر محدثینؒ اور خود ائمہ ثلاثہ کو اعتراض رہا ہے اس کا جواب ہم بجز اسکے کیا عرض کریں کہ لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْنَ۔ ہمیں تعجب ہے کہ گستاخ وہابی نے کس دلیری سے علی رؤس الاشہاد یہ جھوٹا جملہ لکھ دیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے اجتہاد پر محدثین اور ائمہ ثلاثہ کو اعتراض رہا ہے حالانکہ تمام محدثین اور ائمہ ثلاثہ امام ممدوح کی مدح و ثنا میں رطب اللسان ہیں اور موافق و مخالف آپ کے اجتہاد و فقاہت کی تعریف کرتے ہیں۔ اس بارہ میں مخالف کی تکذیب کے لیے ہم پہلے ائمہ ثلاثہ کے اقوال اور بعد ازیں کبار محدثین کی شہادتوں سے ثابت کریں گے کہ حضرت امام ہمام علم و فقہ، ورع و زہد، اجتہاد و محدثیت میں سب سے بڑھ کر تھے۔

امام مالکؒ کی شہادت

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے علم اور فقہ و اجتہاد کے بارہ میں امام مالکؒ کی رائے حسب ذیل ہے جو کتاب کردری صفحہ ۳۹ میں لکھا ہے: ذکر الصیمری باسنادہ عن ابن المبارکؒ قال کنت عند مالکؒ اذ جاءہ رجل فرفعہ فلما خرج قال اتدرون من ھذا۔ ھذا ابوحنیفۃ لو قال ھذہ الاسطوانۃ من ذھب لقام بحجتہ لقد وفق اللّٰہ تعالیٰ لہ الفقہ حتی ما علیہ کثیر

مؤنة ثم قدم عليه الثوري فاجلسه دونه فلما خرج قال هذا سفيان وذكر فقهه و ورعه۔ یعنی محدثین کے پیشوا ابن مبارک فرماتے ہیں کہ میں امام مالکؒ کے پاس بیٹھا تھا کہ اچانک ایک شخص آیا۔ امام مالکؒ نے اس کو بلند جگہ پر جگہ دی جب چلا گیا تو کہا کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہ شخص کون ہے۔ یہ امام ابوحنیفہؒ ہے۔ (دانکی اعلمیت کا یہ حال ہے) کہ اگر مثلاً کہ دے کہ یہ ستون سونے کا ہے تو دلیل سے اس دعوی کو ثابت کر دکھائے۔ اللہ نے اس کو فقہ میں ایسی توفیق بخشی ہے کہ اس میں اس کو کوئی مشکل مانع نہیں ہوئی۔ پھر امام ثوریؒ آئے تو ان کو اس درجہ سے نیچے جگہ دی جب چلے گئے تو کہا یہ سفیان ہے اور اُن کی فقاہت اور تورع کا ذکر کیا۔ علامہ موفق بن احمد مکی نے کتاب مناقب ابی حنیفہؒ ص ۳۳/۳۴ میں لکھا ہے۔ حدثني اسحق بن ابي اسرائيل سمعت محمد بن عمر الواقدي يقول كان مالك ابن انس كثيرًا ما كان يقول بقول ابي حنيفة وينتقده وان لم يكن يظهره۔ یعنی اسحق بن اسرائیل جو ابوداود و نسائی کے شیوخ میں سے ہیں روایت کرتے ہیں کہ اسحق بن عمر واقدی شاگرد امام مالکؒ کہتے تھے کہ امام مالکؒ اکثر امام ابوحنیفہؒ کے قول کے مطابق حکم دیتے تھے اور انکے قول کی تفحص کرتے تھے گو وہ ظاہر نہ کرتے۔ پھر اسی صفحہ میں اسحق بن محمد بن عبد الرحمن امیر القراء شاگرد امام مالکؒ سے اس طرح پر روایت کی ہے۔ قال كان مالك ربما اعتبر بقول ابي حنيفة في المسائل۔ یعنی امام مالکؒ اکثر مسائل میں امام ابوحنیفہ کے قول کو معتبر سمجھتے تھے۔ دیکھو پہلی روایت سے ثابت ہے کہ امام مالکؒ نے ملاقات کے وقت امام ابوحنیفہؒ کی فضیلت کو ملحوظ رکھ کر اپنے سے بلند مرتبہ پر جگہ دی۔ پھر جب سفیان ثوریؒ صاحب آئے تو ان کو اُن سے نیچے بٹھایا اور پھر حاضرین کے رُوبرو امام صاحب کی قابلیت اور قوتِ استدلال کو اس مبالغہ سے بیان کیا کہ اگر آپ بالفرض ایک امر مستحیل الثبوت پر بھی دلیل قائم کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔ اور دوسری دو روایتوں سے ثابت ہے کہ امام

مالکؒ باوجود خود مجتہد ہونے کے اکثر مسائل کے فیصلہ کے وقت امام ابوحنیفہؒ کے قول کی تلاش کرتے تھے اور اکثر دفعہ اُن کے ہی قول پر فتوی صادر فرمایا کرتے تھے ان روایات کے علاوہ اسکے کہ بقول امام مالکؒ حضرت امام ابوحنیفہ کی کمال مدح و تعریف ثابت ہوتی ہے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ امام کا رتبہ امام مالکؒ سے فضیلت و کمال اور فقہ و اجتہاد میں برتر تھا، اور آپؒ واقعی امام اعظم تھے۔

امام شافعیؒ کی شہادت

حضرت امام شافعیؒ نے تو حضرت امام ہمامؒ کی جابجا تعریف و توصیف بیان فرمائی۔ اور ان کی اعلمیت و افقہیت کا اعتراف کیا ہے۔ علامہ ابن حجر مکی شافعی نے اپنی کتاب خیرات الحسان کے ص ۳۱ میں لکھا ہے۔ عن الربيع قال قال الشافعي ان الناس عيال في الفقه على ابي حنيفة ما رأيت اي علمت احدًا افقه منه۔ یعنی ربیع بن سلیمان شاگرد امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ امام شافعیؒ نے فرمایا ہے کہ تمام لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہؒ کے عیال ہیں۔ میں نے کوئی شخص بھی ابوحنیفہؒ سے افقہ نہیں دیکھا۔ انہی کی دوسری روایت میں ہے۔ من لم ينظر في كتبه لم يتبحر في العلم ولا يتفقه۔ یعنی جس شخص نے امام ابوحنیفہؒ کی کتابوں میں نظر نہیں کی۔ وہ علم و فقہ میں کبھی تبحر حاصل نہیں کر سکتا۔ نیز کتاب مذکور میں حرملہ بن یحیی شاگرد امام شافعیؒ سے روایت ہے۔ قال الشافعي من اراد ان يتبحر في الفقه فهو عيال على ابي حنيفة انه ممن وفق له الفقه۔ یعنی امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص فقہ میں تبحر ہونا چاہے وہ امام ابوحنیفہؒ کا نمک خوار ہے کیونکہ آپ ہی کو فقہ میں کامل توفیق ملی ہے۔ علامہ کردری نے اپنی کتاب ص ۱۵۵/۲ میں امام محمدؒ شاگرد امام ابی حنیفہؒ کے ذکر میں لکھا ہے۔ ذكر الديلمي عن امام الشافعي قال جالسته عشر سنين حملت

من كلامه جمل لو كان كلمنا على قدر عقله ما فهمنا كلامه ولكنه كان يكلمنا على قدر عقولنا۔ یعنی دیلمی نے امام شافعیؒ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ میں نے دس سال امام محمدؒ کی صحبت کی اور ان کی تصنیفات اس قدر پڑھیں جن کو اونٹ اٹھا سکے۔ بلکہ امام محمدؒ اپنی عقل و فہم کے مطابق ہم سے کلام کرتے تو ہم ان کی کلام کبھی سمجھ نہ سکتے۔ لیکن وہ ہم سے ہماری عقل و فہم کے مطابق کلام کرتے تھے۔ نیز کتاب مذکور کے ص ۵۴ میں ہے: ذكر السمعاني عن البويطي عن الشافعي قال اعانني الله تعالى في العلم برجلين في الحديث بابن عيينة وفي الفقه بمحمد۔ یعنی امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے علم میں دو شخصوں سے امداد دی، حدیث میں ابن عیینہؒ اور فقہ میں امام محمدؒ سے۔ اور کتاب درمختار ص ۲۵ میں لکھا ہے: قال الامام الشافعي من اراد الفقه فليلزم اصحاب ابي حنيفة فان المعاني قد تيسرت لهم والله ما صرت فقيها الا بكتب محمد بن الحسن۔ یعنی امام شافعیؒ کا قول ہے کہ جو فقہ حاصل کرنا چاہتا ہے وہ امام ابوحنیفہؒ کے اصحاب سے سیکھے کیونکہ معانی اُن کو ہی میسر ہوئے ہیں۔ بخدا میں امام محمدؒ کی کتابیں پڑھ کر فقیہ بنا ہوں۔

روایات بالا پر غور کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ حضرت امام شافعیؒ کے دل میں کس قدر عظمت حضرت امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب کی تھی۔ آپ نے فیصلہ ہی کر دیا ہے کہ فقہ میں تمام فقہا اور محدثین حضرت امام ممدوح کی عیال ہیں اور جس کی نظر امام صاحب کی کتب میں نہ ہو وہ فقاہت یا تبحر فی العلم کا دعویٰ ہی نہیں کر سکتا۔ امام صاحب تو بجائے خود حضرت امام محمدؒ (جو امام صاحبؒ کے شاگرد ہیں) کے علم کی نسبت امام شافعی صاحبؒ کی یہ رائے ہے کہ اگر وہ اپنی علمیت کے مطابق کلام کرتے تو امام شافعیؒ جیسے امام مجتہد اس کو سمجھ بھی نہ سکتے اور کہ آپ نے جو کچھ سیکھا اُن سے اور ان کی کتابوں

سے سیکھا ہے۔ وہابیوں کو پڑھ کر اگر ذرا بھی شرم اور حیا ہو تو چینی میں پانی ڈال کر ڈوب مرنا چاہیے۔ مگر شرم چہ سگ است کہ پیش مردان بیاید۔

امام احمدؒ بن حنبل کی شہادت

حضرت امام احمدؒ بن حنبل کی رائے امام صاحب اور ان کے شاگردوں کی نسبت روایات ذیل سے ظاہر ہوتی ہے۔ علامہ ابن حجر مکی شافعیؒ نے خیرات الحسان کے ص ۳۳ میں لکھا ہے: قال احمد بن حنبل في حق ابي حنيفة انه كان من العلم والورع والزهد وايثار الآخرة بمحل لا يدركه احد۔ یعنی امام احمد بن حنبلؒ نے امام ابوحنیفہؒ کی شان میں کہا ہے کہ آپ علم و ورع و زہد و ایثار آخرت میں ایسے درجہ میں تھے جو کسی کو بھی نہیں ملا۔ علامہ کردری نے اپنی کتاب مناقب ص ۲۵ ج ۲ میں امام ابو یوسفؒ (شاگرد امام ابوحنیفہؒ) کے ذکر میں لکھا ہے: عن العباس بن محمد قال احمد بن حنبل اول ما طلبت الحديث ذهبت اليه وطلبته منه ثم كتبتها عن الناس۔ یعنی عباس بن محمدؒ سے جو سنن ابن ماجہ کے شیوخ سے ہیں روایت ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ میں سب سے پہلے طلب حدیث میں امام ابو یوسفؒ کے پاس گیا اور پھر اور لوگوں سے حدیث کو لکھا۔

اب ناظرین روایات بالا کو پڑھ کر حیدرآبادی مضمون نویس کی اس بکواس پر نظر ڈالیں جو وہ لکھتا ہے کہ ائمہ ثلاثہ کو امام ابوحنیفہؒ کے اجتہاد پر اعتراض رہا ہے۔ ائمہ ثلاثہ تو یہی ہیں جن کی شہادتیں ہم نے مستند کتب سے اوپر لکھ دی ہیں وہ تو سب کے سب امام کے اجتہاد، تفقہ، علم و فضل، زہد و ورع کا اعتراف کر کے اپنے سے بڑھ کر اُن کی شان بیان فرماتے ہیں اور ادھر میاں حیدرآبادی اور اس کے ہم خیال وہابی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم امام صاحب کے اجتہاد کو نہیں مانتے اور اس پر دلیل یہ کہ ائمہ ثلاثہ بھی ان کو مجتہد نہیں

مانتے۔ کیا اب بھی یہ کہنے کا حق نہیں ہے کہ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ۔

محدثین کی شہادت

ائمہ ثلاثہ کی شہادتیں گزر چکی ہیں۔ اب ہم بطور نمونہ بعض اکابر محدثین کی شہادتیں لکھتے ہیں جن میں سے حضرت امام اعظمؒ کی فقاہت و اجتہاد وغیرہ کی تعریف کی ہے سو سب سے اول امام المحدثین حضرت سفیان ثوری کے جو بقول تقریب التہذیب ثقہ، حافظ، فقیہ، عابد، امام، حجت تھے اقوال لکھے جاتے ہیں جو کہ امام ہمام کے ہم عصر اور ہم وطن بھی تھے کہ انھوں نے امام صاحب کی عظمت کو کہاں تک تسلیم کیا ہے۔

سفیان ثوریؒ: کتاب کردری ج۲ ص۱۰ اور خیرات الحسان کے صفحہ ۳۲ میں بروایت عبداللہ بن مبارکؒ امام ابوحنیفہؒ کی نسبت حضرت سفیان الثوریؒ کا قول اس طرح پر مروی ہے۔ وکان واللہ شدید الاخذ للعلم ذابا عن المحارم لا یاخذ الا بما صح عنه علیه السلام شدید المعرفة بالناسخ والمنسوخ وکان یطلب احادیث الثقات والآخر من فعل النبی علیه الصلوٰة والسلام وما ادرك علیه عامة العلماء الكوفة فی اتباع الحق اخذ به وجعله دینه وقد شنع علیه قوم فسکتنا عنهم بما نستغفر اللہ تعالیٰ منه بل قد كان منا اللفظة بعد اللفظة قال قلت ارجوا اللہ تعالیٰ ان یغفر لنا ذلك۔ (یعنی ابوحنیفہ بخدا علم کے اخذ میں سخت اور منہیات کا انسداد کرنے والے تھے، وہی حدیث لیتے تھے جو پایۂ صحت کو پہنچ چکی ہو، ناسخ و منسوخ کی پہچان میں قوی طاقت رکھتے تھے۔ ثقہ اصحاب کی احادیث اور آخری فعل رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے متلاشی رہتے تھے، حق کی پیروی میں جس بات پر جمہور علماء کوفہ کو متفق پاتے تھے، اس سے تمسک پکڑتے اور اسی کو

اپنا دین و مذہب قرار دیتے تھے، قوم نے آپ پر بے جا طعن تشنیع کی اور ہم نے بھی خاموشی اختیار کی جس کی نسبت ہم خدا سے استغفار کرتے ہیں بلکہ ہم سے بھی آپ کے حق میں بعض غلط الفاظ نکلے۔

۲۔ **عبداللہ بن مبارکؒ** نے کہا ہے: عن العسکری عن ثابت الزاهد قال کان اذا شكل علی الثوری مسألة قال ما یحسن جوابها الا من حسدناه ثم یسأل عن اصحابه ویقول ما قال فیه صاحبكم فیحفظ الجواب ثم یفتی به۔ یعنی ثابت زاہد شاگرد ثوریؒ جو امام بخاریؒ و ترمذیؒ کے رجال سے ہیں۔ کہتے ہیں کہ جب امام ثوریؒ کو کسی مسئلہ میں کوئی اشکال پیش آتی تھی تو کہتے تھے کہ اس کا بہترین جواب وہی شخص دے سکتا ہے جس سے ہم حسد کرتے ہیں۔ (یعنی امام ابوحنیفہؒ) پھر امام صاحبؒ کے شاگردوں سے پوچھتے تھے کہ تمہارے امام نے اس بارہ میں کیا فتویٰ دیا ہے۔ پھر جواب کو یاد رکھتے تھے اور اس کے مطابق فتویٰ دیا کرتے تھے۔

۳۔ **حافظ جلال الدین سیوطی** (جو شافعی المذہب ہیں) تبییض الصحیفہ کے ص۱۸ میں لکھتے ہیں: روی الخطیب عن محمد بن المنتشر قال کنت اختلف الی ابی حنیفة والی سفیان۔ فآتی ابی حنیفة فیقول لی من این جئت فاقول من عند سفیان فیقول لقد جئت من عند رجل لو ان علقمة والاسود حضر لاحتاجا الی مثله فآتی سفیان فیقول من این جئت فاقول من عند ابی حنیفة فیقول لقد جئت من عند افقه اهل الارض یعنی محمد بن المنتشرؒ جو ائمہ صحاح ستہ کے شیوخ سے ہیں۔ کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ اور امام سفیانؒ دونوں کی خدمت میں میں مختلف اوقات میں جایا کرتا تھا جب امام ابوحنیفہؒ کے پاس جاتا تھا تو پوچھتے تھے کہ کہاں سے آیا ہے؟ میں کہتا تھا

سفیانؒ کے پاس سے اس پر آپ فرماتے تھے کہ تو ایسے شخص کے پاس سے آیا ہے کہ
اگر اسود اور علقمہ بھی اس وقت موجود ہوتے تو ایسے شخص کے وہ محتاج ہوتے۔ جب میں
سفیانؒ کے پاس جاتا تھا تو وہ پوچھتے تھے کہ تو کس کے پاس سے آیا ہے میں کہتا تھا
کہ امام ابوحنیفہؒ کے ہاں سے آیا ہوں۔ آپ کہتے تھے کہ تو ایسے شخص کے ہاں سے آیا
ہے جس سے بڑھ کر روئے زمین پر کوئی فقیہ نہیں ہے۔

قلائد میں لکھا ہے: قال سفیان الثوری کنا بین یدی ابی حنیفۃ
کالعصافیر بین یدی البازی وان ابا حنیفۃ سید العلماء۔
یعنی سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ ہم ابوحنیفہؒ کے سامنے ایسے تھے جیسے باز کے سامنے
چڑیاں ہوتی ہیں۔ اور امام ابوحنیفہؒ سید العلماء ہیں۔

دیکھو امام سفیان ثوریؒ کے یہ اقوال حضرت امام ہمامؒ کی فضیلت، ثقاہت،
فقاہت، اجتہاد، تبحر فی الحدیث کے کیسے زبردست گواہ ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے
کہ امام ابوحنیفہؒ کو صحیح وضعیف، ناسخ ومنسوخ کے پرکھنے کا بہت بڑا ملکہ حاصل تھا اور
آپ کا تمسک ان ہی احادیث سے تھا جو پایہ صحت کو پہنچ چکی ہوں اور جن کے راوی
ثقہ وعادل ہوں اور جن پر آخری عمل نبویؐ وصحابہ کرامؓ ثابت ہو اور کہ امام ثوریؒ باوجود
تبحر فی الفقہ والحدیث کے مشکل مسائل میں امام ممدوحؒ کی ہی تحقیق کو پسند کرتے اور انہی کے
ہی قول پر فتوی دیتے تھے اور آپ کو الارض تسلیم کرتے اور آپ کے
مقابلہ میں اپنے آپ کو ایسا سمجھتے جیسا کہ شہباز کے مقابلہ میں چڑیا ہوتی ہے کیا ان اقوال کو
دیکھ کر غیر مقلدین شرمندہ نہ ہوں گے جو کہا کرتے ہیں کہ امام صاحب تو اہل الرائے تھے اور ان
کے مذہب کی بناء احادیث ضعیفہ پر ہے اور ان کے اجتہاد میں اکثر محدثین کو اعتراض
رہا ہے۔ سچ ہے۔

؎ چشم بد اندیش کہ برکندہ باد — عیب نماید ہنرش در نظر

۲۔ امام الاعمش: یعنی سلیمان بن مہران متوفی ۱۴۸ھ جن کی تعریف میں صاحب
تقریب نے ثقہ، حافظ، عارف بالقرأۃ ورعؒ کے الفاظ لکھے ہیں اور جو کہ ائمہ
صحاح کی اعلیٰ روات سے ہیں۔ خیرات الحسان کے ص۳۳ میں ان کی شہادت امام اعظمؒ
کے حق میں اس طرح پر لکھی ہے۔ وسئل الاعمش مسئلۃ فقال انما یحسن
جواب ھذا النعمان بن ثابت واظنہ بورک لہ فی علمہ۔ یعنی امام اعمش
سے ایک مسئلہ پوچھا گیا تو آپ نے کہا اس کا اچھا جواب نعمان بن ثابت ہی دے سکتے
ہیں اور میرے خیال میں خدا نے ان کے علم میں بڑی برکت بخشی ہے۔

پھر اسی کتاب کے ص۳۰ میں لکھا ہے: وروی الخطیب عن ابی یوسف
قال وکان عندہ الاعمش فسئل عن مسائل فقال لابی حنیفۃؒ
ما تقول فاجابہ قال من این لک ھذا قال من احادیثک التی رویتہا
عنک وسرد لہ عدۃ احادیث بطرقہا فقال الاعمش حسبک ما
حدثتک بہ فی مائۃ یوم تحدثنی بہ ساعۃ واحدۃ ما علمت
انک تعمل بھذہ الاحادیث یا معشر الفقہاء انتم الاطباء ونحن
الصیادلۃ وانت ایہا الرجل اخذت بکلا الطرفین۔ یعنی امام ابوحنیفہؒ
امام اعمشؒ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ان سے چند مسائل کسی نے پوچھے۔ آپ نے
امام ابوحنیفہؒ سے فرمایا کہ آپ اس بارہ میں کیا کہتے ہیں جب آپ نے جواب دیا تو امام
اعمش نے کہا کہ آپ کو یہ معلومات کہاں سے حاصل ہوئے۔ امام ابوحنیفہؒ نے کہا کہ
ان احادیث سے جو میں نے آپ سے روایت کی ہیں پھر ان متعدد احادیث کو مع سلسلہ
اسناد کے بیان کرنا شروع کیا اس پر امام اعمشؒ نے فرمایا کہ آپ نے حد کر دی ہے جو
احادیث میں نے سو دن میں آپ کو بیان کی تھیں وہ آپ نے ایک ساعت میں
سنا دیں مجھے یہ علم نہ تھا کہ آپ ان احادیث پر عمل کر رہے ہیں۔ اے جماعت فقہاء

آپ لوگ طبیب ہیں اور ہم لوگ دوا فروش ہیں اور اے شخص تُو نے تو دونوں طرف (فقہ و حدیث) سے بہرہ وافر حاصل کیا۔

دیکھو ان دو روایات سے امام اعظمؒ کی کمال فضیلت کی کیسی زبردست شہادت ملتی ہے کہ امام اعمشؒ جیسے جلیل القدر امام حدیث ان سے مسئلہ دریافت ہونے پر یہ فرماتے ہیں کہ اس کا احسن جواب تو امام ابوحنیفہؒ ہی دے سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے علم میں عجیب برکت بخشی ہے اور پھر دوسری روایت میں امام صاحبؒ کے اس کمال کی داد دیتے ہوئے کہ جو سو دن میں احادیث ہم نے بیان کیں آپ نے ایک گھڑی میں ان کا بیان کر دیا پہلے ترجیح فقہاء میں یہ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ (فقہاء) اطباء ہیں اور ہم لوگ (محدثین) دوا فروش ہیں۔ پھر امام صاحب کو سید الفقہاء والمحدثین اس دلیل سے قرار دیتے ہیں کہ آپ تو ماشاء اللہ ہر دو کمال رکھتے ہیں یعنی دوا فروش (محدث) بھی ہیں اور طبیب (فقیہ) بھی۔ اللہ اکبر امام صاحبؒ کی فضیلت پر اس سے زبردست شہادت کیا چاہیے۔

مصرع: آنچہ خوبان ہمہ دارند تو تنہا داری

۳۔ **عبد اللہ بن المبارکؒ** متوفی ۱۸۱ھ جن کی تعریف تقریب میں ثقہ، ثبت، فقیہ، عالم، جواد، مجاہد، جمعت فیہ خصال الخیر لکھی ہے اور صاحب اتحاف النبلاء نے لکھا ہے کہ آپ نے امام مالکؒ، سفیان الثوریؒ، سفیان بن عیینہؒ وغیرہ وغیرہ چار ہزار شیوخ سے روایت کی اور علم اخذ کیا ہے اور امام احمدؒ ان کے شاگردوں سے ہیں۔ پھر یہ بھی لکھا ہے کہ آپ پہلے امام ابوحنیفہؒ کے شاگردوں میں سے تھے ان کی وفات کے بعد مدینہ منورہ میں جا کر امام مالکؒ کی شاگردی کی اور ان سے تفقہ حاصل کیا۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ کی نسبت اس طرح سے شہادت دیتے ہیں جو خیرات الحسان کے [illegible] میں اس طرح پر لکھی ہے: قال ابن المبارکؒ لیس احد احق ان یقتدی به من ابی حنیفة لانه کان اماما تقیا ورعا عالما فقیها کشف العلم

كشفا لم يكشفه احد ببصر وفهم وفطنة وتقى۔ یعنی امام ابوحنیفہؒ سے بڑھ کر کوئی شخص اس بات کا مستحق نہیں ہے کہ اُس کی تقلید کی جائے کیونکہ وہ ایک امام متقی، متورع، عالم فقیہ تھے جیسا انھوں نے علم کو اپنی بصارت، فہم اور ادراک اور اتقاء سے کھولا ہے ایسا کسی نے نہیں کھولا۔

دیکھو محدثین کے پیشوا نے کس زور سے امام اعظمؒ کی افضلیت کو دلائل سے ثابت کر کے خاص امام مالکؒ متوفی ۱۷۹ھ پر بھی ان کو کامل ترجیح دی ہے حالانکہ امام مالکؒ ان کے آخری استاد تھے اور دستور ہے کہ شاگرد اپنے آخری استاد کو ترجیح دیا کرتے ہیں مگر آپ نے انصاف کو مد نظر رکھ کر صاف صاف فرما دیا کہ کوئی شخص امام ابوحنیفہؒ سے بڑھ کر اس بات کا مستحق نہیں کہ اس کی تقلید کی جائے۔ اب یہ شہادت دیکھ کر حیدر آبادی کو چاہیے کہ وہ چپنی میں پانی ڈال کر مر جائے بجز افسوس:

مصرع: شرم چہ کتی است کہ پیش مردان بیاید

۴۔ **معمر بن راشدؒ** متوفی ۱۵۴ھ جن کو تقریب میں ثقہ، ثبت، فاضل کہا گیا ہے اور ترمذی وغیرہ کے لیے اعلیٰ رواۃ سے ہیں تبییض الصحیفہ کے صفحہ ۲ میں ان کی شہادت امام اعظمؒ کے حق میں اس طرح پر لکھی ہے: روى الخطيب عن عبد الرزاق قال كنت عند معمر واتاه ابن المباركؒ فسمعت معمرا يقول ما اعرف رجلا يحسن التكلم في الفقه ويسعه ان يقيس ويشرح الحديث في الفقه احسن معرفة من ابي حنيفة ولا اشفق على نفسه من ان يدخل في دين الله شيئا من الشك مثل ابي حنيفة

یعنی عبد الرزاق کہتے ہیں کہ میں معمر کے پاس تھا کہ عبد اللہ بن مبارک ان کے پاس آئے پھر معمر کہنے لگے کہ میں ایسے کسی شخص کو نہیں جانتا کہ جو فقہ میں اچھی طرح سے تکلم کر سکتا ہو اور نیز اس کو قیاس کرنے کی بھی وسعت ہو اور فقہ و حدیث کی شرح کی قدرت

رکھتا ہو۔ جیسا کہ امام ابوحنیفہؒ کو یہ سب باتیں حاصل ہیں اور مجھے سوائے ابوحنیفہؒ کے ایسا کوئی نظر نہیں آتا جو اپنے نفس میں اس بات کا بہت ڈر رکھتا ہو کہ دینِ الٰہی میں کسی طرح کی کوئی مشکوک بات داخل کر دے۔"

دیکھو جب ایسی زبردست شہادت سے امام اعظمؒ کا نہ صرف فقیہ اور شارح حدیث اور صائب الرائے ہونا ہی بلکہ ان اوصاف میں بے مثل ہونا ثابت ہے اور نیز کہ آپ جیسا دینی امور میں محتاط اور خائف من اللہ دنیا بھر میں کوئی نہ تھا تو پھر مخالفین کو امام ہمامؒ کے برخلاف زبان طعن دراز کرنے سے بجز اپنی عاقبت خراب کرنے کے اور کچھ حاصل نہیں ہے۔

۵۔ **عمرو بن دِینار المکی** متوفی ۱۲۶ھ جو کبار تابعین سے ہیں اور انکی تعریف میں صاحب تقریب نے ثقہ، ثبتٌ کے الفاظ لکھے ہیں اور آئمہ صحاح کے اعلیٰ رواۃ سے ہیں۔ وہ امام ابوحنیفہؒ کی انکی ابتدائی ہی حالت میں جو عزت کرتے تھے ان کی نسبت خیرات الحسان کے ص۳۵ میں اس طرح پر لکھا ہے: وقال حماد بن زید کنا ناتی عمرو بن دینار فاذا جاء ابوحنیفة اقبل علیه وترکنا فنسال ابا حنیفة فنساله فیحدثنا۔ یعنی حماد بن زید جو آئمہ صحاح کے اعلیٰ رواۃ سے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہم عمرو بن دینار کے پاس جایا کرتے تھے پس جبکہ امام ابوحنیفہؒ آتے تو آپ ان کی طرف متوجہ ہو جاتے اور اس بات پر ہمیں مجبور کرتے کہ امام صاحبؒ سے ہم مسائل پوچھیں۔ پس ہم ان سے مسائل پوچھتے اور امام ابوحنیفہؒ حدیثیں بتاتے تھے۔

دیکھو عمرو بن دینار جیسے جلیل القدر فقیہ، محدثؒ جو بقول امام ذہبیؒ اپنے زمانہ میں اعلم وافقہ اور احفظ تسلیم کیے گئے تھے جب امام ہمامؒ کے ابتدائی زمانہ میں ہی اُن [illegible] عزت کرتے تھے تو انتہائی زمانہ میں جب ہر طرح سے آپ کو کمال حاصل

ہو گیا تھا۔ تو پھر وہ امام اعظمؒ اور پیشوائے اُمت کیوں تسلیم کیے جاتے۔

۶۔ **مسعر بن کدام** متوفی ۱۵۳ھ جن کی تعریف تقریب التہذیب میں ثقہ، ثبت، فاضل کے الفاظ سے کی گئی ہے اور ائمہ صحاح ستہ کے اعلیٰ شیوخ سے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کی نسبت انکی رائے خیرات الحسان کے ص۳۳ میں اس طرح پر لکھی ہے: وقال مسعر بن کدام من جعل ابا حنیفة بینه وبین الله رجوت ان لا یخاف ولا یکون فی الاحتیاط لنفسه وقیل له لم ترکت رأی اصحابک واخذت برأیه قال لصحته فاتوا باصح منه لارغب عنه الیه وقال ابن المبارک رأیت مسعراً فی حلقة ابی حنیفة یسأله ویستفید منه وقال ما رأیت افقه منه۔ یعنی مسعر بن کدام نے کہا کہ جس شخص نے اپنے اور خدا کے درمیان امام ابوحنیفہؒ کو واسطہ گردانا۔ امید ہے کہ اس کو کچھ خوف و خطرہ نہ ہوگا۔ ان سے کہا گیا کہ آپ نے اپنے اصحاب کی رائے کو چھوڑ کر انکی رائے کو کیوں اختیار کیا تو کہا اس لیے کہ انکی ہی رائے صحیح ہے تم اس سے زیادہ صحیح دکھلاؤ تو میں اس کو اختیار کر سکتا ہوں۔ (یعنی انکی رائے سے زیادہ صحیح رائے ملنا محال ہے) ابن مبارکؒ کہتے ہیں کہ میں نے مسعرؒ کو امام ابوحنیفہؒ کے حلقہ درس میں بیٹھا ہوا دیکھا کہ ان سے مسائل پوچھتا اور استفادہ کرتا تھا اور کہتا کہ میں نے آپؒ سے افقہ کوئی نہیں دیکھا۔ کتاب امام موفق ص۲۴۹ میں لکھا ہے:

عن ابو اسحاق الخوارزمی قاضی خوارزم قال مر مسعر بن کدام بابی حنیفة واصحابه فوجدهم قد ارتفعت اصواتهم فاقام ملیا ثم قال هؤلاء افضل من الشهداء والعباد والمتهجدین هؤلاء یجهدون فی احیاء سنة النبی صلی الله علیه وسلم و یجتهدون فی اخراج الجهال من جهلهم هؤلاء افضل الناس۔

یعنی" ابو اسحاق قاضی خوارزم کہتے ہیں کہ ایک روز مسعر بن کدامؒ ابو حنیفہؒ اور انکے اصحاب کی مجلس کے پاس سے دجب کو وہ اپنے آواز مذاکرہ مسائل فقہ میں بلند کر رہے تھے) گزرتے ہوئے کچھ دیر کے لیے ٹھہر گئے۔ پھر کہا یہ لوگ شب بیداری، عابدوں، تہجد پڑھنے والوں سے افضل ہیں۔ یہ لوگ سنتِ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زندہ کرنے میں مشغول ہیں اور جاہلوں کو جہل سے نکالنے میں کوشش کر رہے ہیں۔"

اللہ اکبر!! دیکھو اہلِ حدیث کے پیشوا حضرت مسعر بن کدام کو امام اعظمؒ کی نسبت کس قدر حسنِ اعتقاد تھا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور اپنے درمیان امام ابو حنیفہؒ کو وسیلہ گردان لے اس کو کوئی خوف و خطر نہیں ہوگا اور کہ امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب احیائے سنّتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے شب بیدار اور عابدوں وغیرہ سے افضل ہیں اور کہ اجتہاد اور فقاہت سب اعمالِ صالحہ سے افضل ہے اور کوئی عمل اس کے رتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔

۷۔ **عبد الملک بن عبد العزیز ابن جریج مکیؒ** متوفی ۱۵۰ھ جن کی تعریف میں تقریب التہذیب میں ثقہؒ، فقیہؒ، فاضلؒ کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں اور ائمہ صحاح کے اعلیٰ شیوخ سے ہیں۔ خیرات الحسان کے صـ۳۲ میں امام ابو حنیفہؒ کی نسبت ان کا قول اس طرح پر لکھا ہے: عن ابن عیینۃ قال ابن جریج لما بلغہ من علمہ وشدۃ ورعہ وصیانتہ لدینہ وعلمہ احسبہ سیکون لہ فی العلم شان عجیب وذکر عندہ یوما فقال اسکتوا انہ لفقیہ انہ لفقیہ۔ یعنی ابن جریجؒ کو جب امام ابو حنیفہؒ کو علم و ورع اور استقامت دین کا حال معلوم ہوا تو کہنے لگے عنقریب اس شخص کا علم کے بارہ میں عجیب شان ہو گا۔ ایک روز آپ کے سامنے امام ممدوحؒ کا ذکر ہوا تو کہنے لگے خاموش رہو بالتحقیق فقیہ ہے۔ بحر … کے صـ۶۹ میں لکھا ہے: لما بلغ ابن جریج

نعیہ مکۃ وشیخ شیخ الشافعی موتہ استرجع وقال ای علم ذھب۔ یعنی" جب ابن جریجؒ فقیہ مکہ کو جو امام شافعیؒ کے شیخ الشیخ ہیں امام ابو حنیفہؒ کی موت کی خبر پہنچی تو آپ نے استرجاع کے بعد کہا: آج علم کا ایک بڑا بھاری خزانہ گم ہوگیا۔"

۸۔ **داؤد الطائیؒ** متوفی ۱۶۰ھ جن کی تعریف میں صاحبِ تقریب نے ثقہؒ، فقیہؒ، فاضلؒ کے الفاظ لکھے ہیں اور امام نسائی کے اعلیٰ شیوخ سے ہیں۔ امام اعظمؒ کی نسبت ان کی شہادت خیرات الحسان کے صـ۳۵ میں اس طرح پر لکھی ہے: وذکر عندہ داؤد الطائی فقال ذالک نجم یھتدی بہ الساری وعلم تقبلہ قلوب المومنین۔ یعنی" داؤد طائیؒ کے پاس امام ابو حنیفہؒ کا ذکر ہوا تو آپ نے کہا کہ وہ ایک روشن ستارہ ہیں جس کی روشنی میں سب ہدایت پاتے ہیں۔ آپ ایسے عالم ہیں کہ تمام مومنوں کے دل آپ کو قبول کرتے ہیں (اس سے ظاہر ہے جو آپ کو نہیں مانتا، وہ مومن نہیں ہے۔م)

۹۔ **مُحَمَّد بن اسحٰق** امام المغازی متوفی ۱۴۴ھ جن کو امام بخاریؒ امیر الحدیث کے لقب سے پکارتے ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ کی نسبت جو ان کو حسن ظن تھا اس کا حال کتاب امام موفق جلد ۲ کے صـ۳۳ میں اس طرح پر لکھا ہے: عن یونس بن بکیر یقول قدم محمد بن اسحاق الکوفۃ فکنا نسمع منہ المغازی وربما زار ابا حنیفۃ فیما بین الایام ویطیل المکث عندہ ویجاریہ فی مسائل سویہ۔ یعنی" یونس بن بکیرؒ جو ائمہ صحاح کے رُوات سے ہیں۔ کہتے ہیں کہ محمد بن اسحاق جب کوفہ میں آئے تو ہم لوگ اکثر ان سے ذکر غزوات سنا کرتے تھے اور وہ ان دنوں بسا اوقات امام ابو حنیفہؒ کی زیارت ان کے مقام پر جا کر کیا کرتے تھے اور بہت عرصہ آپ کے پاس ٹھہرتے تھے اور مسائل پیش آمدہ کا ان سے استفادہ کرتے تھے۔"

دیکھیے یہ وہی محمد بن اسحٰق ہیں جن کی حدیث پر مسئلہ فاتحہ خلف الامام کا دارومدار ہے اور جو بقول امام بخاری امیر الحدیث ہیں۔ ان کا امام ابوحنیفہؒ کی زیارت کو اپنی اقامت کے دنوں میں بار بار جانا اور مسائل مشکلہ پیش آمدہ کی نسبت آپ سے استفادہ کرنا امام صاحبؒ کی فضیلت پر ایسی زبردست دلیل ہے کہ جو مخالفین پر اتمام الحجت ہے۔ کیونکہ جب وہ محمد بن اسحٰق کو بڑے پایہ کا محدث مانتے ہیں اور ان کے فعل سے امام صاحبؒ کی اعلیٰ فضیلت کی شہادت ملتی ہے تو پھر غیر مقلدین امام صاحبؒ کی فضیلت سے کس طرح انکار کر سکتے ہیں۔ سچ ہے:

ع والفضل ما شهدت به الاعداءُ

۱۰۔ شعبة بن الحجاج: متوفی ۱۶۰ھ جن کی تعریف میں صاحب تقریب نے ثقہؒ، حافظؒ، متقنؒ کان الثوری یقول ہو امیر المؤمنین فی الحدیث کے الفاظ لکھے ہیں اور ائمہ صحاح کے اعلیٰ رواۃ سے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کی نسبت انکی رائے کتاب امام موفق جلد ۲ ص۲۶ میں اس طرح پر لکھی ہے: عن یحیٰی بن ادم قال کان شعبة اذا سئل عن ابی حنیفة اطنب فی مدحه وکان یهدی الیه فی کل عام طرفة۔ یعنی یحیٰی بن آدم فرماتے ہیں کہ جب کبھی امام ابوحنیفہؒ کی نسبت حضرت شعبہ سے پوچھا جاتا تھا تو وہ بہت بڑی تعریف ان کی کرتے تھے اور ہر سال تحفہ امام ابوحنیفہؒ کو بھیجا کرتے تھے۔ اور خیرات الحسان کے ص۳۴ میں اس طرح پر لکھا ہے: وقال شعبة کان واللّٰه حسن الفهم جید الحفظ حتی شنعوا علیه بما هو اعلم به منهم والله سیلقون عند الله۔ یعنی شعبہؒ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم امام ابوحنیفہؒ نہایت تیز فہم اور تیز حافظ تھے لوگوں نے ان پر ایسی باتوں کی بنا پر طعن کیا جن کو ان سے وہ زیادہ جاننے والے تھے آخر انھوں نے خدا سے ملنا ہے یعنی اس کا بدلہ اس وقت لے گا۔ پھر اسی

کے ص۳۹ میں لکھا ہے: فلما بلغ شعبة موته استرجع وقال طفیٔ عن الکوفة نور العلم اما انهم لا یرون مثله ابدًا۔ یعنی "جب شعبہ کو آپ کی وفات کی خبر پہنچی تو استرجاع کے بعد کہنے لگے آج کوفہ کا چراغ علم گل ہو گیا۔ اور اب اہل کوفہ کو قیامت تک اس کی نظیر ملنا محال ہے۔"

۱۱۔ مُحَمّد بن مَیمُون: متوفی ۱۶۶ھ جو ائمہ صحاح کے اعلیٰ شیوخ سے ہیں اور تقریب میں ان کی نسبت ثقہؒ، فاضلؒ کے الفاظ لکھے ہیں۔ امام اعظمؒ کے شان میں ان کی شہادت خیرات الحسان کے ص۳۵ میں اس طرح پر لکھی ہے: قال الحافظ محمد بن میمون لم یکن فی زمن ابی حنیفة اعلم ولا اورع ولا ازهد ولا اعرف ولا افقه منه تالله ما سرنی بسماعی منه مائة الف دینار۔ یعنی حافظ الحدیث محمد بن میمون کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کے زمانہ میں علم و ورع اور زہد میں کوئی شخص ان سے بڑھ کر نہ تھا اور نہ کوئی شخص علم و فقاہت میں ان کا مساوی تھا۔ اللہ کی قسم مجھے ان سے ایک حدیث سن لینے کی خوشی ایک لاکھ دینار کے مل جانے سے بھی زیادہ ہوتی تھی۔

دیکھو محدثین امام ابوحنیفہؒ سے احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سننے کے کس قدر مشتاق تھے اور ان سے سنی ہوئی حدیث کی کس قدر قدر کرتے تھے کہ ایک لاکھ اشرفی کے مل جانے سے بھی ان کو زیادہ خوشی ہوتی ہے۔

۱۲۔ عطاء بن ابی رباح: متوفی ۱۱۴ھ جو کبار تابعین سے ہیں اور جن کی تعریف میں تقریب میں ثقہؒ، فقیہؒ، فاضلؒ کے الفاظ لکھے ہیں اور تہذیب میں لکھا ہے: هو احد الفقهاء والائمة وکان ثقة عالمًا کثیر الحدیث انتهت الیه الفتوی بمکة۔ اور آئمہ صحاح ستہ کے اعلیٰ رواۃ سے ہیں امام ابوحنیفہؒ کی رجبکہ ان کی عمر ۳۳ سال کے اندر ہی تھی، جو عزت کیا کرتے تھے

اس کی نسبت کتاب امام الموفق جلد ۲ صفحہ ۳ میں اس طرح پر مروی ہے: عن الحارث بن عبد الرحمٰن قال کنا نکون عند عطاء بن ابی رباح بعضنا خلف بعض فاذا جاء ابوحنیفۃ اوسع لہ وادناہ۔ یعنی: "حارث بن عبد الرحمٰن کہتے ہیں کہ ہم لوگ ایک دوسرے کے پیچھے واسطے سماعت احادیث کے امام عطاء بن ابی رباح کے پاس بیٹھے ہوتے تھے کہ اتنے میں جب ابوحنیفہؒ آجاتے تو وہ ان کے لیے جگہ فراخ کرا دیتے اور اپنے بہت نزدیک بٹھا لیتے۔"

دیکھو جس شخص کا استاد اس کے زمانہ شاگردی میں ہی اس کی اس قدر عزت و حرمت کرے اور استاد بھی کوئی معمولی استاد نہ ہو بلکہ اپنے وقت کا ایک مسلّم امام و مقتدا ہو بھلا وہ شاگرد اپنے کمال میں منتہی ہونے پر کیوں مقتدائے امت محمدیہ نہ ہوتا۔

۱۳۔ فضیل بن عیاض متوفی ۱۸۷ھ: جن کی نسبت ثقۃ، عابدٌ، امامٌ کے الفاظ تقریب میں لکھے ہیں اور ترمذی کے اعلیٰ رواۃ سے ہیں۔ ان کی شہادت امام اعظمؒ کی نسبت تبییض الصحیفہ کے صفحہ ۱۹ میں اس طرح پر لکھی ہے۔ روی الخطیب عن سعید بن منصور قال سمعت فضیل بن عیاض یقول کان ابوحنیفۃ رجلاً فقیہاً معروفاً بالفقہ مشہوراً بالورع وکان اذا وردت علیہ مسألۃ فیہا حدیث صحیح اتبعہ وان کان عن الصحابۃ والتابعین والا قاس فاحسن القیاس۔ یعنی: "سعید بن منصور جو ائمہ صحاح ستہ کے شیوخ سے ہیں۔ کہتے ہیں کہ میں نے فضیل بن عیاض کو یہ کہتے سنا ہے کہ امام ابوحنیفہ ایک مرد فقیہ تھے جو فقہ اور ورع میں مشہور تھے اگر کوئی ایسا مسئلہ وارد ہوتا کہ اس کے متعلق کوئی صحیح حدیث مل سکے تو اس پر عمل کرتے تھے اگرچہ وہ صحابہؓ یا تابعین سے ہی مروی ہو۔ ورنہ قیاس کرتے تھے اور اچھا قیاس کرتے تھے۔

۱۴۔ سفیان بن عیینۃ متوفی ۱۹۸ھ جن کی نسبت تقریب میں ثقۃ، حافظٌ، فقیہٌ، امامٌ، حجۃٌ کے الفاظ لکھے ہیں اور ائمہ صحاح کے اعلیٰ شیوخ سے ہیں۔ امام اعظمؒ کی نسبت ان کی شہادت خیرات الحسان کے صفحہ ۳۲ میں اس طرح پر لکھی ہے۔ وقال ابن عیینۃ ما رأت عینی مثلہ۔ یعنی "ابن عیینہ نے فرمایا کہ میری آنکھ نے امام ابوحنیفہؒ جیسا کوئی شخص نہیں دیکھا۔" اور کتاب امام موفق جلد ۱ صفحہ ۱۹۵ میں مروی ہے۔ عن ابی یعقوب المروزی سمعت ابن عیینۃ یقول لم یکن فی زمان ابی حنیفۃ بالکوفۃ رجل افضل منہ واورع ولا افقہ منہ۔ "ابن عیینہ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کے زمانہ میں کوفہ میں کوئی شخص ان سے افضل واورع اور افقہ نہیں تھا۔"

۱۵۔ یحییٰ بن سعید القطان متوفی ۱۹۸ھ جن کی تعریف تقریب میں ثقۃٌ، متقنٌ، حافظٌ، امامٌ، قدوۃٌ کے الفاظ سے لکھی ہے۔ وفی الخطیب عن یحییٰ بن معین قال سمعت یحییٰ بن سعید یذہب فی الفتوی الی قول الکوفیین ویختار قولہ من اقوالہم ویتبع رایہ من بین اصحابہ۔ یعنی یحییٰ بن معین جو امام جرح و تعدیل ہیں کہتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن سعید قطان کو سنا جو کہتے تھے کہ بخدا ہم جھوٹ نہیں کہتے۔ ہم نے کوئی شخص امام ابوحنیفہ سے زیادہ صحیح الرائے نہیں سنا۔ اور ہم نے اکثر آپ کے اقوال کو ہی لیا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ یحییٰ بن سعید فتویٰ میں قول کوفیوں ہی کی طرف رجوع کرتے تھے۔ اور پھر ان کے قول سے امام ابوحنیفہؒ کے قول کو اختیار کرتے تھے اور آپکے اصحاب سے صرف آپ کی ہی رائے پر عمل کرتے تھے۔ کتاب امام موفق جلد ۱ صفحہ ۱۹۱ میں مروی ہے۔ عن یحییٰ بن معین سمعت یحییٰ القطان یقول جالسنا واللہ ابا حنیفۃ وسمعنا منہ وکنت واللہ اذا نظرت الیہ عرفت فی وجہہ انہ یتقی اللہ عز وجل۔ یعنی یحییٰ قطان فرماتے ہیں کہ بخدا میں امام

ابوحنیفہؒ کی صحبت میں رہا ہوں اور ان سے بہت مسائل سمجھے ہیں۔ اللہ کی قسم میں جس وقت آپ کے چہرہ کو دیکھتا تھا تو اتقاء اور ورع کے آثار نمودار پاتا تھا۔

۱۶۔ **حفص بن عبد الرحمٰن** بلخی متوفی ۱۹۹ھ جن کو تقریب میں صدوق عابدؒ کہا گیا ہے اور نسائی و ابوداؤد کے اعلیٰ شیوخ سے ہیں۔ امام اعظمؒ کی نسبت ان کی شہادت کتاب امام موفق جلد ا کے صفحہ ۳۰۰ میں اس طرح پر لکھی ہے: قال حفص بن عبد الرحمٰن جالست اقواع الناس من العلماء والفقهاء والزهاد و اهل الورع منهم فلم ارا حدًا فيهم اجمع لهذه الخصال من ابى حنيفة۔ یعنی "حفص بلخی فرماتے ہیں کہ میں نے ہر قسم کے علماء، فقہاء، زہاد اور اہل ورع کی صحبت کی لیکن ان تمام اوصاف کا مجموعہ بغیر امام ابوحنیفہؒ کے کوئی نہیں دیکھا۔

۱۷۔ **حسن بن صالح کوفی** متوفی ۱۶۹ھ جو بقول تقریب ثقہؒ فقیہؒ، عابدؒ اور ائمہ صحاح کے اعلیٰ رواۃ سے تھے۔ امام ابوحنیفہؒ کی نسبت ان کی شہادت کتاب امام موفق جلد ا کے صفحہ ۸۹ میں اس طرح پر مروی ہے: عن احمد بن عبد الله قال الحسن بن صالح كان ابوحنيفة شديد الفحص عن الناسخ من الحديث والمنسوخ فيعمل بالحديث اذا ثبت عنده عن النبى صلى الله عليه وسلم وعن اصحابه وكان عارفًا بحديث اهل الكوفة وفقه اهل الكوفة شديد الاتباع ما كان عليه الناس ببلده وقال كان يقول ان لكتاب الله ناسخًا ومنسوخًا وان للحديث ناسخًا ومنسوخه وكان حافظًا لفعل رسول الله صلى الله عليه وسلم الاخير الذى قبض عليه مما وصل الى اهل بلده۔ یعنی احمد بن عبد اللہ کوفی جو ائمہ صحاح

ستہ کے اعلیٰ رواۃ سے ہیں۔ روایت کرتے ہیں کہ حسن بن صالح کہتے تھے کہ امام ابوحنیفہؒ ناسخ و منسوخ حدیث کی سخت تلاش میں مصروف رہتے تھے اور اسی حدیث پر عمل کرتے تھے جو آنحضرتؐ اور آپ کے اصحاب سے ان کو ثابت ہوتی تھی اور حدیث و فقہ اہل کوفہ کے صرف عارف ہی نہیں تھے بلکہ ان احادیث کے جو ان کے شہر کے لوگوں کی عمل درآمد میں تھیں شدید الاتباع تھے اور کہتے تھے کہ جس طرح کتاب اللہ میں ناسخ و منسوخ آیات ہیں۔ اسی طرح احادیث بھی ناسخ و منسوخ ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فعل اخیر کے حافظ تھے جس پر آپ نے وفات پائی اور ان کے شہر کوفہ میں پہنچا تھا"۔

۱۸۔ **جریر بن عبد الحمید** کوفی متوفی ۱۸۸ھ جو بقول تقریب کوفہ کے قاضی ثقہ، صحیح الکتاب اور آئمہ صحاح ستہ کے اعلیٰ رواۃ سے ہیں ان کی شہادت امام ابوحنیفہؒ کی نسبت موفق جلد ۲ صفحہ ۱۵ میں اس طرح پر مروی ہے: عن موسیٰ بن نصر سمعت جريرًا يقول كان المغيرة يلومنى اذا لم احضر مجلس ابى حنيفة ويقول لى الزمه ولا تغب عن مجلسه فانا كنا نجتمع عند حماد فلم يكن يفتح لنا من العلم ما كان يفتح له۔ یعنی جریر کہتے ہیں کہ اگر میں کسی دن امام ابوحنیفہؒ کی مجلس میں حاضر نہ ہوتا تو مجھ کو حضرت مغیرہ بڑی ملامت کرتے اور فرماتے کہ ان کی مجلس اپنے اوپر لازم کر لے اور کبھی غیر حاضر مت ہو کیونکہ ہم امام حمادؒ کی خدمت میں بھی جمع ہوتے تھے لیکن جو اسرار علم کے امام ابوحنیفہؒ سے کھلتے ہیں۔ وہ امام حمادؒ سے بھی نہ کھلتے تھے۔

۱۹۔ **یاسین بن معاذ الزیات** جو بقول امام ذہبی مندرجہ میزان کوفہ کے کبار محدث، فقہاء اور مفتیوں سے تھے اور سفیان ثوری سے کچھ عرصہ پہلے فوت ہوئے تھے۔ موفق جلد ۲ صفحہ ۲۸ میں ان کی شہادت بحق امام ابوحنیفہؒ اس طرح پر مروی

ہوئی ہے : عن وزیر بن عبد اللہ سمعت یاسین الزیات بمکۃ وعندہ عظیمۃ وھو یصیح باعلی صوتہ ویقول یا ایھا الناس اختلفوا الی ابی حنیفۃ واغتنموا مجالستہ وخذوا من علمہ فانکم لم تجالسوا مثلہ ولن تجدوا اعلم بالحلال والحرام منہ فانکم ان فقدتموہ فقدتم علما کثیرا۔ یعنی "وزیر بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ یاسین الزیات نے مکہ میں ایک عظیم جماعت کے اندر زور سے پکار کر کہا کہ اے لوگو تم امام ابو حنیفہؒ کی خدمت میں حاضر ہونا اور ان کی مجلس میں بیٹھنا غنیمت سمجھو اور ان سے علم حاصل کرو۔ کیونکہ تم ان جیسی مجلس پھر حاصل نہ کر سکو گے اور ان سے حلال و حرام کا بہت جاننے والا کبھی نہ پا سکو گے پس اگر اس وقت تم نے ان کو کھو دیا تو یہ سمجھ لو کہ تم نے بہت علم کھو دیا۔"

۲۰۔ حفص بن غیاث القاضی الکوفی متوفی ۱۹۴ھ جو ثقہ، فقیہ ہیں اور امام احمد و اسحٰق بن راہویہ و ابن مدینی اور یحیٰی بن معین کے استاد اور صحاح کے اعلیٰ رواۃ سے ہیں۔ ان کی شہادت امام ابو حنیفہؒ کی نسبت موفق جلد ۲ ص۲۰۳ میں اس طرح پر مروی ہے : عن موسیٰ بن سلیمان الجوزجانی سمعت حفص بن غیاث یقول سمعت ابی حنیفۃ کتبہ وآثارہ فما رایت اذکی قلبا منہ ولا اعلم بما یفسد ویصح فی باب الاحکام منہ وفی روایۃ محمد بن سماعۃ عن حفص یقول ابو حنیفۃ نادر من الرجال لم اسمع بمثلہ قط فی فھمہ ونظرہ۔ یعنی "موسیٰ بن سلیمان کہتے تھے کہ میں نے حفص بن غیاث سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ میں نے امام ابو حنیفہؒ کے کتب و آثار سنے ہیں پس میں نے کوئی ان سے بہت صاف و ذکی قلب نہیں دیکھا اور نہ حلال و حرام

احکام کا علم ان سے کوئی پایا ہے اور محمد بن سماعہ کی روایت میں ہے کہ حفص فرماتے تھے کہ ابو حنیفہؒ یکتا رجال میں سے ہیں۔ میں نے کوئی فہم و نظر میں ان جیسا ہرگز نہیں سنا۔"

۲۱۔ وکیع بن الجراح متوفی ۱۹۷ھ جو امام شافعیؒ و احمد بن حنبلؒ کے اساتذہ سے ہیں اور جن کی تعریف تقریب میں ثقہ، حافظ، عابدؒ کے الفاظ سے لکھی گئی ہے اور ائمہ صحاح کے اعلیٰ رواۃ سے ہیں۔ ان کی شہادت امام ابو حنیفہؒ کی نسبت کتاب امام کردری جلد ا ص۹۶ میں اس طرح پر مروی ہے : عن علی بن حکیم سمعت وکیعا یقول یا قوم تطلبون الحدیث ولا تطلبون تاویلہ ومعناہ وفی ذلک یضیع عمرکم ودینکم وددت ان یجتمع لی عشر فقہ ابی حنیفۃ۔ یعنی "علی بن حکیم سے روایت ہے کہ حضرت وکیع کہتے تھے اے قوم تم حدیث کی تو تلاش کرتے ہو، لیکن اس کے معنی کی تلاش نہیں کرتے اور اسی میں اپنی عمر اور دین ضائع کر دیتے ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ امام ابو حنیفہؒ کی فقہ کا زیادہ نہیں تو دسواں حصہ ہی میرے پاس جمع ہو جائے۔" عن محمد بن طریف قال کنا عند وکیع فقال یا ایھا الناس لا ینفعکم سماع الحدیث بلا فقہ ولا تفقھون حتی تجالسوا اصحاب ابی حنیفۃ فیفسروا لکم اقاویلہ۔ یعنی "محدث محمد بن طریف جو امام مسلم وغیرہ کے اعلیٰ رواۃ سے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہم وکیع کے پاس بیٹھے تھے اور آپ حدیث پڑھ رہے تھے۔ پس یکا یک فرمانے لگے کہ اے لوگو تمہیں صرف حدیث کا سن لینا بغیر فقہ کے کچھ مفید نہ ہوگا اور تمہیں فقاہت نہیں حاصل ہوگی جب تک کہ تم امام ابو حنیفہؒ کے اصحاب کی مجلس میں نہ جاؤ اور وہ تمہیں اپنے امام کے اقوال کی تفسیر نہ بتائیں۔ حضرت وکیع کے ان اقوال پر غور فرما کر ناظرین انصاف سے داد دیں کہ جو لوگ امام ابو حنیفہؒ اور ان کی فقہ پر طعن و تشنیع کرتے ہیں۔

اور کہتے ہیں کہ حدیث کے ہوتے ہم کو فتوٰی دینے کے لیے امام ابوحنیفہؒ کے قول اور فقہ کی کیا حاجت ہے۔ وہ کہاں تک راستی کا بلکہ دین کا خون کرتے ہیں حضرت وکیعؒ نے کس صراحت سے فیصلہ فرمادیا ہے کہ سماع حدیث بدوں فقہ کچھ مفید نہیں اور صرف حدیث کی تلاش میں لگا رہنا تضیع اوقات ہے اور یہ کہ حدیث کے معنی سمجھنے کے لیے علم فقہ کی سخت ضرورت ہے اور وہ صرف امام ابوحنیفہؒ اور انکے شاگردوں کے وسیلہ سے ہی حاصل ہوسکتی ہے۔" اور خیرات الحسان کے ص۳۱ میں لکھا ہے: وقال رجل عند وکیع اخطاء ابوحنیفۃ فزجرہ وکیع وقال من یقول ھذا کالانعام بل ھم اضل یخطی وعندہ ائمۃ الفقہ کابی یوسف ومحمد وائمۃ الحدیث وعددھم وائمۃ اللغۃ والعربیۃ وعددھم وائمۃ الزھد والورع کالفضیل وداؤد الطائی ومن کان اصحابہ ھؤلاء لم یکن لیخطی لانہ ان اخطاء ردوہ للحق۔ یعنی: ایک شخص نے وکیع بن الجراح کے سامنے کہا کہ امام ابوحنیفہؒ نے خطاء کی ہے اس پر آپ نے اس کو سخت زجر کی اور کہا کہ جو ایسا کہتا ہے وہ حیوانات بلکہ ان سے بھی بدتر ہے وہ کس طرح خطاء کرسکتے ہیں جن کے پاس ائمہ فقہ مثل امام ابویوسف و امام محمد اور ائمہ حدیث (جن کی تعداد بیان کی) اور ائمہ لغت و ادب (پھر ان کی تعداد بتائی) اور ائمہ زہد و ورع مثل فضیل اور داؤد طائی موجود ہیں لیس جس شخص کے اصحاب ایسے اشخاص ہوں وہ کبھی خطاء نہیں کرسکتا کیونکہ یہ لوگ اگر کوئی خطاء دیکھتے تو فوراً ان کو حق بات کی طرف متوجہ کردیتے۔"

دیکھو اس روایت سے صاف ثابت ہے کہ جو حضرت امام ابوحنیفہؒ کی شان والا میں کوئی گستاخی کرے وہ سخت قابل ملامت اور مجلس سے باہر کئے

کے لائق ہے اور جو لوگ امام ممدوح الشان کی نسبت یہ بکواس کریں کہ انھوں نے خطاء کی ہے وہ عوام کالانعام بلکہ جانوروں سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔ کیا غیر مقلدین اس پیشوار دین راس المحدثین وکیع بن جراح کی اس زبردست شہادت سے بھی عبرت نہیں حاصل کریں گے؟

۲۲۔ ابن ابی لیلہ یعنی محمد بن عبدالرحمن متوفی ۱۴۸ھ جن کو تذکرۃ الحفاظ میں ابن الدنیا بتایا گیا ہے اور سنن اربعہ کے اہل روات سے باوجودیکہ امام ابوحنیفہؒ سے بوجہ ہم عصری کے اکثر ان کے علمی مناقشے ہوا کرتے تھے۔ تاہم انھوں نے امام کی افضلیت و افقہیت پر جو شہادت دی ہے وہ امام موفق کی کتاب جلد ۲ کے ص۲۵۳ میں اس طرح پر مروی ہے: عن علی بن الجعد قال سمعت ابا یوسف یقول کنا نختلف اولا الی ابن ابی لیلی فوقعت الی منہ جفوۃ فترکت الاختلاف الیہ وجعلت الاختلاف الی ابی حنیفۃ فلقینی ابن ابی لیلی فقال یا یعقوب کیف صاحبک فقلت صالح فقال الزمہ فانک لم تر مثلہ فقیہا و عالما۔ یعنی: علی بن جعد کہتے ہیں کہ میں نے ابا یوسف کو سنا ہے وہ کہتے تھے کہ ہم پہلے ابن ابی لیلی کے پاس حدیث سننے کو جایا کرتے تھے مگر جب میں نے ان سے کچھ سختی معلوم کی تو پھر ان کے پاس جانا چھوڑ کر امام ابوحنیفہؒ کے پاس جانا اختیار کیا۔ کچھ عرصہ کے بعد جو ابن ابی لیلی سے میری ملاقات ہوئی تو مجھ سے انھوں نے پوچھا کہ اے یعقوب تیرا صاحب کیسا ہے؟ میں نے کہا صالح ہے اس پر انھوں نے کہا کہ بس انھیں کی صحبت لازم پکڑ کیونکہ تو ان جیسا علم و فقہ میں کسی کو نہ دیکھے گا۔

۲۳۔ عبدالرحمٰن بن مہدی متوفی ۱۹۸ھ جن کو تقریب میں ثقہ، ثبت، حافظ، عارف بالرجال والحدیث کہا گیا ہے اور تہذیب میں ہے

کہ ابن مدینی کہتے ہیں کہ یہ اعلم الناس بالحدیث تھے۔ اور قواریری کہتے ہیں کہ ہم کو انھوں نے اپنے حافظہ سے بیس ہزار احادیث لکھائیں۔ امام ابوحنیفہؒ کی نسبت ان کی شہادت کتاب امام موفق جلد ۲ صفحہ ۲۲ میں اس طرح پر مروی ہے: عن صدقة سمعت عبد الرحمٰن بن مهدی قال كنت نقالا للحدیث فرأیت سفیان الثوری امیر المؤمنین فی العلماء وسفیان بن عیینة امیر العلماء وشعبة عیار الحدیث وعبد الله بن المبارك صراف الحدیث ویحیی بن سعید قاضی العلماء وابا حنیفة قاضی قضاة العلماء یعنی؟ صدقہ کہتے ہیں کہ میں نے عبد الرحمٰن بن مہدی سے سُنا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ میں تو صرف حدیث کا ناقل ہوں۔ میں نے سفیانؒ ثوری کو دیکھا ہے کہ وہ علماء میں امیر المؤمنین ہیں اور سفیان بن عیینہ امیر العلماء اور شعبہ عیار الحدیث اور عبد اللہ بن مبارک صراف الحدیث اور یحییٰ بن سعید قاضی العلماء اور ابوحنیفہؒ قضاۃ العلماء کے بھی قاضی ہیں۔

دیکھو اس شہادت سے امام ابوحنیفہؒ کی کس قدر فضیلت ثابت ہوتی ہے کہ جن حضرات کی ابن مہدی نے اعلیٰ درجہ کی تعریف کر کے ان پر امام اعظمؒ کو فوقیت دی ہے وہی حضرات یعنی ہر دو سفیان و شعبہ و ابن مبارک اور یحییٰ قطان بجائے خود امام ہمام کی افضلیت کی شہادت دے چکے ہیں۔ دیکھو شہادت نمبر ۱، ۳، ۱۰، ۱۲ اور ۱۵ رسالہ ہذا۔

۲۴۔ **عثمان بن سیار القاضی** متوفی ۲۰۰ھ جو کبرائے محدثین اور امام نسائی کے اعلیٰ رواۃ سے ہیں۔ امام ابوحنیفہ کی نسبت ان کی شہادت موفق جلد ۲ صفحہ ۲۱ میں اس طرح پر مروی ہے: عن اسحٰق بن ابراهیم قال سمعت عثمان بن سیار یقول مثل ابی حنیفة مثل الطبیب الحاذق یعرف دواء كل داء۔ یعنی اسحٰق بن ابراہیم کہتے ہیں کہ میں نے عثمان بن سیار کو یہ فرماتے سُنا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کی مثال ایک طبیب حاذق کی ہے جو ہر ایک درد کی دوا جانتا ہے۔

۲۵۔ **فضل بن موسی السینانی** متوفی ۱۹۲ھ جو ثقہ، ثبت اور اسحٰق بن راہویہ کے اساتذہ اور ائمہ صحاح ستہ کے اعلیٰ شیوخ سے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کی نسبت اس طرح پر شہادت دیتے ہیں۔ موفق جلد ۲ صفحہ ۵: عن احمد بن یحیی الباهلی سمعت الفضل بن موسی السینانی یقول كنا نختلف الی المشائخ بالحجاز والعراق فلم یكن مجلس اعظم بركة ولا اكثر نفعا من مجلس ابی حنیفة۔ یعنی "احمد بن یحییٰ سے روایت ہے کہ میں نے فضل بن موسیٰ سے سُنا ہے وہ فرماتے تھے کہ ہم حجاز و عراق میں مختلف مشائخ کی مجلسوں میں حاضر ہوتے ہیں لیکن کوئی مجلس بہت بابرکت اور فائدہ مند امام ابوحنیفہ کی مجلس سے بالا نہیں گئی۔

۲۶۔ **زهیر بن معاویة الكوفی** متوفی ۱۷۳ھ جو ثقہ، ثبت اور ائمہ صحاح کے اعلیٰ شیوخ سے ہیں اور بقول شعیب بن حرب مندرجہ تہذیب بڑے بڑے علمائے حدیث سے افضل ہیں۔ ان کی شہادت امام ابوحنیفہؒ کی نسبت موفق جلد ۲ صفحہ ۲۵ میں اس طرح پر مروی ہے: عن خلاد الكوفی قال جئت یوما الی زهیر بن معاویة فقال لی من این جئت قلت من عند ابی حنیفة فقال والله لمجالستك ایاه یوما انفع لك من مجالستی شهرا۔ یعنی "خلاد کوفی جو ترمذی کے رُوات سے ہیں کہتے ہیں کہ میں ایک دن زہیر بن معاویہ کی خدمت میں حاضر ہوا انھوں نے مجھے فرمایا کہاں سے آیا ہے؟ میں نے کہا کہ ابوحنیفہ کے پاس سے آیا ہوں۔ اس پر آپ نے

فرمایا خدا کی قسم تیرے لیے ابوحنیفہؒ کی ایک دن کی مجلس میری ایک مہینہ کی مجلس سے بہت فائدہ مند ہے۔

۲۷۔ ابن السماکؒ یعنی محمد بن صبیح الکوفی متوفی ۱۸۳ھ جو کوفہ کے کبار محدثین اور ہشام بن عروہ کے تمام شاگردوں میں سے ایسے واعظ پُر تاثیر تھے کہ بقول امام ذہبی مندرجہ میزان ایک دفعہ انھوں نے جو خلیفہ ہارون رشید کی مجلس میں وعظ کیا تو اس پر غشی کی حالت طاری ہو گئی۔ ان کی شہادت اپنے ہم عصر امام ابوحنیفہؒ کی نسبت کتاب امام موفق جلد ۲ ص ۳۹ میں اس طرح پر مروی ہے: عن یحیی بن ایوب العابد سمعت ابن السماکؒ یقول اوتاد الکوفۃ اربعۃ سُفیان الثوری ومالک بن المغول وداؤد الطائی صاحب ابی حنیفۃ وابوبکر النہشلی وکلھم جالس اباحنیفۃ وحدث عنہ۔ یعنی یحییٰؒ بن ایوب عابد جو امام مسلم و ابوداؤد کے اعلیٰ رواۃ سے ہیں کہتے ہیں کہ میں نے ابن سماکؒ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ کوفہ کے چاروں ستون یعنی سفیان ثوری، مالک بن مغول، داؤد طائی اور ابوبکر نہشلی امام ابوحنیفہؒ کی مجلس میں بیٹھے اور ان سے حدیث کو سنا۔

۲۸ تا ۳۲ مجموعی شہادت: مندرجہ ذیل پانچ کبرائے محدثین کی جو ائمہ صحاح ستہ کے اعلیٰ رواۃ سے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کی فضیلت پر شہادت کتاب امام کردری جلد ۲ صفحہ ۱۰۱ میں اس طرح پر منقول ہے: ذکر السمعانی عن شداد بن حکیم عن زفر قال کبراء المحدثین مثل ذکریا بن ابی زائدۃ وعبد الملک بن سلیمان واللیث بن ابی سلیم ومطرف بن طریف وحصین بن عبد الرحمٰن وغیرھم یختلفون الیہ ویسألونہ عما ینوبھم من المسائل وما اشتبہ علیھم من الحدیث۔ یعنی حافظ

عبدالکریم سمعانی متوفی ۵۶۲ھ جو بڑے محدث و مورخ ہیں کہتے ہیں کہ زفرؒ نے کہا ہے کہ بڑے بڑے محدثین مثلاً ذکریا بن ابی زائدہ (متوفی ۱۴۷ھ) عبدالملک بن سلیمان (متوفی ۱۴۷ھ) لیث بن ابی سلیم (متوفی ۱۴۸ھ) مطرف بن طریف (متوفی ۱۴۳ھ) حصین بن عبدالرحمٰن (متوفی ۱۳۶ھ) وغیرہم مختلف اوقات میں امام ابوحنیفہؒ کے پاس جاتے اور اُن سے وہ مسائل پوچھتے جو ان کو پیش آتے اور ان شبہات کا حل کراتے جو حدیث کے متعلق ان کو معلوم ہوتے تھے۔

۳۳۔ اباسُفیان سعید بن یحییٰ الحمیری متوفی ۲۰۲ھ جو اسحٰق بن راہویہؒ کے اساتذہ اور امام بخاری و ترمذی کے اعلیٰ رواۃ سے ہیں۔ ان کی شہادت کتاب امام ابوحنیفہؒ کردری جلد ۱ ص ۱ میں اس طرح پر مروی ہے: عن ابن ابی شیخ سمعت اباسفیان بن یحیی الحمیری الواسطی یقول انہ حبر الامۃ تہیأ لہ مالم یتہیأ لاحد من کشف المسائل الفقہیۃ وتفسیر الاحادیث المبھمۃ۔ یعنی اباسُفیان فرماتے تھے کہ ابوحنیفہؒ اس امت کے بڑے امام تھے بمسائل فقہ کے حل کرنے اور احادیث مبہمہ کی تفسیر کرنے میں جو درجہ ان کو حاصل ہوا ہے وہ کسی کو حاصل نہیں ہوا۔

۳۴۔ نضر بن شمیل النحوی متوفی ۲۰۳ھ جو ثقہؒ، ثبتؒ اور ائمہ صحاح ستہ کے اعلیٰ شیوخ سے ہیں۔ ان کی شہادت امام ابوحنیفہؒ کی نسبت امام سیوطی کے تبییض الصحیفہ کے ص ۳۰ میں اس طرح پر مرقوم ہے: روی الخطیب عن الحسن بن الحارث قال سمعت نضر بن شمیل یقول کان الناس نیاما فی الفقہ حتی ایقظھم ابوحنیفۃ بما فتقہ وبینہ ولخصہ۔ یعنی حسن بن حارث کہتے ہیں کہ میں نے نضر بن شمیل سے سنا ہے فرماتے تھے کہ لوگ فقہ کے بارہ میں سوئے ہوئے تھے یہاں تک

کہ ان کو امام ابوحنیفہؒ نے بیدار کردیا اور تمام امور کو واضح اور بیان اور خلاصہ کردیا ہے۔

۲۵- یحییٰ بن آدم متوفی ۲۰۳ھ جن کی تقریب میں ثقہ، حافظ، فاضل کے الفاظ سے تعریف کی گئی ہے اور ائمہ صحاح کے رواۃ سے ہیں امام اعظم کی نسبت اس طرح پر شہادت دیتے ہیں۔ کردری جلد ۱ صفحہ ۹۵: عن محمد بن المهاجر سمعت يحيى بن ادم يقول اجتهد في الفقه اجتهاداً لم يسبق اليه احد فهدى الله سبيله وطريقته وانتفع الخاص والعام بعلمه۔ یعنی "محمد بن مہاجر کہتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن آدم کو یہ کہتے سنا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے فقہ کے بارہ میں ایسا اجتہاد کیا کہ ان سے پہلے کسی سے نہیں ہوسکا اور خدا نے ان کو اجتہاد کا راستہ بتا دیا اور خاص و عام ان کے علم سے مستفید ہوئے۔ پھر اسی کے جلد ۲ صفحہ ۱۰۳ میں ہے: عن يحيى بن ادم قال كان جرير بن معاوية من الكبراء الكوفة في الحديث والفقه اذا ذكره عظمه ومدحه فقلت له مالك اذا ذكرت غيره لم تمدحه مثل هذا قال لان منزلته ليست كمنزلة غيره فيما انتفع به الناس فاخصه عند ذكره ليرغب الناس في الدعاء له۔ یعنی "یحییٰ بن آدم کہتے ہیں کہ جریر بن معاویہ جو اکابر محدثین و فقہاء کوفہ سے تھے۔ جب امام ابوحنیفہؒ کا ذکر کرتے تو ان کی عظمت ظاہر کرتے اور تعریف ہی فرماتے۔ میں نے کہا کیا باعث ہے کہ جب کسی اور شخص کا ذکر آتا ہے تو آپ اس کی ایسی تعریف نہیں کرتے۔ فرمایا یہ اس لیے ہے کہ ان کا رتبہ اوروں کی طرح نہیں ہے کیونکہ ان کی کتابوں سے خلق خدا کو نفع عظیم پہنچا ہے پس اس وجہ سے میں ان کے ذکر کے وقت بالخصوصیت مدح کرتا ہوں۔ تاکہ لوگوں کو ان کے لیے دعا کرنے کی رغبت ہو۔"

کتاب موفق جلد ۲ صفحہ ۳۲ میں مروی ہے: عن اسحاق بن ابی اسرائیل سمعت يحيى بن ادم قال اتفق اهل الفقه والبصر انه لم يكن احد افقه من ابي حنيفة۔ یعنی "اسحق بن اسرائیل کہتے ہیں کہ میں نے یحییٰ کو یہ کہتے سنا ہے کہ اہل فقہ اور اہل بصیرت نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ سے بڑھ کر اور کوئی فقیہ نہیں ہوا۔"

عن يحيى بن اكثم سمعت يحيى بن ادم يقول كان كلام ابي حنيفة في الفقه لله ولو كان يشوبه شيء من امر الدنيا لم ينفذ كلامه في الآفاق كل هذا النفاذ مع كثرة حساده ومتنقصيه۔ یعنی "یحییٰ بن اکثم سے جو ترمذی کے رواۃ سے ہیں۔ روایت ہے کہ میں نے یحییٰ بن آدم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ فقہ میں امام ابوحنیفہؒ کی کلام محض خدا کے لیے تھی۔ اگر اس میں ذرا بھی شائبہ کسی دنیاوی امر کا ہوتا۔ تو ان کی کلام باوجود ان کے بہت سے حاسدوں اور نقص بیان کرنے والوں کے اطراف و اکناف عالم میں اس طرح سے ہرگز جاری نہ ہوتی۔ جیسی کہ اب پھیلی ہے۔"

۳۶- یزید بن ہارون متوفی ۲۰۶ھ جن کی نسبت تقریب میں ثقہ، متقن، عابد کے الفاظ لکھے گئے ہیں اور تذہیب میں احد الاعلام الحفاظ المشاہیر لکھا ہے اور ائمہ صحاح کے اعلیٰ رواۃ سے ہیں۔ امام ابوحنیفہ کی نسبت ان کی شہادت امام موفق جلد ۲ صفحہ ۱۹۱ میں اس طرح پر مروی ہے: عن احمد بن اسمعيل البغدادي سمعت يزيد بن هارون سئل متى يحل الرجل ان يفتي فقال اذا كان مثل ابي حنيفة قال فقيل له يا ابا خالد تقول مثل هذا فقال نعم واكثر من مثله ولا اورع منه۔ احداً افقه منه ولا اورع منه۔ یعنی "احمد بغدادی کہتے ہیں کہ یزید بن ہارون سے

پوچھا گیا کہ فتویٰ دینے کا کون شخص مجاز ہو سکتا ہے۔ فرمایا جو کہ امام ابوحنیفہؒ جیسا ہو کسی نے کہا کہ اے ابا خالد آپ ایسا کہتے ہیں۔ انھوں نے کہا ہاں بلکہ اس سے بڑھ کر میں نے کوئی شخص امام ابوحنیفہؒ سے افقہ اور اورع نہیں دیکھا۔"

اور کردری جلد ۱، صلا میں اس طرح پر مروی ہے: عن عبد اللہ بن ابی لبید قال کنا عنده یزید بن هارون فقال المغیرة عن ابراهیم فقال رجل حدثنا عنه علیه السلام فقال یزید یا احمق هذا تفسیر قوله علیه السلام وما تصنع بالحدیث اذا لم تفهم معناه ولکن همتکم للسماع ولو کانت همتکم للعلم لنظرتم فی کتب الامام واقاویله فزجر الرجل واخرجه عن مجلسه۔ یعنی "ابن ابی لبید کہتے ہیں کہ ہم یزید بن ہارون کے پاس بیٹھے تھے کہ مغیرہ نے کوئی قول ابراہیم نخعی سے روایت کیا اس پر ایک شخص بول اٹھا کہ ہم کو تو رسول علیہ السلام کی حدیث چاہیے۔ اس پر یزید نے فرمایا کہ اے احمق یہ بھی تو قول رسول مقبولؐ کی تفسیر ہے اور تو حدیث کو کیا کرے گا جب اس کے معنے کو سمجھ نہیں سکتا۔ لیکن تمھاری ہمت تو صرف روایات کے سننے کی طرف متوجہ ہے اگر تمھاری ہمت علم کی طرف متوجہ ہو تو تم امام ابوحنیفہؒ کی کتابوں اور ان کے اقوال کو دیکھو۔ پھر اس شخص کو سخت زجر کی۔ حتیٰ کہ اپنی مجلس سے ان کو نکال دیا۔"

دیکھو اس پیشوائے محدثین کی پہلی روایت نے تو یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ فتوے دینا امام ابوحنیفہؒ یا آپ جیسے اہلِ فقہ ہی کا کام ہے اور کسی کو فتویٰ دینا جائز نہیں ہے اور دوسری روایت سے ثابت ہے کہ صرف حدیث دانی بغیر فقاہت کے کوئی کمال نہیں اور کہ اقوال مجتہدین عین تفسیر حدیث ہیں اور کہ جو اشخاص صرف سماعِ حدیث کی طرف متوجہ ہوں۔ وہ فقہاء کے پایہ کو ہرگز نہیں پہنچ سکتے اور علم فقہ

امام ابوحنیفہؒ کی کتابوں اور ان کے اقاویل کے دیکھنے ہی سے حاصل ہو سکتا ہے اور کتبِ فقہ حنفیہ کو حقارت سے دیکھنے والا قابل زجر و توبیخ ہے۔

۳۷۔ یحییٰ بن معین متوفی ۲۱۰ھ جو ائمہ محدثین کے اعلیٰ پیشوا ہیں اور جن کی نسبت تقریب میں ثقہؒ، حافظؒ، مشہورؒ امام الجرح والتعدیل لکھا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کی فقہ کی تعریف میں ان کی شہادت خیرات الحسان کے صلا میں اس طرح پر لکھی ہے۔ قال الامام الحافظ الناقد یحیی بن معین الفقهاء اربعة ابوحنیفة وسفیان ومالك والاوزاعی وعنه القراءة عندی قراءة حمزة والفقه فقه ابی حنیفة علی هذا ادرکت الناس۔ یعنی "امام المحدثین یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ فقہاء چار ہیں۔ ابوحنیفہؒ، سفیانؒ، مالکؒ اوزاعی۔ اور کہا قراءۃ میرے نزدیک قراءۃ حمزہ کی ہے۔ اور فقہ فقہ ابوحنیفہؒ کی۔ اور میں اس پر تمام لوگوں کو پایا ہے۔"

دیکھو امام یحییٰ نے تمام فقہاء و محدثین پر امام صاحب کی کس طرح ترجیح دی ہے اور امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ کو تو جوان کے زمانہ میں تھے فقہاء میں شمار ہی نہیں کیا۔

۳۸۔ علی بن عاصم متوفی ۲۱۱ھ جو امام احمد و ابن المدینی کے اساتذہ اور ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ کے اعلیٰ رواۃ سے ہیں اور بقول تہذیب تیس ہزار سے زیادہ آدمی ان کی مجلس میں حاضر ہوتے تھے۔ امام ابوحنیفہؒ کے حق میں ان کی شہادت کتاب امام موفق جلد ۲ صلا میں اس طرح پر مروی ہے: عن ابا العباس سمعت علی بن عاصم یقول لو وزن علم ابی حنیفة اهل زمانه لرجح علم ابی حنیفة۔ یعنی "علی بن عاصم فرمایا کرتے تھے کہ اگر امام ابوحنیفہؒ کے علم کے ساتھ وزن کیا جائے تو امام ہمام کا علم ان کے علم پر غالب آجائے۔"

عن محمد بن المهاجر سمعت علی بن عاصم یقول

اقاویل ابی حنیفۃ تفسر العلم فمن لم ینظر فی اقاویلہ احل بجھلہ الحرام وحرم الحلال وضل الطریق۔ یعنی "محمد بن مہاجر سے روایت ہے کہ میں نے علی بن عاصم سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ امام ابوحنیفہؒ کے اقوال علم کی تفسیر ہیں۔ پس جو شخص ان کے اقوال میں مسئلہ نہ دیکھے وہ اپنی جہالت کی وجہ سے حرام کو حلال اور حلال کو حرام کرکے اسلام کے راستہ کو گم کر دیتا ہے۔"

دیکھو اس پیشوائے محدثین نے کیسا صریح فیصلہ کر دیا ہے کہ اخبار اہل حدیث امرتسر میں جو ایک صفحہ صرف فتاوی کے لیے مخصوص رکھا ہوا ہے اور اس میں مختلف مسائل کے جواب بلا لحاظ اقوال امام ابوحنیفہؒ کے خود بخود اپنے اجتہاد سے لکھے جاتے ہیں وہ بالکل ناجائز کارروائی ہے کیونکہ بسا اوقات عدم فقاہت کی وجہ سے حرام کو حلت اور حرام کو حرمت کا فتوی دے کر مجیب کو ضلوا واضلوا کا مصداق بننا پڑتا ہے۔

۳۹۔ ابو عاصم النبیل متوفی ۲۱۲ھ جن کی تعریف میں صاحب تقریب نے ثقہؒ، ثبتؒ کے الفاظ لکھے ہیں اور ائمہ صحاح کے رواۃ سے ہیں امام ابوحنیفہؒ کے افقہ ہونے کی شہادت اس طرح پر دیتے ہیں۔ کتاب کردری جلد ۱ ص ۱۱۶

عن بشر بن یحیی قیل لابی عاصم النبیل ابوحنیفۃ افقہ ام سفیان قال ھو واللہ افقہ من ابن جریج ما رأت عینی رجلا مثلہ اشد اقتدارا علی الفقہ۔ یعنی "بشر بن یحیی سے روایت ہے کہ ابو عاصم نبیل سے پوچھا گیا کہ فقاہت میں ابوحنیفہؒ بڑھ کر ہیں یا سفیان ثوری؟ آپ نے کہا بخدا ابوحنیفہؒ تو ابن جریج سے بھی افقہ ہیں (جو مکہ میں فقیہ مجتہد تھے) میں نے اپنی آنکھ سے آپ جیسا کوئی شخص نہیں دیکھا جو فقہ پر ایسی زبردست قدرت رکھتا ہو۔"

۴۰۔ عبد العزیز بن ابی رواد متوفی ۱۵۹ھ جو امام بخاری اور سنن

اربعہ کے اعلی شیوخ سے ہیں۔ اور تقریب میں ان کو صدوقؒ، عابدؒ لکھا گیا ہے۔ ان کا قول امام اعظم کی نسبت خیرات الحسان کے ص ۳۵ میں اس طرح پر لکھا ہے: وقال الحافظ عبد العزیز بن ابی رواد من احب اباحنیفۃ فھو سنی ومن ابغضہ فھو مبتدع وفی روایۃ بیننا وبین الناس ابوحنیفۃ فمن احبہ وتولاہ علمنا انہ من اھل السنۃ ومن ابغضہ علمنا انہ من اھل البدعۃ۔ یعنی "عبد العزیز ابن رواد فرماتے ہیں کہ جو شخص امام ابوحنیفہؒ سے محبت رکھتا ہو وہ تو سنی ہے اور جو ان سے بغض رکھتا ہے وہ مبتدع ہے۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ ہم میں اور لوگوں میں امام ابوحنیفہؒ کا سوال ہے جو ان سے محبت اور دوستی رکھتا ہو ہم اس کو اہل السنۃ سمجھتے ہیں اور جو ان سے بغض رکھتا ہو ہم اس کو اہل بدعت قرار دیں گے۔"

وقال ابراھیم بن معاویۃ الضریر من تمام السنۃ حب ابی حنیفۃ وقال کان یصف العدل ویقول بہ وبین للناس سبیل العلم واوضح لھم مشکلاتہ۔ یعنی "ابراہیم بن معاویہ کا قول ہے کہ سنت وجماعت کا کمال امام ابوحنیفہؒ کی محبت سے ہوتا ہے آپ نے طریق عدل بیان کر دیا۔ اور اس پر فتوی دیا اور لوگوں کے لیے علم کا راستہ بتا دیا اور ان کی تمام مشکلات کو آسان کر دیا۔"

دیکھو ان پیشوائے محدثین نے تو اس بات کا فیصلہ ہی کر دیا ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ سے بغض رکھنے والا شخص ہرگز اہل سنت سے نہیں بلکہ وہ بدعتی فرقہ ہے۔

۴۱۔ عبد اللہ بن داؤد الخریبی متوفی ۲۱۳ھ ثقہؒ، عابدؒ اور امام بخاری اور سنن اربعہ کے رواۃ سے ہیں۔ ان کی شہادت امام ابوحنیفہؒ کی نسبت تبییض الصحیفہ کے ص ۱۲ میں اس طرح پر مروی ہے: روی الخطیب

عن محمد بن سعد الکاتب قال سمعت عبد اللہ بن داؤد الخریبی
یقول یجب علی اھل الاسلام ان یدعوا اللہ لابی حنیفۃ فی صلاتھم
قال واذکر حفظ علیھم السنن والفقہ۔ یعنی: محمد بن سعد جو مسلم اور
سنن اربعہ کے شیوخ سے ہیں کہتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن داؤد کو یہ کہتے سنا
ہے کہ تمام اہل اسلام پر فرض ہے کہ اپنی نمازوں میں امام ابوحنیفہؒ کے لیے دعا کیا
کریں۔ پھر اس بات کا ذکر کیا کہ امام موصوف نے اہل اسلام کے لیے حدیث و فقہ
کو پورے طور پر محفوظ کر دیا ہے۔

خیرات الحسان کے ص۳۶ میں ہے: وقیل لبعض الائمۃ ما لک تمدح
ابا حنیفۃ عند ذکرہ بمدح دون غیرہ قال لان منزلتہ لیست کمنزلۃ
غیرہ فیما انتفع الناس بعلمہ فاخصہ عند ذکرہ لیرغب الناس
بالدعاء لہ۔ یعنی: بعض اماموں کو جو امام ابوحنیفہؒ کی تعریف کرتے یہ کہا گیا کہ آپ
ان کی اس قدر تعریف کیوں کرتے ہیں جو دوسرے اماموں کی نہیں کرتے فرمایا اس
لیے کہ ان کا رتبہ اوروں کی طرح نہیں ہے کیونکہ ان کے علم نے لوگوں کو بڑا فائدہ پہنچایا
ہے۔ پس میں اس لیے اُن کے ذکر کے وقت خصوصیت سے ان کی تعریف کرتا
ہوں تاکہ لوگوں کو ان کے لیے دعا کرنے کی رغبت پیدا ہو۔

۴۲۔ مکی بن ابراھیم متوفی ۲۱۵ھ جو ثقہ، ثبت اور صحاح ستہ
کے اعلیٰ رواۃ سے ہے۔ ان کی شہادت امام ابوحنیفہؒ کی نسبت تبییض الصحیفہ
کے ص۱۶ میں اس طرح پر مرقوم ہے۔ روی الخطیب عن اسمٰعیل بن محمد
الفارسی قال سمعت مکی بن ابراھیم ذکر ابا حنیفۃ فقال کان
اعلم اھل زمانہ۔ یعنی: اسمٰعیل فارسی کہتے ہیں کہ میں نے مکی بن ابراہیم
کو امام ابوحنیفہؒ کے ذکر میں یہ کہتے سنا کہ آپ اپنے تمام اہل زمانہ سے زیادہ عالم

تھے۔ موفق جلد ۱ ص۲۳ میں لکھا ہے: ھو مکی بن ابراھیم البلخی امام
بلخ دخل الکوفۃ ۱۳۰ھ ولزم ابا حنیفۃ وسمع منہ الحدیث
والفقہ واکثر عنہ الروایۃ وکان یحب ابا حنیفۃ حبا شدیدا۔
یعنی: یہ مکی بن ابراہیم بلخی امام بلخ ہیں جو کوفہ میں ۱۳۰ھ میں داخل ہوئے
اور امام ابوحنیفہؒ کی صحبت اختیار کی اور ان سے حدیث و فقہ سنی اور اکثر ان
سے روایت حدیث کی۔ ان کو امام ممدوح سے سخت محبت تھی۔

۴۳۔ خلف بن ایوب العامری متوفی ۲۱۵ھ جو فقیہ محدث امام ترمذی
کے رواۃ سے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کی نسبت ان کی شہادت امام موفق کی کتاب جلد ۲
ص۲ میں اس طرح پر مروی ہے۔ عن وھب بن ابراھیم القاضی قال
خلف بن ایوب الکوفی کنت اختلف الی مجالس العلماء فربما سمعت
شیئا لا اعرف معناہ فیغمنی ذلک فاذا انصرفت الی مجلس ابی حنیفۃ
سالتہ عما کنت لا اعرفہ فیفسر لی ذلک فدخل فی قلبی من بیانہ
وتفسیرہ النور۔ یعنی: خلف بن ایوب کہتے ہیں کہ میں مختلف علماء کی
مجالس میں حاضر ہوتا تھا اور بہت باتیں ایسی سنتا تھا جن کے معنی نہ پہچانتا تھا۔
جس سے مجھ کو غمگینی حاصل ہوتی تھی۔ پس جب میں امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں
آتا اور ان سے اس کے معنی دریافت کرتا تو آپ کے بیان اور تفسیر سے
میرے دل میں روشنی داخل ہو جاتی۔

۴۴۔ علی بن المدینی متوفی ۲۳۴ھ استاذ امام بخاری جن کی نسبت صاحب
تقریب نے لکھا ہے۔ ثقہ، ثبت، امام، اعلم اہل عصرہ بالحدیث وعلمہ
حتی قال البخاری ما استصغرت نفسی الا عندہ (یعنی یہ بڑے ثقہ امام ہیں جو علم
حدیث میں اپنے زمانہ کے کل محدثین سے اعلم تھے حتیٰ کہ بخاری نے کہا کہ

میں نے اپنے نفس کو بجز ابن مدینی کے کسی پاس حقیر نہیں سمجھا) امام ابوحنیفہؒ کے حق میں ان کی شہادت خیرات الحسان کے صفحہ ۳۱ میں اس طرح مرقوم ہے : قال الامام علی بن المدینی ابوحنیفۃ روی عنہ الثوری وابن المبارکؒ وحماد بن زید وھشام ووکیع وعباد بن العوام وجعفر بن عون وھو ثقۃ لا باس بہ۔ یعنی ؛ علی بن مدینی نے فرمایا ہے کہ ابوحنیفہؒ سے سفیان ثوری اور عبداللہ مبارک اور حماد بن زید اور ہشام اور وکیع اور عباد بن العوام اور جعفر بن عون نے (جو سب کے سب پیشوائے محدثین اور ائمہ صحاح ستہ کے شیوخ ہیں) روایت حدیث کی۔ اور وہ ثقہؒ لا باس بہ ہیں۔

دیکھو اس شہادت اور معہ امام بخاری کے ہی اعلیٰ استاد کی شہادت نے کیسے صاف طور پر ثابت کر دیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کی ثقاہت میں کوئی بھی احتمال نہیں ہے اور ان سے سرکردہ ائمہ حدیث نے روایت کی ہے۔

۴۵۔ امام اسحٰق بن راھویہ متوفی ۲۳۸ھ جن کو تقریب میں ثقہؒ، حافظؒ، مجتہدؒ کہا گیا ہے اور تہذیب میں لکھا ہے کہ امام احمد نے فرمایا ہے کہ میں اسحٰق کا نظیر نہیں جانتا اور وہ ہمارے نزدیک ائمہ مسلمین سے ہیں اور ائمہ صحاح کے اعلیٰ شیوخ سے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کی نسبت ان کی شہادت کتاب امام موفق جلد ۲ صفحہ ۳۰ میں اس طرح پر مروی ہے : عن علی بن اسحٰق بن ابراھیم الحنظلی سمعت ابی یقول ما رایت احداً اعلم بالاحکام و القضایا من ابی حنیفۃ۔ یعنی ؛ علی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ اسحٰق بن ابراہیم بن راھویہ سے سنا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ میں نے ابوحنیفہؒ سے احکام و قضایا کا اعلم کوئی نہیں دیکھا۔

۴۶۔ عبید ابن اسباط متوفی ۲۵۰ھ جو ترمذی و ابن ماجہ کے شیوخ

سے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کا سید الفقہاء ہونا تسلیم کرتے ہیں چنانچہ کتاب موفق جلد ۲ صفحہ ۳۳ میں اس طرح پر مروی ہے : حدثنی عبید بن اسباط قال کان ابوحنیفۃ سید الفقہاء ولم یغمص فی دینہ الا حاسداً و باغیٍ شر۔ یعنی ؛ عبید بن اسباط فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ سید الفقہاء تھے۔ اور امور دین میں آپ کی نسبت جو نکتہ چینی کرے وہ حاسد یا شریر سمجھا جائے گا۔"

الغرض ہم کہاں تک امام ابوحنیفہؒ کی نسبت ائمہ محدثینؒ کی شہادتیں پیش کرتے جائیں یہ تو ایک بحر ناپیدا کنار ہے۔

اب ناظرین خود ہی سمجھ سکتے ہیں کہ ان ۴۹ زبردست شہادتوں نے کس صراحت سے امام الائمہ ابوحنیفہؒ کا سید الفقہاء، کامل الاجتہاد ہونا ثابت کر دیا ہے اور کہ اتقاء، ورع اور زہد میں آپ سے بڑھ کر کوئی شخص نہیں۔ اور آپ وہ نجم الہدایت تھے کہ آپ سے عام و خاص خلق خدا نے فیض کثیر حاصل کیا اور تمام اکابر محدثین آپ ہی سے مشکل مسائل میں مدد لیتے اور آپ کے ہی قول پر فتوے دیتے تھے اور آپ اپنے اہل زمانہ میں اعلم و افقہ و اعرف و افضل من الکل تسلیم کیے جاتے تھے اور فقہاء و محدثین نے فیصلہ کر دیا تھا کہ علم و فقہ کا حاصل ہونا اسی شخص کو میسر ہو سکتا ہے کہ جس کو آپ کی کتب اور اقاویل میں نظر ہو اور آپ کے شاگردوں کی مجلس میں بیٹھنے کا اس کو فخر حاصل ہو اور محدثین نے یہ بھی مان لیا تھا کہ محدث کوئی دوا فروش (محدث) ہے۔ کوئی طبیب (فقیہ) لیکن امام صاحب ہی وہ وجود باجود ہیں۔ جن کو یہ دونوں منصب حاصل ہیں اور کہ امام صاحب کا عمل ایسی احادیث پر ہوتا تھا جو صحت کے میزان میں پوری اتری ہوں اور جن کے رواۃ سب کے سب عادل و ثقہ ہوں اور جن پر آخری عمل رسول مقبولؐ اور خلفاء راشدینؓ کا ہوا ہو آپ وہ شخص دشمن انصاف ہے جو باوجود ایسی زبردست شہادتیں دیکھنے کے پھر بھی

امام ہمامؒ کے علم و فضل اور فقہ و اجتہاد میں کلام کرے۔ ہم میاں محمد عظیم جیدہ آبادی سے پوچھتے ہیں کہ ایمان سے بتاؤ تمہارا یہ کہنا کہ "اکثر محدثین اور خود ائمہ ثلاثہؒ کو امام صاحبؒ کے اجتہاد پر اعتراض ہے" ایک سیاہ جھوٹ ہے یا نہیں؟ کیا اب تمہیں یہ کہتے ہوئے شرم نہ آئے گی کہ "اجتہاد کی شرائط میں بھی امام ابوحنیفہؒ پورے نہیں اترتے اور فقہ میں بھی امام صاحب کی رائے کچھ ٹھیک نہیں" جب کہ اقوال ائمہ محدثین تمہاری روسیاہی کے لیے کافی تعداد سے ہم اوپر نقل کر چکے ہیں اور شہادت کبار محدثین سے یہ بھی ثابت کر دیا گیا ہے کہ جو شخص امام ہمامؒ کی نسبت ایسے خیالات رکھتا ہو، وہ کالانعام بل ھم اضل سبیلا کے گروہ میں شمار ہونے کے لائق ہے غالباً ہمارے دوست کی کنیت ابوالتسیم بھی کالانعام کی طرف ہی رہبری کرتی ہے۔ انصاف ناظرین کی تسلی کے لیے امام صاحبؒ کی فضیلت کے ثبوت میں ۴۹ جلیل القدر پیشوایانِ دین کی شہادتیں جو اوپر نقل ہو چکی ہیں کافی ہیں۔

اب ہم آپ کی توجہ ان میں سے بالخصوص شہادت نمبری ۲۰ کی طرف لانی چاہتے ہیں جس سے ثابت ہے کہ اہلِ سنّت و اہلِ بدعت کی شناخت کا معیار ہی امام ابوحنیفہؒ کی حب و بغض ہے جس کو آپ سے محبت ہوگی وہ اہلِ سنّت ہے اور جو آپ سے بغض رکھتا ہو وہ کم بخت اہلِ بدعت میں داخل ہے۔ اب آپ ہی انصاف کریں کہ وہابی حضرت بقول مشہور "الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے" خود تو اہلِ سنّت اور اہلِ حدیث بنتے ہیں۔ اور پیروانِ امام محمدؒ کو معاذ اللہ تعالیٰ اہلِ بدعت قرار دیتے ہیں لیکن محدثین کا فیصلہ اس کے برعکس ہے۔ عبد العزیز بن رواد جن کا یہ قول ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ من احب ابا حنیفۃ فھو سنی و من ابغضہ فھو مبتدع ۔ کوئی معمولی شخص نہیں ہیں بلکہ امام بخاری اور اصحاب سنن اربعہ کے شیوخ سے ہیں اور ان کا قول وہابیوں پر حجت قطعی ہے اور ایسا

ہی ابراہیم بن معاویہ بھی بہت بڑے پایہ کے محدث ہیں جن کا قول ہے: من تمام السنۃ حب ابی حنیفۃ ۔ اور ان ہر دو اقوال سے اس بات کا قطعی فیصلہ ہو جاتا ہے کہ امام صاحب کے بدخواہ اور آپ کے حق میں بدگوئی کرنے والے (وہابی) ہرگز اہلِ سنّت و جماعت میں شمار نہیں ہو سکتے بلکہ یہ لوگ بقول محدثین مبتدع ہیں۔ پھر تعجب ہے کہ ؎

برعکس نہند نام زنگی کافور

یہ اپنے آپ کو اہل السنۃ، اہل الحدیث کہتے ہیں۔ اور پیروانِ امام الائمہؒ کو بدعتی بتاتے ہیں ؎

ہم الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

اخیر کی روایت نمبر ۴۹ ثابت کرتی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کی نسبت صرف دو قسم کے لوگوں ہی نے نکتہ چینی کی ہے یا تو وہ جو ان کے رتبہ سے جاہل ہیں یا جو شخص باغی شریر ہیں۔

اور دوسری روایتوں ۳۵، ۴۱ سے ثابت ہوا کہ اہلِ اسلام کا فرض ہے کہ وہ اپنی نمازوں میں جناب امام کے حق میں دعائے خیر کیا کریں کیونکہ آپ سے جو نفع کثیر اہلِ اسلام کو ہوا ہے اس کا مقتضا یہی ہے کہ ہم آپ کا احسان نہ بھولیں، اور خصوصیت سے نمازمیں آپ کے لیے دعا کرتے رہیں۔ ھَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ۔ اس امر کا مزید ثبوت کہ جناب امامؒ کے حق میں دعا کرنا اور آپ کی تعظیم و تکریم کرنا اہلِ اسلام کا فرض ہے۔ امام شافعیؒ کے اس فعل سے ملتا ہے کہ آپ امام محمدؒ کے مزار پُرانوار پر دعا کے لیے جایا کرتے اور وہاں جب کبھی نماز پڑھنے کا اتفاق ہوتا تو ایسا کوئی فعل نہ کرتے تھے جو آپ کے مذہب کے خلاف ہو اور اس سے آپ کو امام صاحب کی تعظیم اور ادب

معمول تھا۔ جیسا کہ خیرات الحسان کے صفحہ ۶۹ میں لکھا ہے۔ اعلم انہ لم یزل العلماءؒ
وذو الحاجات یزورون قبرہ ویتوسلون عندہ فی قضاء حوائجھم ویرون
نجح ذلک منھم الامام الشافعی رحمہ اللہ لما کان ببغداد فانہ
جاء عنہ انہ قال انیؒ لاتبرک بابی حنیفۃ واجیٔ الی قبرہ
فاذا عرضت لی حاجۃ صلیت رکعتین وجئت الی قبرہ وسألت
اللہ عندہ فتقضی سریعا وذکر بعض المتکلمین علی منہاج النووی
ان الشافعی رحمہ اللہ صلی الصبح عند قبرہ فلم یقنتؒ فقیل لہ
لم قال تادبا مع صاحب ھذا القبر وذکر ذلک غیرہ ایضا وزاد انہ
لم یجھر بالبسملۃ۔ یعنی: ہمیشہ علماء اور اہل حاجات امام ابوحنیفہؒ کی قبر
کی زیارت کرتے اور مزار امام کو وسیلہ قضاء حاجت گردانتے تھے جن میں سے امام
شافعیؒ بھی تھے۔ جب کہ وہ بغداد میں تھے۔ ان کا قول ہے کہ میں امام ابوحنیفہؒ سے
برکت حاصل کرنے کے لیے ان کی قبر پر جایا کرتا ہوں۔ اور جب کوئی حاجت پیش
آجائے تو دو رکعت نماز پڑھ کر آپ کی قبر پر جا کر خدا سے دعا کرتا ہوں اور حاجت
جلدی پوری ہو جاتی ہے بعض نے لکھا ہے کہ جب امام شافعیؒ نے صبح کی نماز آپ کی
قبر کے پاس پڑھی تو قنوت پڑھنا چھوڑ دیا۔ کسی نے پوچھا ایسا کیوں کیا؟ فرمایا صاحب
قبر کے ادب کے لحاظ سے۔ یہ بھی روایت ہے کہ بسم اللہ بھی آہستگی سے پڑھی۔
اللہ اکبر! امام شافعی ایک مجتہد مستقل مذہب حضرت امام ابوحنیفہؒ کی کہاں تک

ؒ امام موفق نے اپنی کتاب جلد ۲ کے صفحہ ۱۹۹ میں چار طرق کے ساتھ علی بن میمون شیخ امام نسائی وابن ماجہ
امام شافعی کا یہ قول روایت کیا ہے۔ ؒ ترک قنوت کی روایت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ
نے بھی حجۃ اللہ البالغہ کے صفحہ ۱۹۵ میں لکھی ہے۔

تعظیم کرتے ہیں کہ ان کی قبر کے پاس جب نماز صبح پڑھتے تو اس میں قنوت پڑھنا
جو ان کے مذہب میں سنت تھا چھوڑ دیتے اور بسم اللہ بھی اونچی نہ پڑھتے کیونکہ یہ
امور امام ابوحنیفہؒ صاحب قبر کے مذہب کے خلاف تھے اور وہاں ان کے خلاف
کرنا سوء ادب تھا۔ پھر امام شافعیؒ صرف آپ کے ادب کے لحاظ پر ہی اکتفاء
نہ کرتے تھے بلکہ آپ کی بزرگی کا ان کو یہاں تک اعتقاد تھا کہ اگر کوئی مشکل پیش
آجائے تو آپ کی قبر پر جا کر دعا کرنے سے حل ہو جاتی ہے۔
لیکن اگر کوئی کور باطن شخص اپنی نافہمی سے اس روایت کی نسبت یہ اعتراض
کر اٹھے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک مجتہد امام کسی امام کے صرف ادب کے لحاظ
سے ایسے فعل کو جو اس کے نزدیک سنت ہو ترک کر دے اس کی کماینبغی تردید
خود ہی صاحب خیرات الحسان نے بطور جواب ایک سوال مقدر کے روایت مذکور
کے بعد اس طرح پر کر دی ہے۔ ولا اشکال فی ذلک خلافا لمن غلطہ....
(الی اٰخرہ)....وان الحاسدین لہ خرق لہ خسرانا مبینا۔ جس تمام
عبارت کا ترجمہ یہ ہے کہ "یہاں کوئی اشکال (شبہ) نہیں عاید ہو سکتا جیسا کہ
کسی نے گمان کیا ہے کیونکہ گاہ بگاہ سنت کے مقابلہ میں ایک ایسا امر بھی
پیش آجاتا ہے کہ وہاں سنت کا چھوڑ دینا بہتر ہوتا ہے کیونکہ وہ دوسرا امر زیادہ اہم
ہوتا ہے اور کچھ شک نہیں ہے کہ اظہار رفعت شان علماء ایک امر اہم مطلوب اور
اعظم مقصود ہے اور پھر جب کہ دشمنان امام ابوحنیفہؒ کی تذلیل اور بے خبر جاہلوں کی تفہیم
کے لیے اس کی سخت حاجت تھی تو ایسا کرنا قنوت پڑھنے اور بسم اللہ کے جہر سے
بہت بہتر تھا کیونکہ وہ مختلف فیہ امور ہیں اور تعظیم علماء امر متفق علیہ ہے اور اس کا
نفع عام اور قنوت وجہر بسم اللہ کا نفع خاص ہے اور اس میں بھی شک نہیں کہ امام
ابوحنیفہؒ کے جیسے کہ ان کی زندگی میں بہت حاسد تھے۔ وفات کے بعد بھی بہت

تھے حتیٰ کہ آپ کو سخت ایذا دی گئی اور آپ کے قتل میں سخت کوشش کی گئی۔ اور
کوئی دقیقہ آپ کی بے تعظیمی کا باقی نہ چھوڑا۔ پس آپ کی تعظیم قائم رکھنے کے لیے
امام شافعیؒ جیسے پیشوائے دین کی طرف سے ایسے فعل کا ظہور بہت ضروری تھا۔
اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ کسی امر کا بیان فعل کے ساتھ قولی بیان سے
زیادہ مؤثر ہوتا ہے کیونکہ دلالت فعل عقلی ہوتی ہے اور دلالت قول وضعی ہوتی ہے
جس میں تخلف مدلول ہونا بھی متصور ہو سکتا ہے اور فعل میں ایسا ہونا ممکن نہیں۔ مثلاً
زید کا اپنے کرم پر فعل کرم سے دلیل لانا اس کے برابر نہیں ہو سکتا کہ وہ اپنے کرم
پر صرف قول سے دلیل قائم کرنا چاہے کہ میں کریم ہوں جب یہ تمہید قائم ہو چکی تو یہ
بات بالکل واضح ہو گئی کہ امام شافعیؒ کا یہ فعل قنوت اور جہر بسم اللہ مدّ سے بہت
بہتر تھا جس سے امام ابو حنیفہؒ کے مزید ادب کا اظہار مطلوب تھا اور اس سے
آپ کے شرف وعلو کا ثبوت دینا تھا اور ظاہر کرنا تھا کہ آپ ان ائمہ دین سے
تھے جن کی اقتدار اہل اسلام پر فرض ہے اور آپ کی تعظیم وتوقیر سب پر واجب۔ اور
آپ اس درجہ کے امام تھے کہ بعد وفات بھی آپ کے مزار کے سامنے آپکے ادب
کے لحاظ سے ایسے فعل کے کرنے سے حیا کرنا چاہیے جو آپکے قول کے برخلاف ہو۔
چہ جائیکہ آپ کی زندگی میں آپ کے سامنے ایسا کیا جائے اور یہاں سے ثابت
ہوا کہ آپ کے مخالف حاسد سخت گمراہ خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْآخِرَۃَ کے مصداق ہیں۔"
چونکہ امام ابو حنیفہؒ کے اجتہاد وفقیہ النفس مسلّم الثبوت ہونے کی نسبت ہم مفصل
بحث کر چکے ہیں اور مع ائمہ ثلاثہ کے ۴۹ شہادتیں بڑے بڑے نامی گرامی محدثین
کی درج کر چکے ہیں اس لیے اب ہمیں تھوڑی سی توجہ اپنے دوست میاں
حیدر آبادی کے اس نرالے قول کی طرف بھی کرنا چاہیے جو اس نے یہ لکھا ہے کہ
امام بخاری اور مسلم بھی مجتہد ہیں اور ان کا اجتہاد مسلّم الثبوت ہے معلوم ہوتا ہے کہ

میاں حیدر آبادی کو مجتہد ومحدث کی تعریف سے کچھ بھی آگاہی نہیں۔ ورنہ وہ اس
مغالطہ میں پڑ کر اجتہاد کو ایک بازیچہ اطفال نہ سمجھ لیتا جیسا کہ مرزائیوں نے الہام و
نبوت کو ایک کھیل سمجھا ہوا ہے۔

مجتہد کون ہو سکتا ہے؟

واضح رہے کہ کوئی عالم خواہ وہ کیسا ہی متبحر فی العلم کیوں نہ ہو مجتہد کے درجہ
کو نہیں پہنچ سکتا۔ تاوقتیکہ اس میں حسب ذیل شرطیں نہ پائی جائیں جیسا کہ حضرت
شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے بحوالہ امام بغوی ورافعی وغیرہ کے اپنی
کتاب عقد الجید کے ص۴ میں اس طرح پر لکھا ہے۔ قال البغوی والمجتهد
من جمع خمسة انواع من العلم علم كتاب الله عز وجل وعلم
سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم واقاويل علماء السلف من
اجماعهم واختلافهم وعلم اللغة وعلم القياس وهو طريق
استنباط الحكم من الكتاب والسنة اذا لم يجده صريحا في
نص كتاب او سنة او اجماع فيجب ان يعلم من علم الكتاب
الناسخ والمنسوخ والمجمل والمفسر والخاص والعام والمحكم
والمتشابه والكراهة والتحريم والاباحة والندب والوجوب و
يعرف من السنة هذه الاشياء ويعرف منها الصحيح والضعيف
والمسند والمرسل ويعرف ترتيب السنة على الكتاب وترتيب الكتاب
على السنة حتى لو وجد حديثا لا يوافق ظاهره الكتاب يهتدي الى
وجه محمله فان السنة بيان الكتاب ولا يخالفه وانما يجب
معرفة ما ورد منها في احكام الشرع دون ما عداها من

القصص والاخبار والمواعظ وكذلك يجب ان يعرف من علم الفقه ما
اتى فى كتاب او سنة فى امور الاحكام دون الاحاطة بجميع لغات
العرب وينبغى ان يتخرج فيها بحيث يقف على مرام كلام العرب فيما
يدل على المراد من اختلاف المحال والاحوال لان الخطاب ورد بلسان
العرب فمن لم يعرف ولا يقف على مراد الشارع ويعرف اقاويل
الصحابة والتابعين فى الاحكام ومعظم فتاوى فقهاء الامة
حتى لا يقع حكمه مخالفا لاقوالهم فيكون فيه خرق الاجماع واذا
عرف من كل من هذه الانواع معظمه فهو حينئذ مجتهد ولا
يشترط معرفة جميعها بحيث لا يشذ عنه شيء منها واذا لم
يعرف نوعا من هذه انواع فسبيله التقليد وان كان متبحرا[1] فى
مذهب واحد من احاد ائمة السلف فلا يجوز له تقلد القضاء
ولا الترصد للفتيا۔ یعنی! مجتہد وہ ہوتا ہے جو پانچ قسم کے علوم کا جامع ہو
اول علم قرآن کا، دوم علم سنت (حدیث) کا، سوم اقوال علما سلف کے اجماع و
اختلاف کا، چہارم علم لغت کا، پنجم علم قیاس کا۔ اور قیاس سے وہ طریق استنباط
حکم مراد ہے کہ جب کوئی حکم صریح طور پر کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا اجماع

[1] دیکھو میاں حیدر آبادی کی یہ تحریر مندرجہ اخبار اہل حدیث ۲۶ مارچ ۱۹۰۹ء صفحہ کالم ۲
تقلید وہ کرے جسے کچھ علوم ہو اور خود ایڈیٹر اہل حدیث کی تحریر مندرجہ اخبار ۲۳ اپریل ۱۹۰۹ء صفحہ ۳ کالم ۲
تو تقلید کرنا تو جاہل کا کام ہے نہ کہ عالم کا کس قدر علمائے آبادی کی تصریحات مسلم کے برخلاف ہے اور پھر
اس پر یہ دعویٰ کہ ہم جو کچھ لکھتے ہیں اصول فقہ کے مطابق لکھتے ہیں عوام کو سراسر دھوکہ دینا نہیں
تو اور کیا ہے؟

ہی نہ مل سکتا ہو تو اس کو بذریعہ قیاس کے قرآن وحدیث یا اجماع سے استنباط کیا جائے
پس مجتہد کے لیے ضروری ہے کہ وہ علم قرآن سے ناسخ و منسوخ، مجمل و مفسر، خاص و عام
محکم و متشابہ، کراہت و حرمت، اباحت و مستحب اور وجوب کو جانتا ہو۔ اور حدیث
سے بھی علاوہ علم امور بالا کے صحیح و ضعیف، مسند و مرسل (رواۃ کی قوۃ و ضعف) کو علم
سے پہچان سکتا ہو اور نیز حدیث کو کتاب اور کتاب کو حدیث پر ترتیب دینے کی بھی
اس کو لیاقت ہو حتیٰ کہ اگر کوئی ایسی حدیث مل جائے جو اپنے ظاہر معنی کے لحاظ سے
قرآن کے مطابق نہیں ہے تو اس کی وجہ تطبیق معلوم کر سکتا ہو کیونکہ حدیث قرآن
شریف کا بیان ہے نہ اس کے مخالف۔ اور مجتہد کو صرف ان احادیث[1] کو پہچاننا
ضروری ہے جو احکام شرع میں وارد ہوئی ہوں نہ وہ جو قصص اور اخبار اور مواعظ میں
وارد ہوں ایسا ہی علم لغت سے ان لغات کا جاننا ضروری ہے جو قرآن وحدیث
کے اندر احکامی امور میں وارد ہوں۔ تمام لغات عرب کا احاطہ ضروری نہیں۔ اور مجتہد
کو اس میں اس قدر محنت کرنی ضروری ہے کہ کلام عرب کے اصل مقصود سے آگاہ
ہو جائے کہ مختلف محل اور مختلف احوال میں اس سے کیا مراد ہوتی ہے۔ کیونکہ
خطاب الٰہی تو عربی زبان میں ہی وارد ہوا ہے۔ پھر جو شخص لغت کو نہ جانتا ہو، وہ
مراد شارع سے کس طرح واقف ہو سکتا ہے؟ یہ بھی ضروری ہے کہ اقوال صحابہ اور

[1] ایسی احادیث تخمیناً ۳ ہزار اور آیات قرآنی ۵ سو ہیں اور باقی قرآن واحادیث میں جو کچھ ہے وہ
صرف قصص، اخبار، مواعظ وغیرہ ہے۔ دیکھو نور الانوار ص۳۰۔ والمراد من الكتاب
بعض الكتاب وهو مقدار خمس مائة آية لانه اصل الشرع
والباقى قصص ونحوها۔ والمراد من السنة بعضها وهو مقدار ثلاثة الاف
على ما قالوا۔ نور الانوار۔

تابعین جو دربارہ احکام ہوں جانتا ہو۔ اور فقہائے امت کے بڑے بڑے فتاوی کا
علم بھی رکھتا ہوتا کہ اس کا حکم ان کے اقوال کے برخلاف واقع نہ ہو کیونکہ اس میں اجماع
کا توڑنا ہے اور جب ان اقسام سے ہر ایک کے معظم کو جان لیا۔ تو اب یہ شخص مجتہد ہے
تمام امور سے اس طرح کی واقفیت کی شرط نہیں ہے کہ کوئی جزوی بات بھی باقی نہ رہ
جائے اور جب ان اقسام سے کسی ایک نوع کو بھی نہ جانتا ہو تو اس کو تقلید سے
چارہ نہیں۔ اگرچہ وہ ائمہ مسلمین سے کسی مذہب میں عالم متبحر ہی کیوں نہ ہو۔ پس ایسے
شخص کو قاضی ہونا یا فتوے دینے کا امیدوار ہونا جائز نہیں ہے۔

اسی طرح حافظ ابن قیم کی کتاب اعلام الموقعین میں جو غیر مقلدین کے نزدیک
کالوحی من السماء ہے لکھا ہے۔ لا یجوز لاحد ان یاخذ من
الکتاب والسنۃ ما لم یجتمع فیہ شروط الاجتہاد ومن جمیع العلوم
یعنی کسی کو جائز نہیں کہ کتاب وسنت سے بطور خود کچھ اخذ کرے جب تک اس میں
اجتہاد کی شرطیں جمع نہ ہوں اور ہر قسم یعنی صرف و نحو، لغت، محاورات، محکم، متشابہ،
ناسخ و منسوخ اور صحابہؓ و تابعینؒ کے اقوال کا علم نہ ہو مطلب یہ کہ کتاب و سنت سے
استدلال خاص مجتہد کی شان ہے اور جس کو یہ رتبہ نصیب نہ ہو خواہ وہ کتنا ہی بڑا
عالم کیوں نہ ہو اس پر مجتہد کی تقلید لازم ہے۔

پس جب کہ تصریحات بالا سے صاف ثابت ہے کہ شریعت محمدیہ میں
صرف ایسا ہی عالم فاضل شخص مجتہد کے درجہ رتبہ کو پہنچ سکتا ہے۔ جس میں

لہ اس سے اخبار اہل حدیث یکم جنوری ۱۹۰۹ء ص ۵ کی یہ تحریر غلط بلکہ دروغ ثابت
ہوتی ہے کہ علماء اہل حدیث نے یہاں تک لکھ دیا ہے کہ جس کے پاس صرف قرآن مجید اور
سنن ابوداؤد ہو تو اس کو اس کو تمام دین کے مسئلوں کے لیے کافی ہے۔

کل شرطیں مندرجہ بالا مع متعلقات کے پائی جائیں اور جس عالم میں کسی شرط کی ایک قسم کی بھی
کمی ہے تو وہ ہرگز مجتہد کے رتبہ کو پا نہیں سکتا۔ خواہ کتنا ہی علم اس کو حاصل ہو اب اس
بنا پر ہم کہتے ہیں کہ امام بخاریؒ وغیرہ محدثینؒ میں مجتہد ہونے کی کوئی شرط بھی مکمل پائی نہیں
گئی اور نہ ہی انھوں نے اپنے مجتہد یا فقیہ ہونے کا دعوی کیا ہے اس میں تو کوئی شک
نہیں کہ آپ بڑے حافظ الحدیث اور محدث کامل تھے اور اس تعداد سے کئی درجہ زیادہ
احادیث آپ کو یاد تھیں۔ جن کا کسی مجتہد کو حاوی ہونا از بس ضروری ہے مگر علم قرآن و
حدیث کے ساتھ جو یہ قید لگائی گئی ہے کہ وہ ناسخ و منسوخ، مجمل و مفسر، خاص و عام
محکم و متشابہ آیات و احادیث کا بھی علم رکھتا ہو اور ساتھ ہی اس کے کراہت و حرمت
اباحت و مستحب اور وجوب کو بھی جانتا ہو۔ سو یہ باتیں کامل طور پر امام بخاریؒ میں کہاں
پائی جاتی تھیں کیونکہ یہ باتیں فقیہ سے متعلق ہوتی ہیں اور وہ محدث مشہور تھے اور
محدث کو ان باتوں کا جاننا کوئی ضروری نہیں ہے صرف حدیث کو جیسا کہ اس نے
سنا ہے نقل کر دینا ضروری ہوتا ہے چنانچہ اس بات کی تصریح خود غیر مقلدین کے
پیشوا نواب صدیق حسن خان مرحوم نے بھی ابجد العلوم کے صفحہ ۲۳۹ میں اس طرح
پر کر دی ہے۔ ان معرفۃ التواتر والاحاد والناسخ والمنسوخ وان
تعلقت بعلم الحدیث لکن المحدث لا یفتقر الیہ لان ذلک من
من وظیفۃ الفقیہ لانہ یستنبط الاحکام من الاحادیث فیحتاج
الی معرفۃ التواتر والاحاد والناسخ والمنسوخ فاما المحدث فوظیفتہ
ان ینقل ویروی ما سمعہ من الاحادیث کما سمعہ فان تصدی
لما وراہ فزیادۃ فی الفضل۔ یعنی "تحقیق پہچاننا حدیث متواتر و احاد
اور ناسخ و منسوخ کا اگرچہ علم حدیث کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ لیکن محدث اس
کی طرف محتاج نہیں ہوتا کیونکہ یہ کام فقیہ (مجتہد) کا ہے کیونکہ وہ احادیث سے احکام

نکلتا ہے پس محتاج ہوتا ہے طرف معرفت تواتر و احاد اور ناسخ منسوخ کے لیکن محدث پس کام اس کا نقل و روایت کرنا حدیث مسموعہ کا ہے جیسی کہ سُنی ہے۔ پس اگر اپنی روایت کے لیے معرفت تواتر وغیرہ کی طرف متوجہ ہو تو فضیلت میں زیادتی ہے۔"

ایسے ہی چوتھی و پانچویں یعنی علم لغت و علم قیاس (فقہ) کی شرط بھی امام بخاری وغیرہ میں پورے طور پر پائی نہیں گئی کیونکہ آپ ایک کامل اور کثیر الحدیث محدث تھے اور علماء نے لکھ دیا ہے کہ اگر کوئی شخص حدیث کے ساتھ کسی اور علم کا بھی شغل رکھے تو وہ کبھی محدث نہیں ہو سکتا۔ چہ جائیکہ وہ دیگر علوم و فنون میں بھی کامل ماہر ہو سکے چنانچہ مقدمہ قسطلانی شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے: وقد قال الخطیب البغدادی ان علم الحدیث لا یتعلق الا بمن قصر نفسہ علیہ ولم یضم غیرہ من الفنون الیہ وقال الامام الشافعی اتریدان تجمع بین الفقہ والحدیث ھیھات۔ یعنی "خطیب بغدادی نے کہا ہے کہ تحقیق علم حدیث کا صرف اسی شخص سے متعلق ہو سکتا ہے جو اپنی ذات کو اسی پر قاصر رکھے اور کسی دوسرے فن کے حاصل کرنے کو اس کے ساتھ ضم نہ کرے اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ اگر تو یہ چاہے کہ فقہ و حدیث دونوں کو جمع کرے تو مشکل بات ہے۔"

امام ترمذی شاگرد امام بخاریؒ بہ نسبت محدثین کے فقہاء کے اعلم بمعانی احادیث ہونے کے اپنی صحیح کے باب غسل المیت میں اس طرح پر شہادت دیتے ہیں۔ وکذالک قال الفقہاء وھم اعلم بمعانی الحدیث۔ یعنی "فقہاء بہ نسبت محدثین کے حدیث کے معانی جاننے میں بہت عالم ہیں۔"

علاوہ اس کے شہادت ۲۰ میں امام اعمش متوفی ۱۴۸ھ کا قول یا معشر الفقہاء انتم الاطباء ونحن الصیادلۃ۔ گزر ہی چکا ہے جس میں وہ گروہ فقہاء کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ تم لوگ طبیب ہو اور ہم محدثین دوا فروش

نیز کتاب امام موفق جلد ۲ صفحہ ۲۲ میں مروی ہے: عن محمد بن سعد ان سمعت من حضر یزید بن ھارون وعندہ یحیی بن معین وعلی بن المدینی واحمد بن حنبل وزھیر بن حرب وجماعۃ اخرون اذجاءہ مستفت فیسألہ عن مسئلۃ فقال لہ اذھب الی اھل العلم قال فقال لہ ابن المدینی الیس اھل العلم والحدیث عندک قال اھل العلم اصحاب ابی حنیفۃ وانتم صیادلۃ۔ یعنی "محمد بن سعدان سے روایت ہے کہ میں نے اس شخص سے جو یزید بن ہارون کی مجلس میں حاضر تھا سُنا ہے کہ اُن کے پاس یحیی بن معین اور علی بن مدینی (استاد امام بخاری) اور احمد بن حنبل (امام مجتہد) اور زہیر بن حرب اور دوسرے علماء کی جماعت بیٹھی تھی کہ آپ (یزید بن ہارون) کے پاس کوئی شخص مسئلہ پوچھنے آیا۔ آپ نے فرمایا کہ اہل علم کے پاس جاؤ۔ اس پر ابن مدینی نے ان سے کہا کیا آپ کے پاس اہل علم و حدیث بیٹھے ہوئے نہیں ہیں۔ فرمایا کہ اہل علم تو امام ابوحنیفہؒ کے اصحاب ہیں اور آپ لوگ صرف دوا فروش ہیں۔"

پس اس سے اور اس سے پہلی تصریحات سے صاف ثابت ہے کہ عموماً بڑے بڑے محدثین قدیماً و حدیثاً فقہ سے بالکل عاری تھے اور دیگر علوم جن کی مہارت سے قرآن و حدیث کے معانی میں تدبر و تفقہ کی مدد مل سکتی ہے اور مجتہد کے لیے ان کی اشد ضرورت ہوتی ہے وہ علاوہ ہے۔ یہ عطیہ الٰہی تو صرف ائمہ مجتہدین اربعہ کے لیے ہی مخصوص تھا کہ وہ ہم محدث کامل و ہم فقیہ مکمل تھے۔ جیسا کہ دوسری ہی شہادت میں امام اعمش کا قول بحق امام ابوحنیفہؒ اس طرح پر گزر چکا ہے۔ وانت ایھا الرجل اخذت بکلا الطرفین۔ یعنی "تم نے اے ابوحنیفہؒ دونوں طرف (فقہ و حدیث) سے بہرہ وافر حاصل کیا ہے۔ اسی طرح شہادت ۳۲ میں

ابو سفیان حمیری کا یہ قول گزر چکا ہے۔ انه حبر الامة تهيأ له مالم يتهيأ لاحد من كشف المسائل الفقهية وتفسير للاحاديث المبهمة۔ یعنی "امام ابوحنیفہؒ امتِ محمدیہ میں بڑے عالم تھے مسائل فقہ کے حل کرنے اور احادیث مبہمہ کی تفسیر کرنے میں جو درجہ ان کو حاصل تھا وہ کسی کو حاصل نہیں ہوا۔"

پس اسی واسطے مولوی خرم علی نے بھی جو غیر مقلدین کے پیشوا خیال کیے جاتے ہیں، ترجمہ مشارق الانوار کے صـ۱۳۰ میں اس طرح پر لکھا ہے: "اجتہاد کرنا ہر عالم کا کام نہیں، اس کو بہت علم اور فہم تیز چاہیے اسی واسطے اہلِ سنّت میں چار اماموں کے مذہب مقرر ہو گئے ان کے برابر اب تک کسی کو علم اور فہم حاصل نہیں ہوا علاوہ اس کے ان کا زمانہ حضرتؐ کے زمانہ سے بہت قریب تھا جو حضرت کے وقت کی رسم اور عادت تھی اور اس وقت کی بول چال کا طریق وہ لوگ ہی سمجھتے تھے اس وقت کے عالموں کو سمجھنا نہایت مشکل ہے۔" بلکہ بعض علماء نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ بعد امام شافعیؒ کے زمانہ کے کوئی مجتہد مستقل پایا نہیں گیا۔

چنانچہ نافع الکبیر مقدمہ جامع صغیر کے صـ۸ میں اس طرح پر لکھا ہے: وقال ابن حجر قال ابن الصلاح ان هذه المرتبة قد فقدت من نحو ثلاث مائة سنة بل نقل ابن الصلاح عن بعض الاصوليين انه لم يوجد بعد عصر الشافعي مجتهد مستقل۔ یعنی: "ابن حجرؒ نے کہا ہے کہ ابن صلاح نے فرمایا ہے کہ اجتہادِ مطلق مستقل کا مرتبہ تقریباً تین سو سال سے منقطع ہو گیا ہے بلکہ بعض اصولیوں سے ابن صلاح نے یہ نقل کیا ہے کہ بعد زمانہ امام شافعی کے مجتہد مستقل پایا نہیں گیا۔"

پھر اسی کے صـ۹ میں لکھا ہے: "واحمد بن حنبل لم يذكره الامام ابو جعفر الطبری فی اعداد الفقهاء وقال انما هو من حفاظ الحديث۔"

یعنی: "امام احمد بن حنبل کو امام ابوجعفر طبری نے فقہاء میں شمار نہیں کیا اور کہا ہے کہ وہ صرف حفاظ حدیث سے تھے۔"

دیکھو اصولی تو امام احمد بن حنبل کو بھی مستقل مجتہد تسلیم نہیں کرتے چہ جائیکہ بقول آپ کے امام بخاری و مسلم مجتہد مسلم الثبوت سمجھے گئے تھے گو اس میں شک نہیں ہے کہ بہ نسبت دیگر معاصر محدثین کے امام بخاری افقہ خیال کیے گئے ہیں اور انھوں نے سماعت و حفظ احادیث کے ساتھ فقہ کو بھی حمیدی متوفی سنہ ۲۱۹ھ شاگرد امام شافعیؒ سے پڑھا ہے اور اس میں کسی قدر مہارت پیدا کر کے امام شافعی کے اصول اور قواعد مقررہ پر کچھ اجتہاد بھی کیا ہے جیسا کہ ان کی صحیح کے ترجمۃ الابواب سے ظاہر ہے لیکن تاہم ان کو فقہ میں اس قدر مہارت تامہ حاصل نہ ہوئی تھی کہ غیر منصوص احکام کو قرآن و حدیث سے بذریعہ اپنے قیاس کے نکال سکتے یا کسی نظیر کو نظیر پر محمول کر کے کوئی مسئلہ برآمد کر سکتے۔ بلکہ ان کے بعض معاصر فقہاء نے تو ان کو فتویٰ دینے سے ہی منع کر دیا تھا اور صاف کہہ دیا تھا کہ آپ فتویٰ دینے کے لائق نہیں ہیں۔ چنانچہ ہدایہ کی شروح نہایہ، فتح القدیر اور کفایہ وغیرہ کے کتاب الرضاع میں لکھا ہے کہ "زمانہ ابو حفص کبیر متوفی سنہ ۲۱۷ھ شاگرد امام محمدؒ میں جب امام بخاری بخارا میں آ کر فتویٰ دینے لگے تو انکو امام حفص کبیرؒ نے منع کر دیا کہ آپ فتویٰ دینے کے لائق نہیں ہیں مگر انھوں نے اس مشفقانہ نصیحت کو نہ مانا یہاں تک کہ ایک دن کسی نے ان سے پوچھا کہ اگر دو لڑکوں نے ایک بکری یا گائے کا دودھ پی لیا ہو تو ان کا کیا حکم ہے؟ آپ نے کہہ دیا کہ ان میں حرمتِ رضاع ثابت ہو جاتی ہے جب لوگوں نے آپ کا یہ فتویٰ سنا تو انھوں نے آپ پر اس قدر ہجوم کیا کہ آپ بخارا چھوڑنے پر مجبور ہوئے۔"

اس حکایت کے بعد فتح القدیر جلد ۳ صـ۳۲ مطبوعہ مصر میں لکھا ہے: ومن لم يدق نظره فی مناطات الاحكام وحكمها كثر خطاؤه۔ یعنی: "جو

شخص احکام کے استنباط کرنے اور فتویٰ دینے میں دقیق النظر نہیں ہوتا وہ اکثر خطا کیا کرتا ہے۔" علاوہ اس کے امام بخاری کا اجتہاد میں کثرت سے غلطی کرنا خود ان کے تراجم الابواب سے ہی ظاہر ہے کہ باوجود یکہ بے شمار تصنیفات مبوّب بر ترتیب فقہ و استنباط مجتہدین اور کتبِ فقہ ائمہ اربعہ ان کے سامنے موجود تھیں تاہم انھوں نے جو ابواب اپنی صحیح میں باندھے ہیں، اگر ذرا بھی غور سے ان کو دیکھا جائے تو فوراً معلوم ہو جائے گا کہ اکثر ابواب کا مطلب تو کچھ اور ہوتا ہے اور حدیث جو اس کی تائید میں لائی گئی ہیں، اس کا مفہوم کچھ اور ہے جس پر شارحین بخاری کو ان کی مناسبت باہمی پیدا کرنے میں بہت ہی سرگردانی کرنی پڑی ہے اور بڑے بڑے تکلفات اور تاویلات رکیکہ کرنے پر بھی کچھ بن نہیں پڑا۔ چنانچہ جن صاحبوں کو اس قسم کا نظارہ دیکھنا مطلوب ہو وہ کتاب حدائق الحنفیہ مطبوعہ نولکشور کا صلاا سے صنا تک مطالعہ کریں جس میں بطور نمونہ ۲۰ احادیث صرف کتاب الصلوٰۃ سے نکالی گئی ہیں باقی کتاب کے ابواب کا حال علیٰ ہذا۔

پس جبکہ امام بخاری فقاہت میں بہت ہی نرم تھے اور مجتہد کی شرائط متذکرہ بالا کامل طور پر ان میں پائی نہ گئی تھیں اس لیے حسب متذکرہ بالا شرائط مجتہد کے اخیر فقرہ واذا الم یعرف نوعًا من هذه الانواع فسبیله التقلید وان کان متبحرًا فی مذهب واحد من احاد ائمة السلف فلا یجوز له تقلد القضاء ولا الترصد للفتیاء کے وہ مقلدین امام شافعی میں شمار کیے گئے جیسا کہ محدث دہلوی شاہ ولی اللہ صاحب نے کتاب انصاف کے صـ۶۷ میں

لہ اور جب ان اقسام سے کسی ایک نوع کو بھی نہ جانتا ہو تو اس کو کسی مجتہد کی تقلید سے چارہ نہیں اگرچہ وہ ائمہ سلفین کے کسی مذہب میں عالم متبحر ہی کیوں نہ ہو۔ پس ایسے شخص کو قاضی بننا یا فتویٰ دینے کا امیدوار ہونا جائز نہیں ہے۔

لکھا ہے: فانه معدود فی طبقات الشافعیة وممن ذکره فی طبقات الشافعیة الشیخ تاج الدین السبکی وقال انه تفقه بالحمیدی والحمیدی تفقه بالشافعی واستدل شیخنا العلامة علی ادخال البخاری فی الشافعیة بذکره فی طبقاتهم وکلام النووی الذی ذکرناه شاهد له۔ یعنی "امام بخاری طبقات شافعیہ میں شمار کیے گئے ہیں اور جن لوگوں نے ان کو طبقات شافعیہ میں ذکر کیا ہے ان میں سے شیخ تاج الدین سبکی ہیں انھوں نے کہا ہے کہ بخاری نے فقہ حمیدی سے سیکھی اور حمیدی نے امام شافعی سے فقہ سیکھی اور ہمارے استاد علامہ نے بخاری کے شافعیوں میں داخل کرنے پر یہ حجت پکڑی ہے کہ تاج الدین سبکی نے ان کو طبقات شافعیہ میں ذکر کیا ہے اور نووی کا کلام جو ہم نے ذکر کیا اس امر کا شاہد ہے۔

اور مقدمہ قسطلانی کے صـ۳۸ میں لکھا ہے: وقال التاج السبکی وذکره یعنی البخاری ابوعاصم فی طبقات اصحابنا الشافعیة۔ یعنی: "تاج الدین سبکی نے کہا ہے کہ ابوعاصم نے بخاری کو علمائے شافعیہ میں شمار کیا ہے۔"

اب امام بخاری کے امام شافعی کے مذہب کی طرف منسوب اور اس میں داخل ہونے کی حقیقت بھی سن لیجیے جو شاہ صاحب ہی اس طرح پر لکھتے ہیں: ومعنی انتسابه الی الشافعی انه جری علی طریقته فی الاجتهاد واستقراء الادلة وترتیب بعضها علی بعض وافق اجتهاده اجتهاده واذا خالف احیانا لم یبال بالمخالفة ولم یخرج من طریقته الا فی المسائل وذالك لا یقدح فی دخوله فی مذهب الشافعی ومن هذا القبیل محمد بن اسمعیل البخاری۔ یعنی "منسوب بہ شافعی ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اجتہاد اور دلیلوں کی تلاش کرنے اور بعض کو بعض پر مرتب کرنے میں امام

شافعی کے طریق پر چلا اور اس کا اجتہاد امام کے اجتہاد سے موافق پڑا اور اگر کہیں مخالف ہوا تو مخالفت کی پروا نہیں کی اور امام کے طریقہ سے بجز چند مسائل کے خارج نہیں ہوا اور یہ امر اس کے شافعی مذہب میں داخل رہنے کا خلل انداز نہیں اور محمد بن اسمٰعیل بھی اسی قسم کے مقلدینِ شافعی سے ہیں۔

پس جبکہ حسب قرارداد و تصریحات ان علمائے متقدمین کے جو بوجہ قرب زمانہ کے امام بخاری کے علم، فقہ، استنباط مسائل وغیرہ حالات سے کما ینبغی واقف تھے۔ امام بخاری صرف علمائے شافعیہ میں سے ثابت ہیں اس لیے اس زمانہ کے غیر مقلدوں کے علماء و امامانِ مساجد جو عوام میں ان کو مجتہد مستقل ثابت کرنے کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں تو یہ امر محض ان کی خود غرضی و نفسانیت پر مبنی ہے کیونکہ جب تک وہ امام بخاری کو اپنی طرف سے امام شافعی کے ربقہ تقلید سے نکال کر مجتہد مستقل ثابت نہ کر لیں خود کس طرح مجتہد بن سکتے ہیں اور دینی مسائل میں فتوی دینے کے لیے مسند مشیخت پر متمکن ہو سکتے ہیں جن کا یہ قول ہے کہ "جس کے پاس صرف قرآن مجید اور سنن ابوداؤد ہو اس کو تمام دین کے مسئلوں کے لیے کافی ہے حالانکہ انکے اعلیٰ پیر و مرشد حافظ ابن قیم حنبلی متوفی ۷۵۱ھ اپنی کتاب اعلام الموقعین میں صاف لکھ گئے ہیں: لا یجوز لاحد ان یاخذ من کتاب و السنة ما لم یجتمع فیه شروط الاجتهاد ومن جمیع العلوم۔ یعنی "کسی کو جائز نہیں کہ قرآن و حدیث سے بطور خود کوئی مسئلہ اخذ کرے تاوقتیکہ اس میں اجتہاد کی شرطیں جمع نہ ہوں۔ اور تمام علوم میں ماہر نہ ہو۔ دیکھیے متقدمین علمائے اہل حدیث کی قرارداد اور زمانہ حال کے مدعیان اہل حدیث کی کارروائی میں کس قدر بعد المشرقین والمغربین ہے۔

؎ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

لہ نواب صدیق حسن خاں مرحوم نے اتحاف النبلاء کے صفحہ ۴۲۰ میں ان کی تعریف بایں الفاظ لکھی ہے۔ الامام العالم الکامل الفقیہ الاصولی النحوی المفسر المحدث الحافظ المجتہد المتقن المتکلم۔

ردِّ مطاعن امام الاعظم

حیدرآبادی طاعن نے امام ابو حنیفہ کی نسبت رسالہ اہل الذکر میں جس قدر اعتراض کر کے ناحق اپنی عاقبت خراب کی ہے اگرچہ ان کے عملاً جواب خود ائمہ ثلاثہ اور محدثین کبار کی شہادت ہائے مذکورہ بالا اہل علم کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں لیکن تاہم اس کی خاطر ہم اس کے اعتراضات کی ترتیب وار مفصل غلطی کھولنی اس لیے بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ شاید کسی کو اپنے کیے سے ندامت ہو کر آئندہ توبہ کی ہدایت اور حسن اعمال
ل دنیا کی وعید شدید مردود بر صحیح بخاری سے نجات حاصل ہو۔

وبالی۔ شرح مسلم الثبوت سے ثابت ہے کہ مجتہد کے لیے پانچ سو حدیث کا جاننا کافی اور ضروری ہے لیکن امام صاحب کا اس قدر جاننا کسی کتاب حنفیہ سے ثابت نہیں اگر ہوتا ہے تو نمبروار ذکر کرو۔ اور نیز شرح مسلم میں لکھا ہے کہ مجتہد کو علم اصول سے واقف ہونا ضروری ہے لیکن یہ شرط تو امام ابو حنیفہؒ سے بالکل مفقود تھی کیونکہ علم اصول کے مدون تو امام شافعی ہوئے ہیں جو امام ابو حنیفہؒ کے انتقال کے روز پیدا ہوئے۔ مقدمہ میں لکھا ہے مجتہد کے لیے ضروری ہے کہ تین لاکھ یا پانچ لاکھ حدیث کو جانے۔ یہ شرط امام احمد و مالک و اصحاب صحاح ستہ خصوصاً امام بخاری میں علی وجہ الکمال پائی جاتی ہے لیکن امام صاحب کو اتنے احادیث کہاں

لہ نواب صدیق حسن خاں مرحوم نے اتحاف النبلاء کے صفحہ ۲۰۰ میں ان کی تعریف بایں الفاظ لکھی ہے۔ الامام العالم الکامل الفقیہ الاصولی النحوی المفسر المحدث الحافظ الحجة المتقن المتکلم۔

یادتھے۔

حنفی معلوم ہوتا ہے کہ وہابی دوست نے کبھی شرح مسلم کو نہیں دیکھا صرف سنا سنایا خلاصہ اس کا لکھ رہا ہے کہ مجتہد کے لیے پانچ سو احادیث
کا جاننا کافی ہے ورنہ اصل میں مجتہد کے لیے ۵۰۰ سو آیت اور تین ہزار ۳۰۰۰
احادیث جاننا ضروری ہے جیسا کہ نور الانوار کے صفحہ ۲ میں لکھا ہے۔ والمراد
من الکتاب بعض الکتاب وهو مقدار خمس مأة
انه اصل الشرع والباقی قصص ونحوها وهكذا المراد
من السنة بعضها وهو مقدار ثلاثة آلاف علی ما
قالوا۔ یعنی مجتہد کے لیے جو کتاب و سنت کا جاننا ضروری ہے سو کتاب سے
مراد تقریباً ۵۰۰ سو آیات قرآنی ہیں جو اصل شریعت ہیں اور باقی قصص، مواعظ
اور اخبار وغیرہ ہیں۔ اسی طرح سنت میں سے بھی تین ہزار ۳۰۰۰ احادیث ہیں جو
اصل شریعت ہیں اور باقی اخبار و قصص اور مواعظ وغیرہ ہیں اور نور الانوار وغیرہ
کی یہ تصریح دراصل اسی قول و علم کتاب اللہ و علم سنۃ رسول اللہ کی تفسیر ہے جو سیف
الصارم کے صفحہ ۲۴ میں مجتہد مستقل کی شروط ہیں بحوالہ عقد الجید امام بغوی سے منقول ہوا
ہے پس جب مجتہد کے لیے تین ہزار ۳۰۰۰ احکامی احادیث کا جاننا ضروری ثابت
ہے تو اب ہم کہتے ہیں کہ یہ شرط بوجہ اکمل واتم امام اعظمؒ میں پائی جاتی تھی اور معترض
جو اپنی بے علمی اور ناواقفی سے انکار کر کے کہتا ہے کہ اس قدر احادیث کو امام اعظمؒ
کا جاننا کسی کتاب حنفیہ سے ثابت کرو ہم کتاب حنفیہ کو چھوڑ لقول — والفضل

ل یہ عبارت اصل اہل الذکر کے صفحہ ۱ میں اس طرح پر لکھی ہے کہ مجتہد کے لیے پانچ سو بارہ
اور آیت سو احادیث کا جاننا کافی ہے اگرچہ معترض چھاپہ کی غلطی کا عذر کر سکتا ہے مگر ہم کہتے
ہیں کہ جیسا اس کا منشا تھا ویسی اس پر چھپ بھی خود ہی پڑ گئی۔

ما شهدت به الاعداء کے کتب علمائے شافعیہ وغیرہ سے
ہی امام موصوف کا تین ہزار کیا بلکہ کثیر الحدیث میں شمار کر کے اپنے تذکرۃ الحفاظ
جلد ا صفحہ ۱۵۱ میں اس طرح پر لکھا ہے۔ ابو حنیفۃ الامام الاعظم فقیہ العراق رأی
انس بن مالک غیر مرة لما قدم علیهم الکوفة وحدث
عن عطاء و نافع و عبد الرحمن بن هرمز الاعرج و
عدی بن ثابت و سلمة بن کهیل و ابی جعفر محمد
بن علی و قتادة و عمرو بن دینار و ابی اسحاق و خلق
کثیر وحدث عنه وکیع و یزید بن هارون و سعد بن
اصلت و ابو عاصم و عبد الرزاق و عبد الله بن موسی
و ابو نعیم و ابو عبد الرحمن المقری و بشر کثیر وکان
اماما ورعا عالما عاملا متعبدا کبیر الشان قال ابن
المبارک ابو حنیفة افقه الناس وقال الشافعی الناس
فی الفقه عیال علی ابی حنیفة وقال ابو داؤد ان ابا حنیفة
کان اماما۔ انتهی مخلصاً۔ یعنی امام اعظم ابو حنیفہ فقیہ عراق نے کئی دفعہ
انس بن مالک صحابی کو جب کہ وہ کوفہ میں آئے تھے دیکھا اور حدیث بیان کی
عطا بن ابی رباح و نافع و عبد الرحمن بن ہرمز الاعرج و عدی بن ثابت و سلمہ
بن کہیل و ابی جعفر محمد بن علی و قتادہ و عمرو بن دینار و ابی اسحاق اور بہت خلقت
سے اور ان سے حدیث بیان کی وکیع بن الجراح و یزید بن ہارون و سعد بن
الصلت و ابو عاصم و عبد الرزاق و عبد اللہ بن موسیٰ و ابو عبد الرحمن مقری اور بہت
آدمیوں نے اور تھے امام پرہیزگار، عالم، عامل، عابد، عظیم الشان۔ ابن مبارک
نے کہا ہے کہ ابو حنیفہؒ افقہ الناس تھے اور امام شافعیؒ نے کہا ہے کہ تمام آدمی فقہ

ابوحنیفہؒ کے وظیفہ خوار ہیں اور امام ابوداؤدؒ نے کہا ہے کہ تحقیق ابوحنیفہؒ دین کے امام تھے اسی طرح علامہ محمد بن یوسف شافعی نے کتاب عقود الجمان میں ایک علیحدہ باب باندھا ہے جس کا عنوان یہ ہے۔ الباب الثالث والعشرون فی بیان کثرۃ حدیثہ وکونہ من اعیان الحافظ۔ یعنی باب تیسواں ۲۳۔ امام ابوحنیفہؒ کے کثیر الحدیث اور بڑے حفاظ میں سے ہونے کے بیان میں ہے۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ فن حدیث میں حفاظ میں کون شمار ہو سکتا ہے۔ سو محدثین کی اصطلاح میں حافظ اوس شخص کو کہتے ہیں جس کو ایک لاکھ حدیث سنداً و متناً یاد ہو پھر متعصب مخالف کا یہ کہنا کہ امام صاحب کو بہت تھوڑی احادیث یاد تھیں اور اس لیے آپ مجتہد نہ تھے ایسی بات ہے کہ کوئی دشمن دین بھی مونہہ سے نہیں نکال سکتا۔

امام صاحب کے مشائخ چار ہزار تھے

علاوہ ازیں اسباب کا اندازہ کہ امام صاحب کو کس قدر احادیث معلوم تھیں اس سے بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کے مشائخ کی تعداد جن میں تابعین و تبع تابعین ہیں چار ہزار ....۴ تک ہیں۔ چنانچہ علامہ ابن حجر مکی شافعی نے خیرات الحسان کے صفحہ ۲۶ میں لکھا ہے۔ الفصل الثلاثون فی سندہ فی الحدیث مر انہ اخذ عن اربعۃ الاف شیخ من ائمۃ التابعین وغیرھم و من ثم ذکرہ الذھبی وغیرہ فی طبقات الحفاظ من المحدثین ومن زعم قلۃ اعتنائہ بالحدیث فھو اما لتساھلہ او حسدہ اذ کیف یتأتی لمن ھو کذلک استنباط من المسائل التی لا تحصی کثرۃ مع انہ اول من استنبط من الادلۃ علی الوجہ المخصوص المعروف فی کتب اصحابہ رحمھم اللہ۔ یعنی پہلے گزر چکا

ہے کہ آپ نے چار ہزار ....۴ مشائخ ائمہ تابعین سے حدیث کو اخذ کیا اور اسی لیے امام ذہبی وغیرہ نے ان کا ذکر تذکرۃ الحفاظ میں کیا ہے اور جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ آپ حدیث کی کم پروا کرتے تھے وہ اپنے تساہل یا حسد کی وجہ سے کہتا ہے کیونکہ ایسے شخص سے کس طرح مسائل لا تحصی ولا تعد کا استنباط ہو سکتا ہے باوجود اس کے کہ آپ ہی پہلے وہ شخص جنہوں نے استنباط دلائل ایسی مخصوص وجہ سے کیا ہے کہ آپ کے شاگردوں کی تصانیف میں ہے اور یہ نہیں خیال کرنا چاہیے کہ چار ہزار کی تعداد یوں ہی تخمیناً بتائی گئی ہے بلکہ امام موفق بن احمد مکی۔ جلد اول کے صفحہ ۳۹ سے ۵۳ اور علامہ کردری نے صفحہ ۰ سے ۸۰ تک بترتیب حروف تہجی اکثر مشائخ کے ترتیب وار نام وغیرہ بھی لکھ دیے ہیں جو شخص اس کی تصدیق کرنا چاہے ہر دو کتاب مذکورہ دیکھ لے۔

اب ظاہر ہے کہ جس شخص کے اُستاد حدیث کے چار ہزار ہوں وہ کس قدر احادیث کا جاننے والا ٹھہرے گا۔ اگر فی شیخ سو احادیث کا لینا بھی فرض کر لیا جائے تو چار لاکھ حدیث کے آپ حافظ ثابت ہوتے ہیں ہمارے دوست میاں نذیر حسین صاحب دہلوی اپنی الذکر کے صفحہ ۲۱ پر تسلیم کرتے ہیں کہ امام شافعیؒ باقی ائمۃ الحدیث سے اعلم تھے حالانکہ ان کے مشائخ حدیث گنتی میں صرف اسی ۸۰ ثابت ہوتے ہیں چنانچہ علامہ موفق بن احمد مکی نے اپنی کتاب کی جلد ا صفحہ ۳۷ میں لکھا ہے۔ حکی عن ابی عبد اللہ بن ابی حفص الکبیر انہ وقع منازعۃ فی زمنہ بین اصحاب ابی حنیفۃ و بین اصحاب الشافعی فجعل اصحاب الشافعی یفضلون الشافعی علی ابی حنیفۃ فقال ابو عبد اللہ بن ابی حفص عدوا مشائخ الشافعی کم ھم فعدوا فبلغوا ثمانین۔ ثم عدوا مشائخ ابی حنیفۃ من العلماء والتابعین فبلغوا اربعۃ الاف فقال عبد اللہ

هذا من ادنی فضائل ابی حنیفة "یعنی ابو عبداللہ بن ابی حفص کبیر سے نقل ہے کہ ان کے وقت میں ایک دفعہ امام صاحب اور امام شافعی کے شاگردوں میں تنازع ہوا۔ امام شافعی کے شاگرد ان کو امام ابوحنیفہؒ پر ترجیح دیتے تھے۔ ابوعبداللہ نے کہا امام شافعی کے مشائخ کا شمار کرو کہ وہ کس قدر ہیں جب شمار کیا گیا تو اسی ۸۰ نکلے پھر امام ابوحنیفہؒ کے مشائخ کا شمار ہوا تو ان کی تعداد چار ہزار ۴۰۰۰ ثابت ہوئی پھر ابوعبداللہ کہنے لگے یہ امام صاحب کے ادنیٰ فضائل سے سمجھئے۔

امام صاحب کے شاگردوں کی تعداد

اسی طرح جن لوگوں نے امام صاحب سے حدیث روایت کی ہے ان کی بھی تعداد کثیر ثابت ہوتی ہے چنانچہ خیرات الحسان کے صفحہ ۲۹ میں ہے۔ الفصل الثامن فی ذکر الآخذین عنه الحدیث و الفقه قیل استیعابه متعذر لایمکن ضبط ومن ثم قال بعض الائمه لم یظهر لاحد من ائمة الاسلام المشهورین مثل ما ظهر لابی حنیفة من الاصحاب والتلامیذ و لم ینتفع العلماء وجمیع الناس مثل ما انتفعوا به وباصحابه فی تفسیر الاحادیث المشتبهة و المسائل المستنبطة والنوازل والقضایا و الاحکام جزاهم الله خیرا وقد ذکر منهم بعض متاخری المحدثین فی ترجمة نحو ثمانمائة مع ضبط اسمائهم و نسبهم بما یطول ذکره۔ یعنی امام صاحب کے جن لوگوں نے حدیث و فقہ کا اخذ کیا ان کی تعداد کا ضبط کرنا مشکل ہے اس لیے کہا گیا ہے کہ کسی امام اسلام کے اس قدر اصحاب و تلامذہ نہیں ہوئے جتنے امام صاحب کے ہیں اور علماء دین وعوام الناس نے جس قدر نفع آپ کے اور آپ کے اصحاب سے حاصل کیا ہے اور کسی سے ایسا حاصل نہیں

کیا ہے۔ احادیث مشکلہ کی تفسیر اور مسائل مستنبط و احکام و قضایا کے متعلق بعض متاخرین محدثین نے آٹھ سو آپ کے شاگردوں کی فہرست لکھی ہے جس میں ان کا نام و نسب مفصل لکھا ہے ایسا ہی حافظ جلال الدین سیوطی نے تبییض الصحیفہ کے صفحہ ۹ سے تک اصحاب ابی حنیفہؒ کی اسم وار فہرست لکھی ہے اور کردری نے اپنی کتاب کے صفحہ ۲۱۹ سے ۲۴۲ تک اصحاب ابی حنیفہ کے شاگردوں کے اسماء کی فہرست بتفصیل مقام سکونت بیان کی ہے جن میں سے عبداللہ بن یزید مقری کی نسبت صفحہ ۲۱۹ پر لکھا ہے کہ صرف اس نے امام صاحب سے ۹۰۰ حدیث سنی تھی۔ وقس علی هذا الباقین۔ اب آپ ہی خیال کریں کہ جب صرف ایک ہی شاگرد آپ کا ایسا ہے جس نے آپ سے نو سو ۹۰۰ حدیث سنی ہے اور ایسے شاگرد سینکڑوں اور ہیں جن کی تعداد کا ضبط کرنا بقول مصنفین مشکل ہے تو پھر آپ کے تبحر فی الحدیث اور کثرت حفظ حدیث کا اندازہ بانصاف ناظرین خود لگا سکتے ہیں اور یہ بھی سمجھ سکتے ہیں کہ جو شخص باوجود اس کے امام صاحب کی نسبت یہ بات کہے کہ آپ حدیث نہیں جانتے تھے یا آپ سے بڑھ کر کوئی دوسرا حافظ حدیث تھا اس کا قول کہاں تک راستی سے گرا ہوا ہے اور خیرات الحسان کے صفحہ ۲۵ میں خلف بن ایوب سے جو امام ترمذی کے استاد ہیں اس طرح پر منقول ہے۔ وقال خلف هذا ایوب صار العلم من الله تعالی الی محمد صلی الله علیه وسلم ثم منه الی اصحابه ثم منهم الی التابعین ثم صار الی ابی حنیفة و اصحابه فمن شاء فلیسخط۔ یعنی خلف بن ایوب فرماتے ہیں کہ علم درگاہ باری تعالیٰ سے حضرت محمد الرسول اللہ صلعم کو پہنچا پھر آپ کے اصحاب کو پھر ان سے تابعین کو پھر امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب کے حصہ میں آیا بس جو چاہے اس پر خوش ہو

بو چاہیے تھا ہو الغرض امام ہمام سراج الائمہ اور امام الائمہ تھے جو کچھ خدمت دین
اسلام آپ سے اور آپ کے اصحاب سے ہوئی کسی دوسرے امام سے ہرگز نہیں
ہوئی اور یہی وجہ ہے کہ آپ کا مذہب مشرق سے مغرب تک تمام اقطاع الارض
میں پھیل گیا ہے اور اسی لیے حافظ الحدیث عبداللہ بن داؤد الخریبی وغیرہ محدثین نے
اہل اسلام کو اس بات کی ترغیب دی ہے کہ ان پر واجب ہے کہ اپنی نمازوں
میں امام ابو حنیفہؒ کے لیے دعا کیا کریں کیونکہ انہوں نے ان کے لیے رسول خدا کی سنن
اور فقہ کو محفوظ کیا ہے دیکھو شہادت الخ۔ وہابی دوست کا یہ خیال بالکل غلط ہے کہ
جو عالم کثیر الحدیث ہوتا ہے وہ بطریق اولیٰ مجتہد ہو سکتا ہے کیونکہ اگر ایسی صورت
ہوتی تو بموجب اس روایت کے جو کتاب الانصاف کے صفحہ ۲۴ میں اس طرح پر لکھی
ہے۔ قال الشافعی لاحمد انتم اعلم بالاخبار الصحیحۃ منّا
فاذا کان خبر صحیح فاعلمونی حتی اذھب الیہ کوفیا[1]
کان او بصریا او شامیا۔ الخ امام احمد بن حنبل کو امام شافعی پر ترجیح ثابت
ہوتی جو خود ہی بہ نسبت اپنے امام احمد کی اعلم بالاخبار صحیح ہونے کی شہادت دے
رہے ہیں حالانکہ بعض محققین تو امام احمد کو مجتہد ہی قرار نہیں دیتے اور کہتے ہیں
کہ وہ صرف حفاظ حدیث تھے اور امام شافعی کے بعد کوئی مجتہد مستقل نہیں ہوا۔
ہاں یہ امر کہ صرف حدیث میں حضرت امام ہمام کی بخاری و مسلم کی طرح چنداں بڑی
ضخیم تصانیف موجود نہیں سو اس کی وجہ بھی علماء دین نے بیان کر دی ہے چنانچہ
خیرات الحسان کے صفحہ ۲۶ میں لکھا ہے۔ و لاجل اشتغالہ بھذا الاھم

[1] یعنی امام شافعی نے امام احمد سے کہا کہ آپ صحیح حدیثیں ہم سے زیادہ جانتے ہیں
پس اگر کوئی صحیح حدیث آپ کو معلوم ہو تو مجھے آپ اطلاع دیں کہ میں اس پر عمل کروں
خواہ وہ کسی کوفہ یا بصرہ و شام کے رہنے والے سے آپ کو ملی ہو۔

لم یظہر حدیثہ فی الخارج کما ان ابابکر و عمر رضی
اللہ عنہما لما اشتغلا لمصالح المسلمین العامۃ لم
یظہر عنہما من روایۃ الاحادیث مثل ما ظہر عمن
دونہما حتی صغار الصحابۃ رضوان اللہ علیہم وکذلک
مالک و الشافعی لم یظہر عنہما مثل ما ظہر عمن تفرغ
للروایۃ ابی زرعۃ و ابن نعیم لاشتغالہما بذلک الاستنباط
علی ان کثرۃ الروایۃ بدون الدرایۃ لیس فیہ کبیر
مدح بل عقد لہ ابن عبد البر بابا فی ذمہ ثم قال
الذی علیہ فقہاء جماعۃ المسلمین و علماءہم ذم
الاکثار من الحدیث بدون تفقہ ولا تدبر و قال ابن
اول الروایۃ تفقہ۔ یعنی چونکہ حضرت امام ابو حنیفہؓ ایک اہم کام استنباط
مسائل دین میں مشغول تھے اس لیے آپ کی روایت حدیث کا زیادہ ظہور خارج
میں نہ ہوا جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ جب کہ عامہ مسلمان کے مصالح
اور انتظامی امور میں مشاغل تھے اس لیے ان سے روایت اور احادیث کا
ظہور ایسا نہیں ہوا جیسا کہ دوسرے صحابہ سے حتی کہ صحابہؓ سے ہوا ہے اور ایسا
ہی امام مالک و شافعیؒ سے بھی اس قدر روایۃ حدیث کا ظہور نہیں ہوا۔ جیسا کہ ان محدثین
سے ہوا جو اس کام کے لیے فارغ تھے جیسا کہ ابو زرعہ اور ابو نعیم وغیرہ کیونکہ ائمہ
مذہب استنباط مسائل کے کام میں مشغول تھے علاوہ یہ کہ کثرۃ روایت
بغیر درایۃ کے موجب مدح نہیں ہے بلکہ ابن عبد البر نے اپنی کتاب میں اس کی مذمت
میں علیحدہ باب باندھا ہے اور کہا ہے کہ فقہاء اور علماء اسلام اس امر پر متفق ہیں
کہ اکثار حدیث بدون فقہ و تدبر امر مذموم ہے اور ابن شبرمہ نے کہا ہے کہ کم

کرنا ہی تفقہ ہے بستان المحدثین کے صفحہ ۶ میں امام مالک کا قول لکھا ہے۔ لیس العلم کثرۃ الروایۃ انما ھو نور یضعہ اللہ فی القلب یعنی علم کثرۃ روایت کا نام نہیں ہے بلکہ وہ ایک نور ہے جو اللہ تعالے کسی دل کو بخشتا ہے۔ میزان الشعرانی کے صفحہ ۲۱ میں لکھا ہے۔ وکان الامام حمدان بن سہل یقول لو کنت قاضیاً لحبست کلا من ھذین الرجلین من یطلب الحدیث ولا یطلب الفقہ او یطلب الفقہ ولا یطلب الحدیث ویقول انظروا الی الائمۃ المجتھدین کیف طلبوا الحدیث مع الفقہ ولم یکتفوا باحدھما یعنی امام حمدان بن سہل کہتے ہیں کہ اگر میں قاضی یعنی حاکم ہوتا تو البتہ ان دو آدمیوں میں سے ہر ایک کو قید کرتا یعنی جو شخص حدیث کو طلب کرے اور فقہ کو طلب نہ کرے یا فقہ کو طلب کرے اور حدیث کو طلب نہ کرے اور فرمایا دیکھو ائمہ مجتہدین کی طرف کہ کیسے انہوں نے حدیث کو فقہ کے ساتھ طلب کیا اور صرف ایک کے ساتھ ہی انہوں نے اکتفا نہیں کیا۔

الحاصل صاحب خیرات الحسان اور دیگر علمائے کرام نے اپنی تصریحات بالا میں مثل دیگر محدثین کے امام ابوحنیفہ سے بذریعہ کتابت یا زبانی روایت کے احادیث ظاہر نہ ہونے کی بڑی بھاری وجہ یہ بتا دی ہے کہ چونکہ وہ دین محمدیہ کی ایک بھاری خدمت یعنی تدوین فقہ اور اس کے ذریعہ سے سنن نبوی کے محفوظ کر دینے کے ایک اصل الاصول کام میں مشغول ہوئے تھے جس کے مقابلہ میں کثرت تصانیف یا کثرت روائت حدیث کا کام کچھ بھی وقعت نہیں رکھتا تھا اس لیے ظاہر ہے کہ ایک نہایت ہی اعلیٰ اور اہم کام چھوڑ کر وہ ایک ادنیٰ کام روایت حدیث کا کس طرح اختیار کر سکتے جو بعض صورتوں میں بجائے خوبی کے ایک مذموم امر

خیال کیا جا سکتا ہے جیسا کہ حضرات شیخین (ابوبکر و عمر) نے جو کچھ خدمت اسلام اور مسلمانوں کی اصلاح کی ہے وہ ان صحابہ سے قدر و قیمت میں بمدارج بڑھ کر ہے جو صرف روایت کرنے میں مشغول رہے اور اسی وجہ سے حضرات شیخین سے بمقابلہ دیگر ادنیٰ صحابہ کے حدیث کی روایت بہت ہی کم پائی گئی ہے اگر یہ کہو کہ امام مالک وامام شافعی بھی تدوین فقہ میں مشغول ہوئے تھے پھر کیوں ان سے خارج میں احادیث کی روایت ہوئی ہے اس کا جواب علامہ ابن حجر نے خود ہی مجملاً یہ دے دیا ہے کہ اگرچہ تدوین فقہ کے قواعد و اصول امام ابوحنیفہ کے قائم کر دینے سے امام مالک و شافعی کو اپنی تدوین فقہ میں بہت کم محنت کرنی پڑی ہے مگر تاہم ان سے بہ نسبت دیگر محدثین کے جو صرف روایت کے لیے متفرغ تھے بہت کم احادیث ظاہر ہوئی ہیں۔

دوسری وجہ امام ابوحنیفہ سے کثرت کے ساتھ حدیث ظاہر نہ ہونے کی یہ ہے کہ حضرات شیخین بکثرت روایت احادیث کے بہت ہی مخالف تھے اور یہ خیال ان کو رسول خدا کے اس ارشاد سے پیدا ہوا تھا جو آپ نے کفیٰ بالمرء کذباً ان یحدث بکل ما سمع[1] کے الفاظ سے فرمایا ہوا تھا جس پر حضرت عمر تو صرف قلیل روایت کرنے کی تاکید ہی نہیں فرماتے تھے بلکہ وہ زیادہ روایت کرنے والوں کو سزا تک دینے سے فرق نہ کرتے تھے اور حضرت صدیق نے اپنی جمع کردہ احادیث کو جلا دیا تھا چنانچہ امام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ صفحہ ۶ میں لکھا ہے وقد کان عمر من وجلہ یخشیٰ الصاحب علی رسول

[1] یعنی آدمی کو اتنا جھوٹ کفایت کرتا ہے کہ جو بات سنے اس کو بیان کر دے چونکہ اکثر خبریں جھوٹ سے خالی نہیں ہوتی اس لیے اگر ہر بات کو بیان کر دے گا تو ضرور جھوٹا ٹھہرے گا۔ مشکوۃ باب الاعتصام۔

اللّٰہ علیہ وسلم یا مرهم ان یقلوا الروایۃ عن
نبیهم ولئلا یشتغل الناس بالاحادیث عن حفظ.
یعنی حضرت عمرؓ اس خوف سے کہ صاحب حدیث کہیں رسول خدا پر خطا نہ کر
دے ان کو حکم دیا کرتے تھے کہ پیغمبر خدا سے کم روایت کیا کریں تاکہ مشغول ہو جائیں
لوگ ساتھ احادیث کے حفظ کرنے سے۔ پھر مسودہ میں ہے۔ عن ابی سلمۃ
عن ابی هریرۃ قلت لہ اکنت تحدث فی زمان عمر هکذا
فقال لو کنت احدث فی زمان عمر مثل ما احدثکم
لضربنی بمخفقتہ. یعنی ابی سلمہ سے روایت ہے کہ میں نے ابوہریرہؓ
سے پوچھا کہ کیا آپ زمانہ عمرؓ میں بھی اسی کثرت سے حدیث بیان کیا کرتے تھے کہا کہ
اگر میں ان کے زمانہ میں اس کثرت سے حدیث بیان کرتا تو البتہ وہ مجھے اپنی چھڑی سے
مضروب کرتے۔ عن سعید بن ابراهیم عن ابیہ ان عمر حبس
ثلاثۃ ابن مسعود و ابا الدرداء و ابا مسعود الانصاری
فقال قد اکثرتم الحدیث عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ
علیہ وسلم. یعنی سعید اپنے باپ ابراہیم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت
عمر نے تین صحابہ یعنی ابن مسعود ابا الدرداء و ابا مسعود الانصاری کو قید کیا اور فرمایا
کہ تم کو یہ سزا اس لیے دی گئی ہے کہ تم نے رسول خدا سے بہت حدیث بیان
کی ہیں۔ اور مسودہ میں ہے۔ قالت عائشۃ جمع ابی الحدیث عن
رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وکانت خمسمائۃ
حدیث فبات لیلۃ یتقلب کثیرا قالت فغمنی فقلت
اتتقلب لشکوی اولشی بلغک فلما اصبح قال ای بنیۃ
هلمی الاحادیث التی عندک فجئتہ بها فدعا بنار فحر

قہا قال خشیت ان اموت وهی عندی فیکون
فیها احادیث عن رجل قد ائتمنتہ و وثقت و لم یکن کما
حدثنی فاکون قد نقلت ذالک فهذا لا یصح واللّٰہ اعلم
یعنی حضرت عائشہؓ نے فرمایا ہے کہ میرے باپ نے رسول خدا سے پانچ سو احادیث
جمع کی تھیں جو میرے پاس تھیں پس ایک دن جو آپ رات کو گھر میں آئے تو
ادھر ادھر بہت پھرتے تھے میں نے مغموم ہو کر کہا کہ کیا آپ کو میری نسبت کوئی
شکایت پہنچی ہے جو آپ ادھر پھرتے معلوم ہوتے ہیں جب صبح ہوئی تو فرمایا اے
میری بیٹی وہ احادیث جو تیرے پاس ہیں مجھے لا کر دے دے میں نے فوراً لا کر
دے دیں پھر آپ نے آگ مانگی اور ان کو جلا دیا اس پر میں نے کہا کہ آپ نے ان کو
کیوں جلا دیا ہے۔ فرمایا میں ڈرا ہوں اس بات سے کہ اگر میں مر جاؤں اور یہ احادیث
پیچھے رہ جائیں اور ان میں کوئی ایسی حدیث کہ ایسے آدمی سے کی ہو جس کو میں نے
امانتدار اور معتبر سمجھا ہے اور اصل میں وہ حدیث ایسی نہ ہو جیسی کہ اس نے بیان کی ہے
پس اس حالت میں ایسی حدیث کا نقل کرنے والا ہونگا جو در اصل صحیح نہ ہو۔ دیکھو حضرات
شیخین رسول خدا سے احادیث کے روایت کرنے میں کس قدر محتاط تھے کہ صرف
ایک راوی کے درمیان میں پڑ جانے سے بھی ان کو رسول خدا سے حدیث کے
صحیح طور پر مروی ہونے کا احتمال رہتا تھا۔ حالانکہ صحابہ سب عادل اور مشہود لہ بالخیر
زمانہ کے صدر اول تھے پس چونکہ احادیث اقتدوا بالذین من
بعدی من اصحابی ابوبکر و عمر اور علیکم بسنتی و سنۃ
خلفاء الراشدین المہدیین الخ میں رسول خدا نے حضرات شیخین
کی تقلید اور اتباع کے وجوب کا صریح طور پر حکم دیا تھا اس لیے امام ابوحنیفہؒ نے
روایت حدیث کے بارے میں حتی الامکان حضرات شیخین کے مسلک اور ان کی سنت سنیہ

کا اتباع کر کے بہ نسبت دیگر محدثین کے کم روایت کی ہے اور بکثیر حدیث اور کتابت حدیث کو پسند نہیں کیا۔

حیدرآبادی دوست نے یہ بالکل جھوٹ کہا ہے کہ اصول فقہ کے مدون امام شافعی صاحب تھے غالباً آپ کتب اسلامیہ سے بالکل نابلد ہیں ورنہ ایسا کبھی نہ لکھتے اور نہیں ہم بتائیں کہ علم شریعۃ و اصول کے مدون کون تھے اگر اس بارہ میں کسی حنفی کتاب کا حوالہ دیں تو شاید تم نہ مانو۔ اس لیے ہم پہلے ایک شافعی المذہب بزرگ امام کی تصنیف سے ثابت کرتے ہیں کہ علم اصول کے مدون امام ابوحنیفہؒ تھے نہ شافعی رحمۃ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی اپنی کتاب تبییض الصحیفہ صفحہ ۳۶ میں لکھتے ہیں۔ ھو اوّل من دوّن علم الشریعۃ ورتبہ ابواباً ثم تابعہ مالک بن انس فی ترتیب الموطا و لم یسبق ابا حنیفۃ احدلان الصحابۃ

ؔ یہ حدیث صحیح ترمذی میں اس طرح پر مروی ہے۔ عن ابن مسعودؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقتدوا بالذین من بعدی اصحابی ابوبکر و عمر واھتدوا بھدی عمارؓ و تمسکوا بعھد ابن ام عبد ابن مسعود کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ پیروی کرو تم میرے پیچھے میرے اصحاب سے ابوبکر اور عمر کی اور چلو تم ساتھ خصلت اور راہ عمار بن یاسر کے اور چنگل مارو ساتھ قول ابن ام عبد یعنی ابن مسعود کے۔

ؔ یہ حدیث مشکوٰۃ باب الاعتصام میں سنن ابوداؤد اور مسند امام احمد سے بایں الفاظ منقول ہے۔ عن العرباض قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات یوم ثم اقبل علینا بوجہہ فوعظنا

موعظۃ بلیغۃ ذرفت منھا العیون ووجلت منھا القلوب فقال رجل یا رسول اللہ کان ھذہ موعظۃ مودع فاوصنا فقال اوصیکم بتقوی اللہ والسمع والطاعۃ وان کان عبداً حبشیاً فانہ من یعش منکم بعدی فسیری اختلافاً کثیراً فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین تمسکوا بھا وعضوا علیھا بالنواجذ وایاکم ومحدثات الامور فان کل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ۔ یعنی عرباض بن ساریہ کہتے ہیں کہ ایک روز نماز پڑھی رسول خدا نے ساتھ ہمارے پھر مونہہ مبارک ہماری طرف کر کے ایسی خوب نصیحت ہم کو کی کہ اس سے ہمارے آنسو نکل پڑے اور دل ڈر گئے پس ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ گویا یہ نصیحت وداع کرنے والی ہے پس کوئی آسان وصیت کرو ہم کو۔ پس فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ وصیت کرتا ہوں میں تم کو پرہیزگاری اور خدا سے ڈرنے کی اور سننے حکم و فرمانبرداری احکام کی اگرچہ حاکم غلام حبشی ہی کیوں نہ ہو کیونکہ جو شخص میرے بعد زندہ رہے گا پس وہ دیکھے گا بہت اختلاف لوگوں میں پس لازم پکڑو اپنے اوپر میری سنت اور میرے خلفائے راشدین ہدایت یافتہ کی سنت چنگل مارو ساتھ میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت کے اور سخت دانت مارو اس سنت پر اور دور رکھو اپنے آپ کو بدعتوں سے کیونکہ ہر ایک بدعت گمراہی ہے۔ والتابعین لم یضعوا فی علم الشریعۃ ابواباً مبوبۃ ولا کتباً مرتبۃ۔ یعنی امام ابوحنیفہؒ پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے علم شریعۃ کی تدوین کی اور اس کے ابواب مرتب کئے پھر ان کے تابع مالک بن انس کتاب موطا کی ترتیب دینے میں ہوئے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اس بارہ

میں کسی کو سبقت حاصل نہیں ہے کیونکہ صحابہ اور تابعین نے علم شریعت میں کوئی ابواب یا کتب کی ترتیب نہیں دی اور علامہ موفق بن احمد مکی نے اپنی کتاب کے جلد ۲ صفحہ ۲۲۵ میں لکھا ہے قال محمد بن الجعفر ابو یوسف صاحب ابی حنیفۃ و اول من وضع الکتب فی اصول الفقہ علی مذہب ابی حنیفۃ۔ یعنی محمد بن جعفر کہتے ہیں کہ امام ابو یوسف شاگرد امام ابی حنیفہ رح ہی پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے علم اصول فقہ میں امام صاحب کے مذہب پر کتابیں لکھیں۔ پس جب یہ ثابت ہو گیا کہ علم شریعت و اصول فقہ کے مدون ہی امام ابو حنیفہ تھے تو پھر حیدرآبادی کا یہ کہنا کہ علم اصول سے واقفی کی شرط امام صاحب میں پائی نہیں جاتی سراسر اس کی جہالت کی دلیل ہے۔

امیر علی حیدرآبادی نے جو بحوالہ منتخب یہ کہا ہے کہ مجتہد کے لیے تین یا پانچ لاکھ احادیث کا جاننا ضروری ہے اول تو یہ تعداد حقیقی نہیں ہے بلکہ اس سے مراد کثرت احادیث کی ہے جیسا کہ کشف الظنون کے صفحہ ۳۹۹ میں لکھا ہے ھذہ الاعداد المذکورۃ لیست علی الحقیقۃ و انما المراد منہا معنی الکثرۃ فقط۔ کیونکہ ۵ لاکھ احادیث کہاں ہیں اگر تمام جہاں کی احادیث جمع کی جائیں تو ۲۵ ہزار حدیث بھی صحیح ثابت نہیں ہو سکتیں حافظ جلال الدین سیوطی نے تمام جہاں کی حدیث کی کتابوں سے احادیث کو نقل کر کے اپنی کتاب جمع الجوامع میں بطور استیعاب جمع کیا تھا اور پھر اس جمع الجوامع سے ۹۵۰ ہجری میں حضرت شیخ علی متقی نزیل مکہ مکرمہ نے ان احادیث کو ابواب فقہ پر مرتب کر کے اپنی کتاب کنز العمال فی سنن الاقوال و الافعال میں جمع کیا ہے اور اپنی طرف سے کوئی حدیث باقی رہنے نہیں دی اگر ان احادیث کو جن میں سب قسم کی احادیث صحیح حسن ضعیف مرفوع موقوف۔ آثار صحابہ تابعین تبع تابعین بھی شمار کیا جاوے تو ان

کی تعداد بشکل ۵۰ ہزار تک پہنچتی ہے جو بحذف مکررات و بسبب کثرت کے صرف ۳۰-۴۰ ہزار ہی رہ جاتی ہے اور پھر ان میں احکامی احادیث حسب تصریح محققین صرف تین ہزار ہی ہیں یا اس کے قریب جن کا مجتہد کو جاننا ضروری ہے باقی اخبار قصص، فضائل، مواعظ وغیرہ وغیرہ ہیں اگر یہ کہو کہ امام بخاری وغیرہ محدثین نے جو یہ کہا ہے کہ ہم نے ۵ یا ۶ لاکھ احادیث سے انتخاب کر کے اپنی اپنی صحیح کو مرتب کیا ہے اگر اس قدر احادیث ان کو یاد نہیں تھیں تو پھر کیسے انہوں نے ایسا کہا اس کا جواب سہل ہے کہ ایک ایک حدیث کے کئی کئی طرق ہوتے ہیں جن میں بعض صحیح بعض حسن اور ضعیف باقسامہ ہوتے ہیں چنانچہ یہ امر ان لوگوں پر کہ جن کو احادیث سے کچھ مس ہے پوشیدہ نہیں ہے پھر انہیں طرق کے اعتبار و شمار پر متواتر مشہور، احاد، عزیز، غریب کا اطلاق احادیث پر کیا جاتا ہے پس اگر انہیں طرق کی برکت سے ۳۰-۴۰ ہزار سے زیادہ نہیں ہے ورنہ زیادہ کے مدعی ثابت کر دکھلائیں جس کا بار ثبوت ان کے ذمہ ہے۔ دوم ۵ لاکھ حدیث کی تعداد مجتہد کے لیے نہیں ہے بلکہ اس مفتی کے لیے ہے جو بلا اجتہادی طاقت اور اس کی مدد کے صرف روایت کے زور پر و علم پر احادیث و آثار اور قضایائے صحابہ و تابعین وغیرہ سے جو سب حدیث کی تعریف میں داخل ہیں فتوے دینا چاہتا ہے جیسا کہ امام احمد کے جوابی قول مندرجہ کتاب حجۃ اللہ البالغہ صفحہ ۱۵۵ اسے ظاہر ہے اور مطلب اس کا یہ ہے کہ شرعی مسائل میں فتویٰ دینا کوئی آسان کام نہیں ہے اور اس کے لیے روایات اور معلومات کا بہت ذخیرہ مفتی میں موجود ہونا چاہیے یہی امام احمد کی تصریح مذکور در اصل آپ لوگوں کی تردید اور تنبیہ میں واقع ہوئی ہے جن کا خیال ہی یہ ہے کہ جس کے پاس صرف قرآن مجید اور سنن ابوداؤد ہو تو اس کو تمام دین کے مسئلوں کے لیے کافی ہے۔" دیکھو اخبار اہلحدیث یکم جنوری

۱۹۰۹ء صفحہ ۶ -

وہابی ایک وقت امام شافعیؒ اور محمد بن حسن شاگرد ابو حنیفہؒ میں جھگڑا مباحثہ ہوا کہ ابو حنیفہؒ زیادہ عالم ہے یا امام مالکؒ۔ اس مباحثہ میں امام شافعیؒ نے کہا کہ محمد تمہیں قسم خدا کی تم ہی بیان کرو کہ کون قرآن میں اعلم ہے تو امام محمد نے کہا اللّٰھم صاحبکم (تمہارے صاحب امام مالکؒ) پھر شافعیؒ نے کہا محمد قسم خدا کی بتلاؤ سنت میں کون زیادہ عالم۔ محمد نے کہا اللّٰھم صاحبکم یعنی امام مالک اس کے بعد امام شافعیؒ نے کہا کہ اب قیاس باقی رہا سو قیاس کوئی چیز نہیں۔ یہ حکایت چند کتب تواریخ وطبقات میں مفصل ہے کتب متقدمین میں غور کرنے سے یہ تمیز نکلتا ہے کہ علم شافعیؒ کا امام مالکؒ سے اور علم امام احمدؒ کا شافعیؒ سے اور علم امام بخاریؒ کا ان سب سے زیادہ تھا مگر امام ابو حنیفہؒ اس درجہ میں بہت کم رہے ہیں باقی ذکرہ۔

حنفی وہابی دوست نے اس مکالمہ کی کوئی سند نہیں بتائی کہ کس کتاب میں مذکور ہے صرف زبان سے کہہ دینا کہ چند کتب تواریخ وطبقات میں یہ حکایت مفصل ہے کچھ وقعت نہیں رکھتا۔ ان چند میں سے کسی ایک کا ہی نام لکھ دیا ہوتا اگر آپ یہ کہیں کہ تاریخ ابن خلکان میں یہ مکالمہ درج ہے جیسا کہ نواب صدیق حسن خان نے اتحاف النبلاء میں تاریخ ابن خلکان کا حوالہ دیا ہے مگر ہم کہتے ہیں کہ ابن خلکان میں اس قصہ کا ہونا کوئی دلیل اس کی معتبری کی نہیں ہو سکتی کیونکہ اول تو مصنف ابن خلکان قاضی شمس الدین ابی العباس احمد بن محمد ساتویں صدی کے مورخ تھے جنہوں نے سنہ ۶۷۲ھ میں اس کتاب کو لکھا اور اس میں بعض ایسی منہ زبانی ائمہ کی باتیں سنی سنائی بھی لکھ دیں جو کسی کتاب میں پائی نہ گئی تھیں جیسا کہ کشف الظنون کے صفحہ ۶۲۸ میں لکھا ہے فجعله الى ترتيب على حروف المعجم

چنانچہ یہ قصہ بھی جو ابن خلکان نے اس طرح پر لکھا ہے قال الشافعی قال لی محمد بن حسن ایهما اعلم صاحبنا ام صاحبکم الخ ثابت ہوتا ہے کہ صرف سنا سنایا لکھ دیا ہے اور اس کی کوئی سند بیان نہیں کی کہ کس راوی نے یہ مکالمہ امام شافعیؒ و امام محمدؒ کا روایت کیا ہے پس جب کہ اس کی کوئی سند ہی نہیں ہے تو پھر چار سو برس کے زمانہ کے پہلے کا حال بلاسند صرف اعتبار پر کہ فلاں کتاب میں لکھا ہوا ہے کس طرح قابل اعتبار ہو سکتا ہے دوم اس قصہ کی بے اعتباری اس سے بھی ظاہر ہے کہ سوال کی ابتداء امام محمد سے ہوئی ہے اور چونکہ امام محمدؒ بعد امام ابو حنیفہؒ کے تین سال امام مالکؒ کی شاگردی میں رہ کر دونوں کے مبلغ علم کا خوب موازنہ حاصل کر چکے ہوئے تھے اس لیے ان کو اپنے شاگرد امام شافعی سے جو صرف امام مالکؒ کے ہی مبلغ علم سے بوجہ ان کی شاگردی کے واقف تھے امام ابو حنیفہؒ و امام مالکؒ کے علم کے موازنہ کا سوال کرنا بالکل بے معنی بلکہ سراسر خلاف عقل ونقل تھا۔ سوم اس قصہ کا اگر کچھ بھی اصل ہوتا تو ائمہ اربعہ کی کتب مناقب میں سے کسی کتاب میں تو ضرور اس کا کچھ نشان پایا جاتا اور یہ عجیب بات ہے کہ اصحاب مناقب تو اس قصہ سے بالکل ساکت رہیں اور ایک عام مورخ جو رطب ویابس کا جامع ہو اس قصہ کو بیان کر دے اور پھر طرفہ تر یہ کہ کوئی سند بھی ساتھ بیان نہ کرے چہارم یہ قصہ ائمہ مجتہدین محدثین کی متذکرہ بالا ۴۹ شہادتوں خصوصاً شہادت نمبر سوم کے بالکل منافی ہے جس میں حضرت ابن مبارک محدثین کے پیشوا جنہوں نے بوجہ شاگردی امام ابو حنیفہؒ و امام مالکؒ کے دونوں کا زمانہ خوب دیکھا ہوا تھا اور ہر دو کے مبلغ علم کا موازنہ کما ینبغی کیا ہوا تھا۔ امام ابو حنیفہ کی فضیلت پر اس طرح شہادت دیتے ہیں۔ لیس احدٌ احق ان یقتدیٰ به من ابی حنیفة لانه كان اماماً تقياً ورعاً

عالماً فقيهاً كشف العلم كشفاً لم يكشفه احد ببصره وفهمه وفطنته وتقى ۔ یعنی امام ابوحنیفہؒ سے بڑھ کر کوئی شخص اس بات کا مستحق نہیں ہے کہ اس کی تقلید کی جاوے کیونکہ وہ ایک امام متقی متورع ۔ عالم ۔ فقیہ تھے جیسا کہ انہوں نے علم کو اپنی بصارت ۔ فہم ۔ ادراک اور اتقاء سے کھولا ہے ایسا کسی نے نہیں کھولا۔ دیکھو ابن مبارک کس قدر امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کی عظمت و فضیلت ظاہر کرتے ہیں کہ ان کے نزدیک کوئی بھی مذہب بجز امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کے اقتدا و تقلید کا زیادہ تر مستحق نہیں ہے پس اس شہادت اور نیز دیگر محدثین و علمائے کرام کی شہادتوں کا یہ نتیجہ ہوا ہے کہ محققین نے مذاہب اربعہ میں سے صرف امام ابوحنیفہؒ اور ان کے مذہب کو ہی ترجیح دی ہے چنانچہ عقود الجواہر المنیفہ کے صفحہ ۱۲ میں لکھا ہے۔ عن الامام شمس الدين محمد بن العلاء البابلي الشافعي وكان قد وصف بالحفظ والاتقان انه كان يقول اذا سئلنا عن افضل الائمة نقول ابو حنيفة ۔ یعنی امام شمس الدین محمد بن العلاء بابلی شافعیؒ جو حفظ و اتقان سے موصوف تھے فرماتے تھے کہ جب کوئی ہم سے پوچھے گا کہ ائمہ میں سے افضل کون ہے تو ہم یہی کہیں گے کہ ابوحنیفہؒ افضل ہیں۔ انصاف ہو تو ایسا ہی ہو کہ باوجود شافعی المذہب ہونے کے افضلیت کا سوال ہونے پر امام ابوحنیفہؒ افضل ہیں انصاف ہو تو ایسا ہی ہو کہ باوجود شافعی المذہب ہونے کے افضلیت کا سوال ہونے پر امام ابوحنیفہؒ کو ہی افضل بتایا جاتا ہے اور اصل واقعہ کو چھپایا نہیں جاتا ایسے ہی کشف الظنون کے صفحہ ۳۰۱ میں مذاہب اربعہ کا ذکر کرتے ہوئے اس طرح پر لکھا ہے۔ قال صاحب مفتاح السعادة والمذاهب المشهورة التي تلقتها العقول بالصحة هي المذاهب الاربعة

للائمة الاربعة ابي حنيفة ومالك والشافعي واحمد بن حنبل ثم الاحق والاولى من بينها مذهب ابي حنيفة رحمه الله تعالى لانه المتميز من بينهم بالاتفاق والاحكام وجودة القريحة وقوة الرأي في استنباط الاحكام وكثرة المعرفة بالكتاب والسنة وصحة الرأي في علم الكلام الى غير ذلك لكن ينبغي لمن يقلد مذهباً معيناً في الفروع ان يحكم بان مذهبه صواب ويحتمل الخطاء قطعاً۔ یعنی صاحب مفتاح السعادت نے لکھا ہے کہ مذاہب مشہور جن کی صحت کو عقول نے قبول کیا ہے چار ہیں جو چاروں امام ابی حنیفہؒ و مالکؒ و شافعیؒ و احمد بن حنبلؒ کے ہیں پھر ان میں سے بہت حق اور بہتر مذہب ابوحنیفہؒ کا ہے کیونکہ ان میں سے اتفاق و احکام اور سب سے پہلے عمدہ استخراج مسائل اور استنباط احکام میں قوت رائے اور کتاب و سنت کے ساتھ اکثر مطابقت اور علم احکام میں صحت رائے کی وجہ سے متمیز ہے لیکن اس شخص کو جو کسی مذہب معین کا فروع میں مقلد ہو لائق ہے کہ اپنے مذہب اختیار کردہ کو صواب محتمل الخطا سمجھے اور دوسرے مذہب کو خطا محتمل الصواب جانے اور اعتقادیات میں اپنے مذہب اختیار کو قطعی حق اور دوسرے کو قطعی خطا سمجھے اسی طرح علامہ عمر بن محمد بن سعید موصلی نے خالص ترجیح مذہب امام ابوحنیفہؒ میں ایک الانتصار نامی لکھ کر اس میں ثابت کیا ہے کہ مذہب صحیح یہی ہے جیسا کہ کشف الظنون کے صفحہ ۱۵۱ میں لکھا ہے۔ الانتصار والترجيح للمذهب الصحيح لعمر بن محمد بن سعيد الموصلي المتوفى سنة ... عني به مذهب ابي حنيفة رحمه الله تعالى۔

اب حیدر آبادی کارکنا کو کتب متقدمین میں غور کرنے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے

علم شافعی کا امام مالکؒ سے اور امام احمد کا شافعیؒ سے اور علم امام بخاری کا ان
سب سے زیادہ تھا محض اس کی خوش فہمی ہے ورنہ محققین محدثین تو امام احمد وغیرہ
کو امام ابو حنیفہ تو ایک طرف رہے آپ کے اصحاب و شاگردوں کے ہی مقابلہ میں
اہل علم قرار نہیں دیتے بلکہ صرف ایک دوا فروش سمجھتے ہیں جیسا کہ کتاب امام موفق
جلد ۲ صفحہ ۴۳ میں مرقوم ہے۔ عن[1] محمد بن سعد انہ سمعت
من حضر یزید بن هارون وعنده یحیی بن معین
وعلی بن المدینی واحمد بن حنبل وزهیر بن حرب و
جماعة آخرون اذ جاءه مستفت فسأله عن مسئلة فقال
له اذهب الی اهل العلم قال فقال له ابن المدینی الیس اهل
العلم والحدیث عندك قال اهل العلم اصحاب ابی حنیفة و
انتم صیادلة۔ دیکھو جب کہ امام المحدثین یزید بن ہارون امام احمد اور علی
بن مدینی کو جو استاذ امام بخاری ہیں اور جن کی نسبت خود امام بخاری نے کہا
ہے کہ بجز ابن مدینی کے اور کسی استاد کے پاس اپنے آپ کو حقیر نہیں سمجھا اور
بقول صاحب تقریب اپنے زمانہ کے وہ بڑے اعلم اور امام تھے امام ابو حنیفہؒ کے
اصحاب کے مقابلہ میں ہی اہل علم اور قابل فتوی نہیں سمجھتے تو پھر آپ کا بقول چھوٹا

---

[1] یعنی محمد بن سعد ان سے روایت ہے کہ میں نے اس شخص سے جو یزید بن ہارون
کی مجلس میں حاضر تھا سنا ہے کہ ان کی اس یحیی بن معین اور علی بن مدینی اور احمد بن حنبل
اور زہیر بن حرب اور دوسرے علماء کی جماعت بیٹھی تھی کہ آپ یعنی یزید بن ہارون کے
پاس کوئی شخص مسئلہ پوچھنے آیا آپ نے فرمایا کہ اہل علم کے پاس جاؤ اس پر ابن مدینی
نے کہا کہ کیا آپ کے پاس اہل علم حدیث بیٹھے ہوئے نہیں ہیں فرمایا کہ اہل علم تو امام ابو حنیفہ
کے اصحاب ہیں اور آپ لوگ صرف دوا فروش ہیں۔

مگر بڑی بات خود امام ابو حنیفہؒ پر ہی امام احمد اور امام بخاری کو ترجیح دینا اور
اعلم بتانا صریحاً انصاف اور راستی کا خون کرنا نہیں تو اور کیا ہے سچ تو یہ ہے
کہ طبیبوں کو ادنی اور دوا فروشوں کو اعلی قرار دینا آپ کا ہی کام ہے این کار از
تو آید و مرداں چنیں کنند۔

وہابی

اب یہ دیکھئے کہ امام ابو حنیفہؒ کو کتنی احادیث یاد تھیں اور کتنی نہیں
ابن خلدون نے نقل کیا ہے کہ ابو حنیفہؒ نے سترہ حدیث مثل اس کی
روایت کی ہیں اور احمد ابن حنبل جب شافعیؒ سے ملے تو شافعی نے کہا جاء نا
ناصر الحدیث پھر شافعیؒ نے جو ایک امام ہیں ائمہ اربعہ سے کہا من
علم الحدیث قوت حجتہ فان ابا حنیفة انت بضاعة من
علم الحدیث مزجاۃ۔ ناظرین یہ کچھ قول بخاری یا مسلم کا نہیں۔ یہ ائمہ اربعہ
میں سے ایک امام شافعیؒ کا قول ہے۔ علی بن عبداللہ مدینی نے کہا ابو حنیفہ
نے پچاس حدیثیں روایت کی ہیں سب میں خطاء ولغزش ہے ابو بکر بن داؤد
نے کہا کل ڈیڑھ سو حدیث امام ابو حنیفہؒ نے روایت کیا ہے نصف میں غلطی
واقع ہوئی۔ ابن الجوزی نے کتاب المنتظم میں ان سب اقوال کو نقل کیا ہے

حنفی

وہابیوں کی حضرت امام الائمہؒ کی نسبت یہ بڑی بھاری جرح
ہے جس کو وہ ہر موقع پر پیش کیا کرتے ہیں اور انہی کی کاسہ لیسی
کرکے حیدر آبادی نے بھی اس کو پیش کیا ہے اس لیے ہم اس پر پوری روشنی
ڈالنا چاہتے ہیں سو واضح ہو کہ امام صاحب کا حافظ الحدیث ہونا ہم پورے مفصل
ثابت کر چکے ہیں اور یہ بھی ثابت کر چکے ہیں کہ آپ کے مشائخ جن سے آپ
نے حدیث کی روایت کی ہے تعداد میں چار ہزار ہیں اور آٹھ سو سے زیادہ آپ
کے وہ شاگرد ہیں جنہوں نے آپ کے حدیثیں سنیں اور ان میں سے صرف ایک

عبداللہ بن یزید مقری نے آپ سے ۹۰۰ احادیث سنیں ان کے علاوہ قطع نظر امام ابو حنیفہؒ کی ان پندرہ مسانید کے جن میں سے چار تو آپ کے خاص شاگردوں نے آپ سے بلاواسطہ احادیث سن کر جمع کی ہیں جیسا کہ آئندہ بیان ہوگا) اگر امام ابو حنیفہ کے تلامذہ کی صرف دیگر تصانیف مثل امام محمد کی موطا و کتاب الآثار و کتاب الحجہ و سیر کبیر اور امام ابو یوسف کی کتاب الخراج و امالی وغیرہ کو دیکھا جاوے تو ان میں صدہا احادیث و آثار امام ابو حنیفہؒ سے بسند صحیح متصل مروی ملیں گے اور نیز مصنف ابن ابی شیبہ (استاذ امام بخاری) مصنف عبدالرزاق۔ تصانیف دارقطنی، تصانیف حاکم، تصانیف بیہقی۔ معاجم ثلاثہ طبرانی۔ تصانیف طحاوی مثل معانی الآثار اور مشکل الآثار وغیرہ کو دیکھو کہ ان میں کس قدر روایات بسند متصل امام ابو حنیفہؒ کے ذریعے سے موجود ہیں جس سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ آپ کس قدر احادیث پر حاوی تھے۔ پھر کون شخص ہے جو ایک صاحب المذہب جلیل الشان امام (ابو حنیفہؒ) کی نسبت یہ گمان کر سکے کہ ان کو صرف سترہ یا پچاس یا ڈیڑھ سو حدیث یاد تھیں بلکہ کے دشمن متعصب وہابی نے صداقت کا خون کر کے جو اقوال اس بارہ میں پیش کئے ہیں کہ امام صاحب کو کتنی حدیث یاد تھیں ان میں سخت تناقض ہے ایک قول میں سترہ دوسرے میں پچاس تیسرے میں ڈیڑھ سو ۔ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا ایسے بے اصل متناقض الاقوال کو معرض استدلال میں پیش کرنا اہل انصاف کے نزدیک سراسر حماقت حاصل کرنا ہے۔ ابن خلدون کی عبارت میں صریح غلطی ہے کیونکہ اس کی روایت عقلاً و نقلاً غلط ہے اس پر بدون سخت متعصب شخص کے کون اعتبار کر سکتا ہے مولوی عبدالحی صاحب مرحوم نے تذکرۃ الراشد میں صفحہ ۲۱۴ سے صفحہ ۲۲۸ تک اس پر مفصل بحث کر کے ۹ دلائل سے اس کا رد کیا ہے اور لکھا ہے کہ ابن خلدون کی عبارت کے سیاق و سباق سے ہی اس کا غلط ہونا ثابت ہو سکتا ہے۔ چنانچہ

ابن خلدون نے پہلے اس طرح پر لکھا ہے۔ وقد تقول بعض المبغضین المتعصبین الی منهم من کان قلیل البضاعة فی الحدیث فلهذا قلت روایته ولا سبیل الی هذا المعتقد فی کبار الائمه لان الشریعة انما توخذ من الکتاب والسنة۔ یعنی بعض دشمن متعصبوں نے جو اس بات کا اقرار کیا ہے کہ ائمہ میں سے جو حدیث میں قلیل بضاعت ہے اسی لیے اس سے قلیل روایت ہوتی ہے اس اعتقاد کی ائمہ کبار مجتہدین کے حق میں کوئی سبیل نہیں کیونکہ احکام شرعیہ قرآن و حدیث سے ماخوذ ہیں پس جب تک قرآن و حدیث میں معرفت تامہ حاصل نہ ہو احکام شرعیہ کا ان سے کیونکر اخراج ہو سکتا ہے اور پھر اس کے بعد لکھا ہے والامام ابو حنیفة انما قلت روایته لما شدد فی شروط الروایة والتحمل

ذروایت و تحمل حدیث کی نسبت امام ابو حنیفہؒ کی یہ شرط تھی کہ محدث کو صرف اسی حدیث کا روایت کرنا لائق ہے جس کو اس نے روز سماعت سے لے کر روایت کے دن تک بعینہ خوب یاد رکھا ہو جس کا حاصل یہ ہے کہ امام ابو حنیفہؒ جمہور محدثینؒ کے برخلاف روایت بالمعنی کو جائز نہیں رکھتے حالانکہ یہ شرط آپ کی آنحضرتؐ کے اس قول سے ماخوذ ہے جو ابوداؤد اور ترمذی وغیرہ میں ابن مسعود سے اس طرح مروی ہے نضّر الله عبداً سمع مقالتی فحفظها ووعاها واداها فرب حامل فقه وغیر فقیه ورب حامل فقه غیر فقیه ورب حامل فقه الی من هو افقه منه۔ یعنی تازہ کرے اس آدمی کو کہ سنا کہنا میرا اور یاد رکھا اس کو اور ہمیشہ یاد رکھا اس کو اور پہنچایا اس کو جیسا کہ سنا تھا پس بعض اٹھانے والے حدیث کے فقیہ نہیں ہوتے اور بعض اٹھانے والے حدیث کے فقیہ نہیں ہوتے اور بعض اٹھانے والے حدیث کے وہ اس شخص کو پہنچاتے ہیں جو زیادہ فقیہ ہوتا ہے مطلب یہ کہ بعض یاد رکھنے والے حدیث کے خود سمجھ

وضعف رواية الحديث اليقيني اذا عارضها الفعل النفسي و قلت من اجلها رواية فقل حديثه لا انه ترك رواية الحديث معتمد افحاشاه من ذالك و يدل على انه من كبار المجتهدين في علم الحديث اعتماد مذهبه بينهم والتعويل عليه و اعتباره رداً وقبولاً واما غيره من المحدثين ۔ وهم الجمهور فتوسعوا في الشروط و كثر حديثهم والكل عن اجتهاد وقد توسع اصحابه من بعده في الشروط فكثرت روايتهم وروى الطحاوی فاكثر وكتب مسنده ۔ یعنی امام ابو حنیفہ سے اس لئے قلیل روایت ہوئی کہ انہوں نے روایت اور اس کے تحمل کے بارہ میں سخت قیدیں لگائیں اور حدیث یقینی کو جب کہ اس کو فعل نفسی معارض ہو ضعیف سمجھا نہ یہ کہ معاذ اللہ انہوں نے

نہیں رکھتے اور بعض سمجھ رکھتے ہیں لیکن جس کے آگے بیان کی وہ زیادہ سمجھ رکھتا ہے پس چاہیے کہ جیسی سنی ہے اس کو پہنچا دے تاکہ جس کو پہنچائی ہے وہ اس کا مطلب سمجھے جو اس پہنچانے والے نے نہیں سمجھا مگر دیگر جمہور محدثین نے برخلاف صریح مفہوم اس حدیث کے مسموعہ احادیث کے بعینہ الفاظ یاد رکھنے اور ان کے ویسے کے ویسے ہی ادا کرنے کی کوئی شرط نہیں رکھی بلکہ روایت کے بارہ میں یہاں تک وسعت دی ہے کہ اگر راوی صرف حدیث کا مطلب ہی اپنی الفاظ میں بیان کرے تو اس کی وہ روایت مقبول ہے چنانچہ اسی لیے صحاح ستہ ہی میں ہزاروں احادیث بامعنی مروی پائی جاتی ہیں جن کے الفاظ ایک دوسرے سے ہرگز نہیں ملتے صرف ان کا مطلب ملتا ہے اور یہ امر صحاح ستہ کے ناظرین پر مخفی نہیں ہے ۔

حدیث کی روایت کو عمداً چھوڑ دیا اور قوی دلیل ان کے علم حدیث میں بڑے مجتہد ہونے پر یہ ہے کہ جملہ مجتہدین و محدثین ان کے اقوال پر اعتماد کرتے ہیں اور جیسے مجتہدین کے اقوال سے بحث کرتے ہیں تو ان کے اقوال سے بھی خواہ بطور رد کے خواہ بطور قبول کے بحث کرتے ہیں اور سوائے ان کے اور جمہور محدثین نے رواۃ کے بارہ میں وسعت دی ہے اور آسان قیدیں لگائی ہیں جس کے باعث ان سے حدیث کی زیادہ روایت ہوئی اور ہر ایک نے ایسی قیدیں و شرطیں اجتہاد سے مقرر کیں بلکہ خود تلامذہ امام ابو حنیفہؒ نے ان کے بعد شروط میں وسعت دی اور کثرت کے ساتھ ان سے روایت ہوئی چنانچہ امام طحاوی حنفی نے بہت روایتیں حدیث کی کیں اور ایک مسند روایات ابو حنیفہؒ کی لکھی ۔ دیکھو ان ہر دو عبارتوں سے ابن خلدون کا صاف یہ مطلب نکلتا ہے کہ بعض متعصب لوگ جو ائمہ کبار پر قلیل الروایت ہونے کی وجہ سے ان کو قلیل البضاعت خیال کرتے تھے یہ محض ان کا افترا ہے کیونکہ شریعت قرآن و سنت سے ہی اخذ کی جاتی ہے اور جو شخص حدیث میں قلیل البضاعت ہو وہ کیسے احادیث سے احکام شریعت کا استنباط کر سکتا ہے خصوصاً امام ابو حنیفہؒ علم حدیث میں بڑے مجتہد تھے لیکن حدیث کی جو ان سے قلیل روایت ہوئی ہے تو اس کا یہ سبب ہرگز نہیں تھا کہ وہ حدیث میں قلیل البضاعت تھے بلکہ انہوں نے اپنے کمال ورع کی وجہ سے روایت اور اس کے تحمل کے بارہ میں سخت قیدیں لگائی تھیں اور حدیث یقینی کو جب کہ اس کو فعل نفسی معارض ہو ضعیف سمجھا تھا جس سے ان سے کم روایت ہوئی لیکن جن محدثین نے روایت کے بارہ میں آسان قیدیں لگائیں ان سے حدیث کی زیادہ روایت ہوئی جب ابن خلدون کا امام ابو حنیفہؒ کی نسبت یہ حسن اعتقاد معلوم ہو گیا کہ وہ امام موصوف کو کبار مجتہدین فی الحدیث سے سمجھتا ہے اور قلیل البضاعت سمجھنے والوں کی بڑے شد و مد

سے تردید کرتا ہے تو اب اس کا ان کی روایات کی نسبت سبعۃ عشر
لکھنا صاف اثبات پر دال ہے کہ خود اس کے یا ناقل کے سہو سے بجائے سبعمائۃ
کے ۔۔۔ کے سبعۃ عشر لکھا گیا ہے کیونکہ امام ابوحنیفہؒ کی مسانید اور ان کے تلامذہ
کی تصانیف اور دیگر محدثین کی کتب حدیث میں جو ان کی روایات مروی ہوئی
ہیں تو ان کی تعداد سینکڑوں تک پہنچتی ہے پس اس کی تطبیق کے لیے سوائے اس کے
اور کوئی چارہ نہیں ہو سکتا کہ لفظ سبعۃ عشر کو سہو مصنف یا ناقل پر محمول کیا جاوے
دوم خود ابن خلدون نے امام کو کل سترہ حدیث پہنچنے پر اعتبار نہیں کیا بلکہ اس کو اہل
یجوز اس طرح پر لکھا ہے۔ یقال بلغت روایتہ الی سبعۃ عشر
حدیثا او نحوھا اور جب کہ بلفظ یقال وہ خود ہی اس کی ضعف کی طرف
اشارہ کرتا اور نحوھا کے لفظ سے سترہ کی تعداد میں شک ظاہر کرتا ہے تو پھر مقابلہ
اقوال اہل ثقات کے جو امام ابوحنیفہؒ کے بڑے حافظ الحدیث ہونے کی شہادت
دیتے ہیں اس صریح قول ضعیف اور اٹکل پچو پر اعتبار کر لینا بالکل دانائی کے برخلاف
ہے سوم اگر فرض کر لیا جائے کہ ابن خلدون نے عمداً اور معتبر خیال کر کے ایسا لکھا
ہے تو بھی اس کا یہ قول بمقابلہ ان کبار محدثین کے جو اوپر مذکور ہو چکے ہیں کوئی
وقعت نہیں رکھتا کیونکہ ابن خلدون اگرچہ امور تاریخیہ میں بڑا ماہر تھا لیکن اس
کو علوم شرعیہ اور فن حدیث میں کچھ مداخلت نہ تھی چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے
کتاب ضوء اللامع میں لکھا ہے سئل عنہ الکرکی فقال عری عن العلوم
الشرعیۃ لہ معرفۃ فی العلوم العقلیۃ۔ یعنی ابن خلدون کی
نسبت جو امام کرکی سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ وہ شرعی علوم سے عاری تھا
صرف عقلی علوم میں اس کو دخل تھا۔ پھر ایسے شخص کا کیا اعتبار جو علوم شرعیہ سے
عاری ہو ہاں اگر کسی ایسے محدث معتبر سے جو علم روایات حدیث وغیرہ میں ماہر

اور کتب حدیث سے واقف ہوتا ایسا قول صادر ہوتا تو البتہ اس کا کچھ لحاظ ہو سکتا
تھا بیچارہ ابن خلدون جس نے حدیث کو بنظر غور نہیں دیکھا کیا جانے کہ امام اعظمؒ کی
کس قدر روایات کتب حدیث میں موجود ہیں بلکہ وہ تو خود اپنی تاریخ کے ابتدا میں
مقر ہے کہ امور تاریخیہ اور حکایات منقولہ میں غلطیوں کا واقع ہونا اغلب ہے پس ان
کو پہلے میزان عقل سے وزن کرنا چاہیے اور جو باتیں براہین قطعیہ عقلیہ و نقلیہ کے
مخالف ہوں اس کو رد کر دینا چاہیے۔

حضرت امام شافعی کی نسبت یہ محض افتراء ہے کہ انہوں نے امام صاحب
کی نسبت کہا کہ کانت بضاعتہ من علم الحدیث مزجاۃ۔ چنانچہ اول
تو معترض اس کے اثبات کا کوئی حوالہ نہیں دے سکا کہ امام شافعی کا یہ قول اس
نے کس کتاب سے نقل کیا ہے اور پھر امام شافعیؒ سے اس قول کو کس راوی نے روایت
کیا ہے دوم جب کہ ائمہ ثلاثہ کی شہادتوں میں بروایت ثقات امام ابوحنیفہؒ کی نسبت
امام شافعی کا یہ قول گزر چکا ہے کہ "فقہ میں تمام فقہاء امام ابوحنیفہؒ کے وظیفہ خوار
ہیں اور جو شخص امام ابوحنیفہؒ کی کتابوں کو نہ دیکھے وہ کبھی علم میں متبحر اور فقیہ نہیں ہو
سکتا اور مجھ کو علم فقہ صرف امام کے شاگردوں کے ہی طفیل حاصل ہوا ہے۔" تو پھر ایک
جس سے ادنیٰ آدمی بھی فوراً یہ سمجھ سکتا ہے کہ وہ امام صاحب کی نسبت ایسی بے سروپا
بات کیسے کہہ سکتے تھے جو نہ خود ان کے اپنے عقیدے کے منافی تھی بلکہ ایک جم غفیر
فقہاء و محدثین کی شہادتوں کے صریح برخلاف تھی جس سے ثابت ہے کہ یہ صرف یار
لوگوں اور حاسدان امام ہمام کی من گھڑت۔ ابن جوزی ۵۹۷ھ نے کتاب منتظم میں خطیب
علی بن مدینی اور ابوبکر بن داؤد کے اقوال کو نقل کیا ہے مگر چونکہ یہ اول درجہ کا متعصب
شخص تھا اور امام ابوحنیفہؒ کی نسبت اس کو کمال درجہ کی مذہبی عداوت تھی اس لیے
اس کی جرحوں پر کوئی اعتبار نہیں کیا گیا چنانچہ اس لیے کتاب منتظم وغیرہ میں جو امام پر جرح

کی نسبت اس نے لوگوں کی جرحیں بیان کی تھیں ان کی تردید اور امام ہمام کی حمایت میں
خود اس کے پوتے علامہ ابی المظفر یوسف بن عبداللہ المعروف بہ سبط ابن جوزی متوفی ۶۵۴ھ
نے کتاب انتصار لامام ائمۃ الامصار دو جلد میں لکھ کر اپنے دادا کی خوب خبر لی اور ان
کے اعتراضوں کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیا اور یہ امر امام ابوحنیفہؒ کی کرامت میں داخل
ہے کہ خداوند جل و علا نے ابن جوزی متوفی ۵۹۲ھ نے کتاب انتصار لامام ائمۃ الامصار
دو جلدیں لکھ کر اپنے دادا کی خوب خبر لی اور اس کے اعتراضوں کو بیخ و بن سے اکھاڑ
دیا اور یہ امر امام ابوحنیفہؒ کی کرامت میں داخل ہے کہ خداوند جل و علا نے ابن جوزی
کے اعتراضات کی تردید خود اس کے پوتے ہی سے کرائی اس شخص کو صرف امام ابوحنیفہؒ ہی
سے بغض نہ تھا بلکہ صوفیائے کرام خصوصاً حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی
کا بھی یہ بڑا بھاری دشمن تھا۔ چنانچہ ان کی مخالفت میں اس نے ایک کتاب تلبیس الابلیس
نام لکھی تھی جس کے مطالعہ سے علمائے وقت نے لوگوں کو منع کر دیا تھا علاوہ اس کے
احادیث کے راویوں کی نسبت ایسا متشدد و سخت گیر تھا کہ اس نے اپنی کتاب
موضوعات میں صحاح ستہ کی بہت سی صحیح احادیث کو بھی ان کے راویوں کی تھوڑی سی
تھوڑی جرح پر موضوع قرار دے دیا اور مسند امام احمد میں ۳۸ - احادیث پر وضع
کا حکم لگایا جس کے تدارک کے لیے حافظ جلال الدین سیوطی نے کتاب تعقبات سیوطی
علی موضوعات ابن جوزی اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے القول المسدد فی
الذب عن المسند للامام احمد لکھیں اور اس کے تعصب اور اس کے
بیجا کارروائی کی خوب ہی خبر لی پس ایسے شخص کی منقولہ جرح کو اگر امام ابوحنیفہ رحمہ
کی نسبت آپ معتبر سمجھتے ہیں تو لازم ہے کہ آپ پہلے صحاح ستہ میں بھی موضوع احادیث
کا موجود ہونا تسلیم کریں۔ ابن مدینی کی جو روایت ابن جوزی نے لکھی ہے وہ بالکل
بہتان محض ہے کیونکہ ابن مدینی نے بڑے شد و مد سے امام ابوحنیفہؒ کی توثیق کی شہادت

دی ہے چنانچہ خیرات الحسان کے صفحہ ۳۰ میں لکھا ہے۔ قال الامام علی بن المدینی
ابوحنیفۃ روی عنہ الثوری و ابن المبارک و حماد بن
زید و ہشام و وکیع و عباد بن العوام و جعفر بن عون وھو
ثقۃ لاباس بہ یعنی امام علی بن مدینی نے کہا ہے کہ ابوحنیفہؒ سے سفیان
ثوری اور عبداللہ بن مبارک وغیرہ محدثین نے روایت حدیث کی ہے اور وہ ثقہ
ہے۔ دیکھو علی بن مدینی تو امام صاحب کی ثقاہت کی شہادت دے رہے ہیں۔
اور فرماتے ہیں کہ بڑے بڑے محدثین نے ان سے روایت حدیث کی ہے اور ابن
جوزی جیسا متعصب شخص برخلاف اس کے ابن مدینی کا یہ قول بیان کرتا ہے کہ امام
صاحب نے صرف پچاس حدیث کی روایت کی ہے سب میں خطاء۔ الغرض جس
طرح دیگر ائمہ حدیث نے بھی امام صاحب کی توثیق کی شہادت دی ہے چنانچہ
امیر المؤمنین نے بھی امام صاحب کی توثیق کی شہادت دی ہے چنانچہ امیر المؤمنین شعبہ
نے آپ کی نسبت یوں کہا ہے۔ کان واللہ حسن الفہم جید الحفظ حتی
شنعوا علیہ بما اعلم بہ منہم واللہ سیلقون عند اللہ وکان
کثیر الترحم علیہ[1]۔ خیرات الحسان صفحہ ۳۲) نیز خیرات الحسان کے صفحہ ۳۵ میں
ہے۔ وسئل یحییٰ بن معین احدث سفیان عنہ قال نعم[2]

[1] یعنی خدا کی قسم امام ابوحنیفہؒ نہایت عمدہ فہم اور عمدہ حافظہ تھے لوگوں نے ان پر ایسی باتوں کی بنا پر طعن کیا جن کو ان سے وہ زیادہ جاننے والے تھے آخر انھوں نے خدا سے ملنا ہے یعنی بدگوئی کا بدلہ اس وقت ملے گا اور شعبہ بڑا رحم امام ابوحنیفہؒ پر کرتے تھے۔

[2] یعنی یحییٰ بن معین سے پوچھا گیا کہ کیا ابوحنیفہؒ سے سفیان ثوری نے حدیث روایت کی ہے فرمایا کہ ہاں روایت کی ہے اور یہ بھی فرمایا کہ ابوحنیفہؒ فقہ و حدیث میں ثقہ صدوق اور اللہ کے دین پر مامون تھے۔

كان ثقة صدوقاً فى الفقه والحديث مامونا على دين الله
الیافعی تہذیب الکمال میں حافظ ابوالحجاج مزی رہ جو امام فن رجال ہیں لکھتے ہیں۔
قال محمد بن سعد العوفی سمعت یحیی بن معین
یقول کان ابوحنیفة ثقة فی الحدیث لا یحدث الا بما یحفظ
ولا یحدث بما لا یحفظ۔ وسئل صالح بن محمد الاسدی
عنه فقال کان ابو حنیفة ثقة فی الحدیث۔ یعنی صالح بن محمد اسدی
نے سوال کرنے پر فرمایا کہ امام ابوحنیفہ حدیث میں ثقہ تھے اور مزی کی کتاب میں
ہے ابوحنیفہ فقیہ اہل العراق و فقیہ الامة و ثقة ابن
معین فقال مکی اعلم زمانه۔ یعنی امام ابوحنیفہ فقیہ اہل عراق اور
فقیہ امت تھے ابن معین نے توثیق کی ہے اور مکی نے کہا ہے کہ وہ اپنے زمانہ کے علماء
سے بہت زیادہ عالم تھے اور شامی جلد ۱ صفحہ ۴۲ میں منقول ہے۔ وروی الخطیب
عن اسرائیل بن یونس انه قال نعم الرجل النعمان ماکان
احفظه لکل حدیث فیه فقه واشد فحصه وعلمه
بما فیه من الفقة یعنی اسرائیل بن یونس نے جو ائمہ صحاح ستہ کے شیوخ
سے ہیں فرمایا ہے کہ نعمان یعنی ابوحنیفہ اچھے آدمی تھے اور بڑے حافظ ان تمام
حدیث کے تھے جن میں فقاہت تھی اور نیز ان احادیث و آثار کی تلاش و علم

ؔ محمد بن سعید عوفی کہتے ہیں کہ میں نے یحیی بن معین سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ ابوحنیفہؒ
حدیث میں ثقہ تھے اور وہی حدیث روایت کرتے تھے جس کو انہوں نے حفظ کیا ہوتا
تھا اور جس حدیث کو انہوں نے حفظ نہیں کیا ہوتا تھا اس کو روایت نہیں کرتے تھے اور
صالح بن محمد اسدی سے جب امام ابوحنیفہؒ کی نسبت پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ حدیث میں ثقہ

میں سخت مصروف رہتے تھے جن میں فقاہت تھی ایسا ہی ابن ابی داؤد کی نسبت بھی
افترا محض ہے کہ اس نے کہا کہ امام ابوحنیفہ نے کل ڈیڑھ سو حدیث کو روایت کیا ہے
نصف میں غلطی واقع ہوئی کیونکہ ابن ابی داؤد نے خود امام صاحب کی تعریف کی ہے
اور کہا ہے کہ امام صاحب کی نسبت کلام کرنے والا حاسد ہے یا جاہل چنانچہ تبییض الصحیفہ
کے صفحہ ۱۱ میں لکھا ہے۔ وروی الخطیب عن ابن ابی داؤد قال ان
الناس فی ابی حنیفة حاسدٌ له وجاهل به واحسنهم عندی
حالاً الجاهل۔ یعنی ابوحنیفہ کی نسبت طعن کرنے والے لوگ دو ہی قسم ہیں یا تو
ان کی علم سے حسد کرنے والے ہیں یا ان کے علم و فضیلت سے جاہل و ناواقف ہیں
اور میرے نزدیک ناواقف طاعنین کی حالت بہ نسبت حاسدین کے بہتر ہے
پھر اسی کتاب کی صفحہ ۲۰ میں لکھا ہے۔ عن بشر بن الحارث قال
ابن ابی داؤد یقول لا یتکلم فی ابی حنیفة الا رجلان اما حاسدٌ
لعلمه واما جاهل بالعلم لا یعرف قدر علمه۔ یعنی یہ بھی قول ابن
ابی داؤد کا ہے کہ ابوحنیفہ کی نسبت دو قسم کے ہی آدمیوں نے کلام کیا ہے یا تو اس
نے جو ان کے علم کا حاسد ہے یا اس نے جو ان کے علم سے جاہل ہے اور ان کے علم
کا قدر نہیں پہچانتا۔

اب جائے غور ہے کہ ابن ابی داؤد تو امام صاحب کی ثقاہت اور علم کا
یہاں تک قائل ہے کہ اس شخص کو جو اس کی نسبت کچھ کلام کرے حاسد یا جاہل
قرار دیتا ہے پھر کس طرح تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ اس کے برخلاف خود ہی کہے کہ امام
صاحب نے صرف ڈیڑھ سو حدیث روایت کی ہیں اور نصف میں غلطی کی ہے
پس ثابت ہوا کہ صرف ابن جوزی نے اپنے تعصب سے جھوٹی روایات گھڑ کر
علی بن مدینی اور ابن ابی داؤد کی طرف منسوب کر دی ہیں چنانچہ ابن جوزی کے

لیے ایسے غلط حوالوں کا خیال کرتے ہوئے امام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ جلد ۴ کے صفحہ ۴۰ میں لکھا ہے۔ وکان کثیر الغلط فی ما یصنفہ۔ یعنی اپنی تصنیفات میں بڑا غلطی کرنے والا تھا اور کشف الظنون جلد ۲ کے صفحہ ۳۶ میں اس کی کتاب المنتظم کی نسبت اس طرح پر لکھا ہے۔ قال علی بن الخانی و فیہ اوہام کثیرۃ و اغلاط صریحۃ یعنی علی بن خانی نے کہا ہے کہ کتاب منتظم میں بہت اوہام اور صریح غلطیاں ہیں۔

وہابی

اب ناظرین کو وہ اقوال سنانا چاہتا ہوں جو علمائے کبار محدثین نے ان کی نسبت لکھا ہے ناظرین غور سے دیکھیں۔ ابجد التاریخ میں لکھا ہے۔ ان السفوی قید فقہ ابی حنیفۃ بالرائے و القیاس۔ وکانہ ہو مراد الذہبی و لہذا اضاف فقہ الشافعی الی الحدیث تمییزاً و یوافق ہذا ما اشتہر من ان ابا حنیفۃ من اصحاب الرائے و الشافی من اصحاب الظواہر۔ سبکی نے طبقات کبریٰ میں شافعی سے نقل کیا ہے۔ و جدت کتاب ابی حنیفۃ انما یقولون کتاب اللہ و سنۃ رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم و انما ہم مخالفون یہ بھی امام شافعی کا قول ہے جو ایک امام ائمہ اربعہ سے ہیں بھائی احناف غور کریں جو دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ کوئی فرضی نام ہے کیونکہ صاحب کشف الظنون نے جو تمام جہاں کی کتب تاریخ کا استیعاب کیا ہے تو وہ کل تیرہ سو پائی گئی ہیں۔ جن کا ذکر اس نے جلد ا کے صفحہ ۲۱۳ سے اسماء معہ بعض کے مختصر حال کے شروع کر کے صفحہ ۲۴۱ پر ختم کیا ہے مگر کہیں بھی ابجد التاریخ کے نام کا اشارہ تک نہیں کیا گیا جس سے ثابت ہے کہ اس نام کی کوئی تاریخ نہیں ہے ورنہ اس کا نام بھی ضرور ہی لکھا جاتا۔ پس جب کہ ملا کاتب چلپی متوفی ۱۰۶۷ھ مصنف کشف الظنون

جیسے محقق کو باوجود بڑی تلاش کتب کے اس نام کی کوئی تاریخ نہیں ملی تو پھر حیدرآبادی دوست کو یہ کتاب کہاں سے مل گئی جو اس نے اس سے عبارت مذکور بھی نقل کر لی اور اگر اس نے خود تاریخ مذکور نہیں دیکھی اور کسی اور کتاب سے یہ عبارت نقل کی ہے تو اس کو منقول عنہ کتاب کا نام تو ضرور ہی لکھ دینا چاہیے تھا تاکہ اگر وہ کوئی معتبر شخص ہوتا تو اس بات کا اعتبار کر لیا جاتا کہ ضرور ابجد التاریخ بھی کوئی کتاب ہے اس طرح صفوی بھی کوئی مشاہیر سے نہیں ہے پس ایسی فرضی کتاب میں صفوی جیسے غیر مشہور شخص کہ اس رائے پر کہ اس نے ابوحنیفہ کی فقہ کو رائے اور قیاس کے ساتھ مقید کیا ہے اور فقہ شافعی کو حدیث کی طرف منسوب کیا ہے) کون عاقل ذرا بھی اعتبار کر سکتا ہے اگر دینی معاملات میں ہر کس و ناکس کی رائے کے ساتھ امام ذہبی کی رائے کا اعتبار کر لیا جاوے تو بس دین کا خاتمہ ہے پس لاابعبابہ اشخاص کے پیچھے چلنا آپ کو ہی مبارک رہے طرفہ یہ کہ اس فرضی تاریخ کے مصنف نے صفوی کی رائے کے ساتھ امام ذہبی کی رائے کو بھی شامل کیا ہے حالانکہ امام ذہبی تو امام ابوحنیفہؒ کے بڑے مادحین میں سے ہیں چنانچہ تذکرۃ الحفاظ میں امام ابوحنیفہ کو حفاظ حدیث میں شمار کر کے ان کے علم۔ ورع۔ زہد۔ تعبد کی شہادت دے کر ابن مبارک و امام شافعی و ابوداؤد کے اقوال سے ان کی فقہ کی بڑی تعریف کی ہے اور علاوہ اس کے امام ابوحنیفہؒ و امام ابویوسف و امام محمد کے مناقب میں علیحدہ تین رسالے بھی انہوں نے لکھے ہیں پس کس طرح باور ہو سکتا ہے کہ امام ذہبی کی امام ابوحنیفہ کی فقہ کی نسبت مخالف رائے تھی۔ یہ نقص پہلے رستم کا امام ذہبی پر افتراء و بہتان ہے اسی لیے وہ امام ذہبی کی کسی کتاب کا حوالہ نہیں دے سکا۔ اور یوں ہی کہہ دیا ہے کہ امام ذہبی کی بھی فقہ امام ابوحنیفہ کی نسبت گویا یہی مراد تھی۔ دوم جب کہ ائمہ کبار محدثین علی الاعلان اس بات کی شہادت دے رہے ہیں کہ امام ابوحنیفہ نے صرف سنت

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر قیاس کیا ہے اور ان کا قول حدیث کی محض شرح و تفسیر
ہے اور اس میں رائے کو کچھ دخل نہیں ہے بلکہ خود امام ابوحنیفہؒ رائے کی مذمت کرکے
اس قول کو جس کو شریعت محمدیہ قبول نہ کرے رد کرتے اور دین کے معاملہ میں رائے
کی دخل کی سخت ممانعت فرماتے ہیں تو پھر صفوی کی بے سند راوی ان کو فقہ کی نسبت
کس طرح قابل التفات ہو سکتی ہے چنانچہ مرقی جلد ۲ صفحہ ۱۵ میں سوید بن نصر سے
مروی ہے جو ایک بڑے پایہ کے امام حدیث اور ترمذی و نسائی کے شیوخ میں سے
ہیں۔ سمعت ابن المبارک یقول لا تقولوا رأی ابوحنیفۃ
ولکن قولوا تفسیر الحدیث۔ یعنی ابن مبارک فرماتے ہیں یہ مت کہو
کہ امام ابوحنیفہؒ کی رائے ہے بلکہ کہو کہ یہ تفسیر حدیث ہے پھر اسی کتاب کے صفحہ
۴۶ پر حماد بن قراط محدث سے مروی ہے۔ سمعت یاسین الزیات
وکان من فقہاء اصحاب الحدیث یقول اصحاب الرأی اعداء
السنۃ اصحاب الرأی اہل الاہواء فاما ابوحنیفۃ واصحابہ
فانہم قاموا علی السنۃ۔ یعنی یاسین زیات جو فقہائے اہل حدیث سے
ہیں کہتے ہیں کہ اصحاب الرائی حدیث کے دشمن ہیں۔ اصحاب الرائے اہل الاہواء
ہیں لیکن امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے سنت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر
قیاس کیا ہے۔ حافظ جلال الدین سیوطی تبییض الصحیفہ میں لکھا ہے وروی الخطیب
عن نعیم بن عمر قال سمعت ابا حنیفۃ یقول عجباً للناس
یقولون انی افتی بالرأی ما افتی الا بالاثر۔ یعنی امام ابوحنیفہ فرماتے
ہیں کہ ان لوگوں سے تعجب ہے جو کہتے ہیں کہ میں اپنی رائے پر فتویٰ دیتا ہوں حالانکہ
میں حدیث کے سوا کبھی فتویٰ نہیں دیتا۔ مرقی جلد ۲ صفحہ ۵۲ میں مروی ہے عن بشر
ابن یحیی سمعت ابن المبارک یقول علیکم بالاثر ولابد للاثر من

ابی حنیفۃ فیعرف بہ تاویل الاحادیث و معناہ۔ یعنی ابن مبارک
فرماتے ہیں کہ تم لوگ حدیث کو لازم پکڑو اور حدیث کے لیے اثر یعنی قول ابی حنیفہ
کا لحاظ بڑا ضروری ہے کیونکہ اس سے حدیث کا اصلی مطلب و معنی معلوم ہو سکتا ہے
تبییض الصحیفہ کے صفحہ ۲۱ میں مروی ہے روی الخطیب عن عبد الرزاق
قال کنت عند معمر اذ اتاہ ابن المبارک و سمعت معمراً
یقول ما اعرف رجلاً یحسن التکلم فی الفقہ و یسعہ ان
یقیس و یشرح الحدیث فی الفقہ احسن معرفۃ من ابی حنیفۃ
ولا اشفق علی نفسہ من ان یدخل فی دین اللہ شیئاً من
الشک مثل ابی حنیفۃ۔ یعنی عبد الرزاق کہتے ہیں کہ میں معمر کے پاس بیٹھا تھا
عبد اللہ بن مبارک آئے پھر معمر کہنے لگے کہ میں ایسے کسی شخص کو نہیں جانتا ہوں کہ
جو فقہ میں اچھی طرح تکلم کر سکتا ہو اور نیز اس کو قیاس کرنے کی بھی وسعت ہو اور
فقہ و حدیث کی شرح کی قدرت رکھتا ہو جیسا کہ امام ابوحنیفہؒ کو یہ سب باتیں
حاصل ہیں اور مجھ کو سوائے ابوحنیفہ کے ایسا کوئی نظر نہیں آتا جو اپنے نفس میں اس بات
کا بہت ڈر رکھتا ہو کہ دین الٰہی میں کس طرح کی کوئی مشکوک بات داخل کر دے
میزان الشعرانی کے صفحہ ۹۳ میں لکھا ہے۔ وقد روی الشیخ محی الدین
فی الفتوحات المکیۃ بسندہ الی الامام ابی حنیفۃؓ انہ کان
یقول فالذین اللہ تعالیٰ بالرائۃ وعلیکم بالرائے وعلیکم
باتباع السنۃ۔ یعنی امام ابوحنیفہ نے فرمایا ہے کہ پرہیز کرو تم خدا کے دین
میں محض قول بالرائے سے اور لازم پکڑو تم اس رائے کو جو سنت رسول خدا صلی
اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں ہو۔ پھر اسی کے صفحہ ۹۴ میں امام ابوحنیفہ سے اس طرح پر
منقول ہے۔ وکان یقول لم تزل الناس فی صلاح مادام

فیهم من یطلب الحدیث فاذا طلبوا العلم بلا حدیث فسدوا
وکان یقول قاتل الله عمرو بن عبید فانه فتح للناس باب
الخوض فی الکلام فی ما لا یعنیهم وکان یقول لا ینبغی لاحد ان یقول
قولا حتی یعلم ان الشریعة رسول الله یقبله۔ یعنی امام ابو
حنیفہؒ نے فرمایا ہے کہ جب تک لوگوں میں ایسے شخص موجود رہیں گے جو حدیث کے
طالب ہوں گے تو وہ لوگ صلاحیت میں رہیں گے اور جب لوگ علم کو بغیر حدیث
کے طلب کریں گے تو بگڑ جائیں گے یہ بھی فرمایا ہے کہ اللہ عمرو بن عبید معتزلی کو
قتل کرے جس نے لوگوں کے لیے کلام میں لایعنی خوض کرنے کا دروازہ کھول دیا
ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ کسی کو کوئی ایسی بات کہنی جائز نہیں جس کو شریعت رسولؐ
خدا قبول نہ کرے۔ کتاب امام موفق جلد ۱ صفحہ ۹۱ میں عبدالرحمن بن صالح سے
مروی ہے۔ قال وکیع سمعت ابا حنیفة یقول البول فی
المسجد احسن من بعض القیاس یعنی ابوحنیفہ سے میں نے سنا ہے
وہ کہتے تھے کہ دین میں بعض قیاس سے مسجد میں پیشاب کر لینا بہتر ہے جو اس میں
ہے۔ عن حامد بن آدم سمعت اسد بن عمرو قال کان ابو
حنیفة یقول لنا اذا حدثتکم بشیء ثم اجد فیه الاثر فاطلبوه
وقد یکون فیه الاثر۔ یعنی ابوحنیفہ ہم سے فرماتے تھے کہ جب میں کوئی
بات تم سے ایسی بیان کروں جس میں سردست کوئی اثر نہ پایا جاتا ہو تو تم کو چاہیے
کہ اثر کی تلاش کرو اس میں ضرور کوئی اثر مروی ہوگا۔

کیا اس قدر اقوال کبار محدثین اور خود امام ابوحنیفہ کے سننے کے بعد بھی غیر مقلد صاحبان
یہ کہنے کی جرات کر سکتے ہیں کہ معاذ اللہ امام ابوحنیفہؒ صرف اصحاب الرائے تھے
اور حدیث کی پرواہ نہ کیا کرتے تھے یا ان کی فقہ میں رائے کو زیادہ دخل ہے کیا

آپ لوگ سچے ہیں یا وہ محدثین جو ائمہ صحاح ستہ کے بھی مشائخ ہیں اور کہتے ہیں
کہ ابوحنیفہ کی روایت عین تفسیر حدیث ہوتی ہے اور کسی حدیث کا اصل مطلب و معنی
بغیر امام ابوحنیفہ کی تفسیر کے معلوم ہی نہیں ہو سکتا۔

علاوہ اس کے صفوی نے بظاہر تو امام شافعی کو اصحاب ظواہر سے شمار کر کے
ان کی فقہ کو فقہ حنفی پر ترجیح دی ہے لیکن باطن میں امام شافعی کی اس کارروائی سے
سراسر توہین لازم آتی ہے۔ کیونکہ ائمہ اربعہ بالاتفاق قیاس کو حجت شرعیہ سے سمجھتے
ہیں اور اصحاب ظواہر جو داؤد ظاہری کے متبع ہیں قیاس کو خواہ کسی قسم کا ہو ہرگز نہیں مانتے
چنانچہ مثال کے طور پر ہم یہاں حدیث لا یبولن احدکم فی الماء الدائم
کو پیش کرتے ہیں جس سے تمام جہان کے عالم لوگ تو یہ قیاس کرتے ہیں کہ جب
کھڑے پانی میں پیشاب کرنے کی رسول خدا سے ممانعت آئی ہے تو پانی میں ہگ
دینا بطریق اولیٰ منع ہے کیونکہ پیشاب سے گوہ زیادہ پلید ہے مگر داؤد ظاہری جو قیاس
کا منکر ہے کہتا ہے کہ پانی میں صرف پیشاب کرنے کی ممانعت ہے اس سے پانی میں
ہگ دینے کی کوئی ممانعت ثابت نہیں ہوتی ایسا ہی اس کے نزدیک کسی برتن میں
پیشاب کر کے اس کو پانی میں ڈال دینا یا پانی کے قریب پیشاب کرنا جس سے وہ
بہہ کر پانی میں جا پڑے کوئی منع نہیں (دیکھو نووی شرح مسلم صفحہ ۱۳۸) اور ظاہریہ کی نسبت
خود ہی غیر مقلدین کی نہایت معتبر کتاب دراسات اللبیب کے صفحہ ۲۹۱ میں اس طرح
پر لکھا ہے۔ انهم لا یعتدون بالاستنباط راسا وهو مما لا یحیاه
بهم ولا باقوالهم ائمة الحدیث والفقه حتی قال الشیخ
الامام السیوطی وغیره ان الاجماع لا ینخرق بخلافهم ومذهبهم
مردود بالکتاب والسنة الناطقین بجواز الاستنباط واعمال الفکر
والفهم فی کتاب الله وسنة رسول الله۔ یعنی ظاہریہ فرقہ سرے

سے ہی استنباط مسائل کا منکر ہے اس لئے ائمہ حدیث وفقہائے ملتکے قول کی کچھ پرواہ نہیں کی یہاں تک کہ امام سیوطی وغیرہ نے کہا ہے کہ ظاہریہ کے خلاف سے اجماع نہیں ہوتا اور ان کا مذہب کتاب اللہ وسنت رسول اللہ کے رو سے مردود ومطرود ہے کیونکہ کتاب اللہ وسنت رسول اللہ استنباط مسائل کے جواز اور ان میں فکر اور فہم کو عمل میں لانے پر ناطق ہیں واہ جی واہ۔ معنوی یا چھپے رستم نے فرقہ شافعی کی خوب ہی حمایت کی کہ امام شافعی کو معاذ اللہ ایک مردود ومطرود فرقہ میں شامل کر دیا۔ داناؤں کا یہ قول کہ دانا دشمن بہ از دوست ناداں سچ نکلا۔ سبکی کے طبقات الکبریٰ میں امام شافعیؒ کا یہ قول وجدت کتاب ابی حنیفۃ انما یقولون کتاب اللہ سنۃ رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم وانما مخالفون۔ سو یہ کوئی جرح نہیں ہے معترض نے اس کا معنیٰ ہی نہیں سمجھا ورنہ اس کو ہرگز پیش نہ کرتا اس سے تو امام صاحب کی مدح ثابت ہوتی ہے نہ ذم اس کا معنے صاف یہ ہے کہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ابو حنیفہؒ کی کتاب کو پایا جس کی نسبت کہتے ہیں کہ وہ کتاب اللہ اور سنت الرسول سے ماخوذ ہے لیکن باوجود اس کے یہ لوگ اس کتاب کی مخالفت کرتے ہیں یعنی تعمیل احکام نہیں کرتے دیکھو امام شافعی صاحب وامام صاحب کی کتاب پر کوئی جرح نہیں کرتے اور صرف ان لوگوں پر تعجب کرتے ہیں جو باوجود پانے ایسی کتاب کے جس کی نسبت ان کا اعتقاد بھی ہو کہ وہ بالکل کتاب اللہ وسنۃ الرسول سے ماخوذ ہے پھر اس کے احکام کے مطابق نہیں چلتے وہابی معترض کی عقل پر پتھر پڑ گئے اس نے یہ بھی نہ سوچا کہ ان مخالفوں کی ضمایر کا مرجع کتاب ہے یا وہ لوگ اگر امام شافعیؒ کا منشا اس قول سے مذمت کتاب ہوتا تو وہ یوں کہتے۔ انما یقولون کتاب اللہ وسنۃ رسولہ وھو مخالف لھما۔ یعنی یہ لوگ تو کہتے ہیں کہ یہ عین کتاب اللہ

وحدیث رسول ہے حالانکہ یہ کتاب ان دونوں کے برخلاف ہے۔ واین ھذا من ذالک۔ نیز اگر امام شافعی ان کے اس قول کو راست نہ سمجھتے تو وہ وہم کا ذیلون کہتے نہ کہ وہم مخالفون۔ واہ حیدر آبادی صاحب آپ کی خوش فہمی کا کیا کہنا

بریں عقل ودانش بباید گریست

بھائی صاحب امام ابو حنیفہؒ کی کتاب تو وہ تھی جس کو امام شافعی نے یہاں تک پسند کیا کہ ایک رات دن میں ساری کتاب یاد کرلی۔ دیکھو تمہارے ہم مذہب نواب صدیق حسن خان اتحاف النبلاء کے صفحہ ۳۲۵ میں امام شافعیؒ کے ذکر میں لکھتے ہیں امام محمد در مقام مدح وے گفت کہ وے کتاب اوسط ابو حنیفہ را از من بعاریت رفت وتمام آنرا در یک شب وروز حفظ کرد۔

وہابی اسی کتاب میں ایک مناظرہ کا ذکر ہے کہ شافعی نے محمد بن حسن سے کہا۔ اما کتابک الذی ذکرت انک وضعتہ لاھل المدینۃ فکتابک من بعد بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الی آخرہ خطاء فاصفر محمد بن الحسن ولم ایجر جوابہ۔ یعنی اے محمد تیری کتاب جس کی نسبت تو کہتا ہے کہ اہل مدینہ کے رد میں تیار کی ہے یہ کتاب بسم اللہ سے آخر تک غلط ہے پھر یہ سن کر محمد شاگرد ابو حنیفہ کا منہ زرد ہو گیا کچھ جواب نہ بن پڑا۔

حنفی اول تو معترض کا فرض تھا کہ وہ ظاہر کرتا کہ سبکی نے کس کی روایت سے یہ مناظرہ لکھا ہے۔ سبکی امام شافعی ومحمد کا ہمعصر تو نہ تھا بلکہ ۔۔ ۵ چھ سو سال بعد اس کا زمانہ ثابت ہوتا ہے چنانچہ اس کی وفات ۷۰۵ھ میں ہوئی ہے اور کتاب طبقات سبکی کوئی مسند نہیں ہے بلکہ عام مورخین کی طرح اس میں بلا حوالہ راوی کے حالات بیان کئے گئے ہیں پھر ایسی بے اصل روایات کا کیا

اعتبار ہو سکتا ہے رد دوم معترض تو حضرت امام ابوحنیفہ کی تصنیف کے درپے تھا
اور یہاں مناظرہ شافعی ومحمد لکھ کر امام محمد کی کتاب کو ضعیف ثابت کر رہا
ہے بھلا اس سے امام صاحب کی تصنیف کا کیا سند مل سکتی ہے سوم چونکہ امام
محمد نے کتاب الحج اہل مدینہ کے رد میں لکھی ہے اور امام صاحب کی تصنیف کی
کیا سند مل سکتی ہے سوم چونکہ امام محمد نے کتاب الحج اہل مدینہ کے رد میں لکھی تھی
اور امام شافعی صاحب علاوہ شاگردی کے اصول فقہ میں اکثر امام مالکؒ کے پیرو تھے
اس لیے اگر اپنے استاد کی حمایت میں امام محمد کی کتاب مذکور کو وہ اچھا نہ سمجھیں تو اس
سے امام محمد اور ان کی کتاب کو کیا بٹہ لگ سکتا ہے چہارم امام شافعیؒ ایک فاضل
اجل مجتہد صاحب المذہب کی شان سے بمراحل بعید ہے کہ وہ ایسا قول بے دلیل
مناظرہ پیش کرتے کہ محمد تیری کتاب بسم اللہ سے لے کر آخر تک غلط ہے حالانکہ یہی
بات تو ہر ایک شخص بڑی آسانی سے اپنے مخالف کی نسبت کہہ سکتا ہے پس اگر
امام شافعیؒ جیسے جلیل القدر فاضل امام محمد کی تضعیف کے درپے ہوتے تو دلائل
کے ذریعے ثابت کرتے کہ یہ کتاب ان وجوہات سے غلط ہے اور ان دلائل
کا کسی نے ذکر کیا ہوتا بھلا کوئی شخص خیال کر سکتا ہے کہ وہی امام شافعیؒ جن کے
اقوال ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ انہوں نے فرمایا اعانی اللہ فی العلم برجلین
فی الحدیث بابن عیینة و فی الفقہ بمحمد اور کہا
من اراد الفقہ فلیلزم اصحاب ابی حنیفة فان المعانی
قد تیسرت لہم واللہ ما صرت فقیہا الا بکتب محمد
بن الحسن۔ اسی امام محمد کو یوں کہیں کہ تیری کتاب بسم اللہ سے تا آخر غلط
ہے اور پھر امام محمد جن کی نسبت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر اپنے علم کے مطابق
کلام کریں تو ہم ان کی کلام کو سمجھ بھی نہ سکیں امام شافعی سے مناظرہ میں وہ لاجواب

ہو جائیں اور رنگ زرد ہو جائے یہ بالکل بے اصل اور من گھڑت روایات ہیں
جو اصحاب امام ابوحنیفہؒ کے دشمن گھڑ گھڑ کر لوگوں کو سناتے اور اپنے دل کو خوش کرتے
ہیں۔ بھلا آپ جانتے ہیں کہ امام محمد کی وہ کتاب کون سی تھی آؤ ہم آپ کو بتاتے
ہیں کہ ان کی اس کتاب الحج ہے جو انہوں نے تردید اہل مدینہ میں لکھی تھی جو لکھنؤ کے
مطبع انوار احمدی میں چھپ چکی ہے اور اس کا جواب اب تک مالکیوں سے
نہیں ہو سکا اس میں اقوال امام ابوحنیفہ درج ہیں جو اکثر صحاح ستہ میں بھی ہیں اور
نیز اقوال صحابہ ہیں پھر امام شافعی صاحب کس طرح اس کتاب کو کہہ سکتے تھے کہ
بسم اللہ سے تا آخر غلط ہے جس کا معنی یہ ہو سکتا ہے کہ یہ تمام احادیث مرفوعہ
اور اقوال امام ابوحنیفہؒ سراسر غلط ہیں کچھ عقل کی کہو بھلا امام شافعی ایسا کہہ
سکتے تھے حالانکہ ابوحنیفہؒ کے اقوال کی عظمت کے وہ خود قائل ہو چکے ہیں چنانچہ
کتاب موفق جلد ۲ صفحہ ۲۶ میں لکھا ہے۔ قال سلیمان بن داود الہاشمی
قال لی الشافعی قول ابی حنیفة اعظم من ان یدفع
باھوائنا۔ یعنی امام ابوحنیفہؒ کا قول اس سے برتر ہے کہ ہم اپنی خواہشات
سے رد کر سکیں) الحاصل جب کہ امام شافعیؒ امام محمد کے علم و فضل کے قائل اور
ان کی کتابوں کے مدح تھے چنانچہ کشف الظنون جلد ۲ کے صفحہ ۲۷۲ میں امام محمد
کی کتاب مبسوط کے ذکر میں لکھا ہے۔ وروی ان الشافعی استحسنہ
وحفظہ و اسلم حکیم من کفار اھل الکتاب بسبب
مطالعتہ حیث قال ھذا کتاب محمد کم الاصغر
فکیف کتاب محمد کم الاکبر۔ یعنی مروی ہے کہ امام شافعیؒ
نے اس کتاب کو پسند کیا اور اس کو یاد کر لیا اور ایک حکیم جو کفار اہل کتاب سے
تھا اس کتاب کے مطالعہ کرنے پر مسلمان ہو گیا اور کہنے لگا کہ جب چھوٹے محمد

(محمد بن حسن) کی کتاب ایسی ہے تو پھر تو بڑے محمد (رسول صلعم) کی کتاب کو کیا کہئے تو پھر یہ کبھی خیال نہیں کیا جا سکتا کہ امام شافعیؒ امام محمد کی ایک کتاب مبسوط کو تو یہاں تک پسند کریں کہ اس کو یاد کر لیں اور انہی کی دوسری تصنیف کتاب الحیل کی نسبت یہ کہیں کہ وہ اول سے آخر تک غلط ہے پس یہ بالکل بیہودہ اور لغو خیال ہے اور یہ قصہ بالکل فرضی اور بے بنیاد ہے۔

وہابی امام غزالی نے منخول میں لکھا ہے امام ابو حنیفۃ فلم یکن مجتہدا لانہ کان لا یعرف اللغۃ و علیہ یدل قولہ ولو رماہ بابو قبیس وکان لا یعرف الاحادیث ولہذا اجترئ بقبول الاحادیث الضعیفۃ ورد الصحیح منہا ولم یکن فقیہ النفس بل کان یتقالس لا فی محلہ علی مناقضۃ یاخذ الاصول

حنفی امام غزالی پر یہ افترا محض ہے امام غزالی کی تصنیف سے منخول کوئی کتاب نہیں ہے امام غزالی حضرت ابو حنیفہؒ کی عظمت اور فقاہت کے قائل تھے وہ ان کی نسبت ایسا کس طرح لکھ سکتے تھے کتاب احیاء العلوم میں انہوں نے جیسے دیگر ائمہ مذہب کی تعریف کی ہے اسی طرح حضرت امام ہمامؒ کی بھی مدح کی ہے پھر کس طرح و لم یکن فقیہ النفس الخ ان کی نسبت لکھ سکتے تھے اس لیے علمائے محققین نے تصریح کر دی ہے کہ یہ غزالی ایک اور شخص محمود نام معتزلی المذہب تھا جو اہل حق کا سخت دشمن اور امام صاحب کا معاند تھا چنانچہ صاحب خیرات الحسان نے شروع کتاب کے مقدمہ اولیٰ میں صفحہ ۴ سے ۸ تک اس پر بحث کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ اس کتاب کا امام غزالی مصنف احیاء العلوم کی طرف منسوب کرنا بالکل غلط اور مبنی بر تعصب ہے ہم احیاء العلوم سے اصل عبارت

جو ائمہ مذہب کی شان میں لکھی ہے درج کر کے میاں حیدر آبادی سے پوچھتے ہیں کہ باوجود ایسا لکھنے کے پھر تمہاری فرضی منخول میں وہ کس طرح امام صاحب کی نسبت ایسی عبارت لکھ سکتے تھے۔ احیاء العلوم صفحہ ۱۵ میں لکھا ہے۔ فالفقہاء الذین ہم زعماء الفقہ و قادۃ الخلق اعنی الذین کثیر اتباعہم فی المذاہب خمسۃ الشافعی و مالک و احمد بن حنبل و ابو حنیفۃ و سفیان الثوری رحمہم اللہ تعالیٰ و کل واحد منہم کان عابداً و زاہداً و عالماً بعلوم الآخرۃ و فقیہاً فی مصالح الخلق و مریداً بفقہہ وجہ اللہ تعالیٰ۔ یعنی فقہاء جو فقہ کے بانی اور خلق خدا کے پیشوا ہیں یعنی جن کے پیروان مذہب کثرت سے ہیں پانچ ہیں شافعی۔ مالک۔ احمد بن حنبل۔ ابو حنیفہ۔ سفیان ثوری رحمہم اللہ تعالیٰ اور ان میں سے ہر ایک عابد زاہد عالم علوم آخرۃ فقیہ النفس بمصالح خلق کو جاننے والا۔ اور اپنی فقہ سے صرف رضا مندی اللہ کو مد نظر رکھنے والا تھا اس کے بعد امام شافعیؒ و مالکؒ کے حالات لکھ کر امام ابو حنیفہؒ کی نسبت اس طرح پر لکھا ہے واما ابو حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ فلقد کان عابداً زاہداً عارفاً باللہ تعالیٰ خائفاً منہ مریداً وجہ اللہ تعالیٰ بعلمہ۔ یعنی امام ابو حنیفہؒ عابد زاہد عارف خائف من اللہ اپنے علم میں رضاء الٰہی کے طالب تھے اب ناظرین احیاء العلوم کی عبارت مذکور پڑھ کر خود ہی کچھ انصاف کریں کہ امام غزالی نے جب کہ ائمہ ثلاثہ کی طرح امام ابو حنیفہؒ کی فضیلت کی بڑی شد و مد سے شہادت دی ہے تو پھر کیا عقل اس بات کو تسلیم کر سکتی ہے کہ وہی امام غزالی اس کے برخلاف امام ابو حنیفہؒ کی نسبت یوں لکھیں کہ وہ مجتہد نہ تھے اور نہ فقیہ تھے اور بے جا قیاس کرتے تھے۔

حاشا وکلا یہ قول ہرگز امام غزالی مصنف کتاب احیاء العلوم کا نہیں ہے بلکہ اس
دشمن اہل حق معتزلی بدظن کا قول ہے جس کا قول گوز شتر سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا

شب پرہ اگر وصل آفتاب نخواہد
رونق بازار آفتاب نہ کاہد

ابو قیس کا جواب آگے آئے گا اور ولم یعرف الحدیث کے
الزام کی کافی تردید بشہادت کثیر التعداد اکابر محدثین پہلے گزر چکی ہے۔

وہابی خطیب نے کہا انہ ای ابا حنیفۃ کان مذہب
جہم یعنی مذہب ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا جہمیہ تھا۔ ابو قتیبہ دینوری
نے کتاب المعارف میں امام صاحب کو معہ دونوں شاگردوں کے لکھا ہے حافظ
سلیمان نے بھی مرجیوں میں لکھا ہے چنانچہ ذہبی نے میزان میں اس قول کو نقل کیا ہے۔

حنفی حضرت امام ہمام کو جہمیت کا الزام دینے سے حریفین کو شرم کرنا چاہئے
اگرچہ یہ تو مشہور ہی ہے کہ دشمن بات کرے ان ہونی۔ مگر پھر بھی
بات وہ کہنی چاہیئے جس کی کچھ گنجائش ہو سکے۔ حضرت امام والاشان تو مذہب
جہمیہ کے بانی جہم بن صفوان کو سخت برا اور کافر سمجھتے تھے۔ اور اس سے بات کرنا
بھی عار تصور کرتے تھے۔ اور انصاف وہابی آپ کو الٹا جہمیت کا الزام لگاتے ہیں
چنانچہ کتاب موفق صفحہ ۱۸۶ میں قول امام ابوحنیفہؒ کا جہم بن صفوان کے خطاب میں
لکھا ہے الکلام معک عار و الخوض فیما انت فیہ نار
قال کیف حکمت علی ولم تسمع کلامی قال بلغنی عنک
اقاویل لایقول بہا اہل الصلوۃ قال افتحکم بالغیب قال
اشتہر ذالک عنک عند الخاصۃ والعامۃ فام
ل ان احقق ذالک عنک۔ (یعنی امام صاحب نے جہم بن صفوان کو

کہا تیرے ساتھ کلام کرنا عار ہے اور اس بات میں خوض کرنا جو تیرا مذہب ہے
موجب دخول جہنم ہے صفوان نے کہا آپ مجھ پر کیسے فتوے لگاتے ہیں جب
کہ آپ نے میرے کلام مجھ سے سنے ہی نہیں آپ نے فرمایا مجھے تیری ایسی باتیں
پہنچی ہیں جو کوئی مسلمان اہل صلوٰۃ کہہ نہیں سکتا۔ اس نے کہا پھر آپ مجھ پر حکم بالغیب
کرتے ہیں آپ نے فرمایا یہ تیری باتیں عام و خاص میں شہرت پا چکی ہیں مجھے
پوچھنے کی حاجت باقی نہیں ہے۔) دیکھو امام صاحب تو مذہب جہمیہ کی بانی
کو کافر کہتے ہیں ادھر کور باطن وہابی ان کو بھی جہمیہ قرار دیتے ہیں رہا ابو قتیبہ
کا امام کو مرجیہ کہنا سو اول تو ابو قتیبہ دینوری کوئی شخص نہیں ہے البتہ ابن قتیبہ
ایک شخص ہے جس نے کتاب المعارف لکھی ہے۔ اب اور ابن میں تمیز نہ ہونا بڑی
بھاری جہالت کی دلیل ہے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے دوست حیدرآبادی نے
مختلف رسائل جات دیکھ کر اب کتاب لکھ مارا ہے خود کوئی کتاب نہیں دیکھی
ورنہ ایسی سخت غلطی صادر نہ ہوتی۔ دوم تمہیں یہ بھی بتا دیتے ہیں کہ یہ حضرت ابن
قتیبہ خود کیسے ہیں اور محدثین کے نزدیک یہ کیا درجہ رکھتے ہیں۔ سو میزان الاعتدال
صفحہ ۱۱ میں ان کی نسبت محدثین کی شہادت یوں درج ہے قال الحاکم اجمعت
الامۃ علی ان القتیبی کذاب۔ قال الدارقطنی کان ابن
قتیبۃ یمیل الی التشبیہ منحرف عن العترۃ و کلامہ
یدل علیہ وقال البیہقی کان یری رای الکرامیۃ۔
انتہی ملخصاً۔ یعنی حاکم نے کہا اس بات پر امت کا اجماع ہو چکا ہے کہ
قتیبی کذاب تھا۔ دارقطنی نے کہا ہے ابن قتیبہ مذہب تشبیہ کی طرف مائل تھا
بیہقی کہتے ہیں کہ کرامیہ کی رائے رکھتا تھا۔ پھر ایسا کذاب بدمذہب شخص اگر
امام ابوحنیفہؒ کے برخلاف کوئی جھوٹا الزام عاید کرے تو اس کی کلام کا کیا اعتبار

ہو سکتا ہے یہ بھی عجیب بات ہے جو میاں حیدرآبادی لکھتا ہے کہ حافظ سلیمانی نے
بھی امام صاحب کو مرجیوں میں لکھا ہے اور ذہبی نے میزان میں اس قول کو نقل کیا ہے
سو میزان الاعتدال کا بھی غالباً میاں حیدرآبادی نے نام ہی سنا ہوا ہے خواب میں بھی
اس کا دیکھنا نصیب نہیں ہوا اور نہ ایسا دعویٰ کبھی نہ لکھتا میزان الاعتدال ہمارے پاس
ہے اور ہم نے اس کو اول سے آخر تک دیکھ لیا ہے اس کتاب میں حافظ سلیمان کا
نام تک لکھا گیا چہ جائیکہ برخلاف امام ہمام رح اس کا قول مذکور درج ہو یہ بھی کسی زلہ
نے حیدرآبادی کو دھوکہ میں ڈالا ہے حیدرآبادی اگر خود اس افتراء کے الزام سے بری
ہونا چاہتا ہے تو اس رسالہ کا نام لکھ دیں جس کی کاسہ لیسی آپ نے کی ہے تاکہ
اس کے مصنف سے ہم پوچھیں کہ میزان میں کس جگہ سلیمانی کا امام ابوحنیفہ کی نسبت مرجیہ
ہونا لکھا ہے شاید آپ کے منقول عنہ رسالہ کے مؤلف نے میزان میں مسعر بن کدام کے
تذکرہ میں نعمان کا نام دیکھ کر امام ابوحنیفہ خیال کر لیا ہے جیسا کہ اس میں لکھا ہے
مسعر بن كدام حجة امام ولا عبرة بقول السليماني
كان من المرجئة مسعر بن كدام وحماد بن ابي سليمان
والنعمان وعمرو بن مرة وعبد العزيز بن ابي رواد وابو معاوية
وعمرو بن ذر وسرد جماعة۔ یعنی مسعر بن کدام حجت اور امام
تھے اور سلیمانی کے اس قول کا کوئی اعتبار نہیں جو اس نے مرجیوں میں شمار کیا ہے۔
مسعر و حماد بن ابی سلیمان و نعمان و عمرو بن مرہ و عبدالعزیز بن ابی رواد و ابو معاویہ
و عمرو بن ذر وغیرہ ایک جماعت کو، لیکن ایسی صورت میں اول تو نعمان سے ابوحنیفہ
ہی سمجھ لینا ایک صریح تحکم ہے کیونکہ امام کی وقت کئی ایک محدثین کا نام تھا ایسی
... کوئی قرینہ مابہ الامتیاز معلوم نہ ہو کس طرح نعمان سے امام ابوحنیفہ
کا مراد ... سکتے ہیں۔ دوم بالفرض اگر نعمان سے امام ابوحنیفہ ہی تسلیم کر لیے

جاویں تو آپ کی استدلال کی تردید خود امام ذہبی کے قول سے ہو گئی جو کہتے ہیں
کہ ان علماء کرام کی جن میں امام ابوحنیفہ شامل ہیں مرجیہ قرار دینے پر سلیمانی کا کوئی
اعتبار نہ کیا جاوے جس سے علاوہ سلیمانی کی تردید کے امام ابوحنیفہ کو مرجیہ کہنے والے
جھوٹے ثابت ہوتے ہیں علاوہ اس کے خود امام ابوحنیفہ رح نے اپنے مرجیہ کہنے والوں
کو ایسا معقول جواب دے دیا ہے کہ اگر ان کو کچھ بھی شرم و حیا ہو تو پھر کبھی ان کو
مرجیہ کہنے کا خیال تک بھی نہ گذرے چنانچہ مولانا مولوی عبدالحی مرحوم کتاب الرفع
والتکمیل کے صفحہ ۱۴ میں لکھتے ہیں۔ وفي التمهيد لابي الشكور السالمي
قسمو المرجئة على نوعين مرجئة مرحومة هم اصحاب
النبي صلعم و مرجئة ملعونة وهم الذين يقولون بان
المعصية لاتضر والعاصي لا يعاقب وروى عن عثمان بن
ابي ليلى انه كتب الى ابي حنيفة وقال انتم مرجئة فا
جابه بان المرجئة على ضربين مرجئة ملعونة
انا بريء منهم ومرجئة مرحومة وانا منهم
وكتب فيه بان الانبياء كانوا كذالك الا ترى الى قول
عيسى عليه السلام قال ان تعذبهم فانهم عبادك
وان تغفر لهم فانك انت العزيز الحكيم۔ یعنی مرجیہ مرحوم
اور وہ اصحاب نبی صلعم ہیں اور مرجیہ ملعونہ اور وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں گناہ
کچھ مضر نہیں ہے اور عاصی کو کوئی مواخذہ نہ ہو گا عثمان بن ابی لیلی نے امام ابوحنیفہ
کو لکھا کہ کل انبیاء کا یہی مذہب ہے جیسا کہ حضرت مسیح کا قول ہے۔ اے خدا
اگر تو ان کو عذاب دے تو تیرے اپنے بندے ہیں اور اگر بخش دے تو تو عزیز حکیم
ہے، دیکھو اس میں امام صاحب نے خود ہی فیصلہ فرما دیا ہے کہ وہ مرجیہ لعنتی نہیں

جو اس بات کی قائل ہیں کہ گناہ کی کوئی سزا نہیں ہے۔ ہاں ایک قسم مرجیہ مرحومہ کا ہے جو اس بات کی قائل ہیں کہ اگر خدا چاہے تو گناہ گار کو اس کے گئے کی سزا دی اور جو چاہے تو معاف کر دے اور تمام انبیاء کرام اس بات کے قائل ہیں اور امام صاحب کا بھی یہی قول ہے پھر حیف ہے ان لوگوں پر جو امام صاحب کی نسبت یہ خیال کریں کہ آپ پہلی قسم کے مرجیہ میں داخل تھے جب کہ آپ ان پر لعنت بھیجتے اور ان سے بیزاری کا اعلان کرتے ہیں۔ ہاں مرجیہ مرحومہ میں تمام امت محمدیہ اور خود رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام بھی داخل ہیں وہابی اس کے برخلاف ہوں تو ہوا کریں۔

وہابی تاریخ بغدادی میں یہ بھی ذکر ہے کہ ابو اسحاق فزاری نے کہا کنت اتی ابا حنیفة فاسأله عن الشئ من الغزو فسألته عن مسئلة فاجاب فیها فقلت یروی عن النبی کذا و کذا قال دعنا من هذا۔ یعنی میں ابو حنیفہ کے پاس آتا تھا اور ان سے امر غزوی سے کچھ پوچھتا تھا میں نے ان سے ایک مسئلہ پوچھا انہوں نے جواب دیا میں نے کہا حضرت سے اس بارہ میں روایت ہے تو امام ابو حنیفہؒ نے کہا اس سے ہم کو چھوڑ یعنی حدیث کا ذکر مت کر۔

حنفی اگر مخالف کو معلوم ہوتا کہ بغدادی نے یہ قول کس طریق پر نقل کیا ہے تو وہ اس کو محل اعتراض میں ہرگز پیش نہ کرتا لیکن چونکہ وہابیوں کو تحقیق سے غرض نہیں صرف الاپ شناپ باتیں ہانک کر اپنا اور اپنے ہمخیالوں کا دل خوش کر لینا مقصود ہوتا ہے اسی لیے وہ کسی کتاب سے کوئی قول خواہ اس کا مصنف کسی طور سے نقل کر دے حضرت امامؒ کے بظاہر مخالف دیکھ لیں تو غنیمت سمجھیں اور عقدہ لاینحل کی صورت میں مخالفین کے سامنے پیش کرتے ہیں سو واضح ہو کہ اول

تو خطیب بغدادی کا یہ اپنا قول نہیں اور نہ اس کو اس قول سے اتفاق ہے بلکہ اس نے امور خانہ طریق پر جہاں حضرت امام ہمامؒ کے مادحین کے اقوال نقل کئے ہیں وہاں قادحین کے اقوال بھی لکھ دیئے ہیں خواہ وہ کیسے ہی بے سروپا کیوں نہ ہوں چنانچہ خیرات الحسان کے صفحہ ۹۰ میں لکھا ہے الفصل التاسع و الثلاثون فی رد ما نقله الخطیب فی تاریخه عن القادحین فیه اعلم انه لم یقصد بذلک الا جمع ما قیل فی الرجل علی عادة المورخین و لم یقصد بذلک انتقاصه ولا الحط عن مرتبته بدلیل انه قدم کلام المادحین و اکثر منه من نقل مآثره السابقة فی اکثرها انما اعتمد اهل المناقب فیه علی ما فی تاریخ الخطیب ثم عقبه بذکر کلام القادحین اکثر منه من نقل مآثره السابقة فی اکثرها انما اعتمد اهل المناقب فیه علی ما فی تاریخ الخطیب ثم عقبه بذکر کلام القادحین لتبین انه من جملة الاکابر الذین لم یسلموا من خوض الحساد و الجاهلین فیهم و مما یدل علی ذالک ایضاً ان الاسانید التی للقدح لا یخلو غالبها من متکلم فیه او مجهول ولا یجوز اجماعاً یعنی انتالیسواں فصل ان اقوال کی تردید میں ہے جو خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں قادحین کے نقل کئے ہیں اور معلوم ہو کہ اس سے غرض صرف ان اقوال کو جمع کرنے سے ہے جو کسی شخص کے حق میں کئے گئے ہوں جیسا کہ مورخین کی عادت ہے اور اس سے ہرگز اس کی قدر و منزلت کی تنقیص مقصود نہیں ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اس نے پہلے مادحین کے اقوال لکھ دیئے ہیں اور اکثر ان روایات

کا ذکر کر دیا ہے جن پر اہل مناقب کا اعتماد ہے اور اس کے بعد قادحین
کے اقوال بھی نقل کر دیئے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ آپ ان بزرگان دین سے ہیں جو
جاہل حاسدوں کی بیجا طعن سے نہیں بچ سکے اور اس امر کی یہ صریح دلیل ہے کہ
جو روایات قدح نقل کی گئی ہیں اکثر راوی ان کے متکلم فیہ اور مجہول اشخاص ہیں جن کی
روایات بالاجماع غلط ہیں۔) اب اس تصریح سے صاف معلوم ہو گیا کہ بغدادی نے
حضرت امام ہمامؒ کی کسر شان کی غرض سے ایسی اقوال نقل نہیں کئے اور نہ اس کو ان
اقوال نقل نہیں کئے کہ آپ کے بھی مثل دیگر اکابر دین کے حاسد بہت تھے جنہوں
نے ایسے فضول بکواس آپ کے خلاف کر دیئے ہیں جو بالکل بیہودہ اور پوچ ہیں
دوم اگر فرض کر لیا جاوے کہ اس نے ایسے اقوال کو صحیح سمجھ کر بطور اعتراض کے نقل
کیا ہے تاہم اس سے امام اعظم کی شان کی نسبت کوئی تنقیص باید نہیں ہو سکتی چنانچہ
اسی خیرات الحسان کے صفحہ مذکور میں اس طرح پر لکھا ہے۔ وبفرض صحة
ما ذکره الخطیب من القدح من قائله لا یعتد به
فانه ان کان من غیر اقران الامام فهو مقلد لما
قاله او کتبه اعداؤه او من اقرانه لما مر ان قول الاقران
بعضهم فی بعض غیر مقبول۔ وقد صرح الحافظان الذهبی
وابن حجر بذلک قالا ولا
لا ینجو منه الامن   قال الذهبی وما علمت
عصر اسلم اهله الاعصر النبیین والصدیقین یعنی اگر بالفرض
اس قدح کو جو   نے نقل کی ہے اس کے قائل سے صحیح تسلیم کر لیا جائے
تو بھی اس کا کیا اعتبار ہے کیونکہ اگر قادح امام کے عصر سے بعد کا ہے تو وہ
امام صاحب کے دشمنوں کے اقوال کا مقلد ہوگا اور اگر آپ کا ہمعصر ہے تو بھی

اس کا قول نامعتبر ہے کیونکہ پہلے گزر چکا ہے کہ ہمعصروں کے اقوال ایک دوسرے
کے بارہ میں غیر مقبول ہوتے ہیں جیسا کہ حافظ ذہبی اور ابن حجر نے تصریح کی ہے
اور کہا ہے کہ بالخصوص جب ظاہر ہو جائے کہ یہ بات کسی عداوت ذاتی یا مذہبی
کی وجہ سے کہی گئی ہے کیونکہ حسد سے سوائے معصومین کے کوئی بشر نجات نہیں پا سکتا
ذہبی کا قول ہے کہ مجھے کوئی ایسا زمانہ معلوم نہیں ہے جس کے لوگ حسد سے بچ سکیں
سوائے عصر انبیاء اور صدیقین کے) سوم خطیب بغدادی کچھ امام ابوحنیفہؒ کی ہی
نسبت متعصب نہ تھا بلکہ اس نے امام احمد بن حنبل کی اور ان کے اصحاب کی نسبت
بھی سخت سُست لکھا ہے جس سے حنبلیوں اور حنفیوں وغیرہ نے اس کی خوب
خبر لی ہے اور تردید میں کتابیں لکھی ہیں۔ چنانچہ شامی شرح در مختار کے صفحہ ۳۷ میں
لکھا ہے۔ وممن انتصر للامام العلامة یوسف بن عبد الهادی
الحنبلی فی مجلد کبیر سماه تنویر الصحیفه وذکر فیه عن
ابن عبد البر لا تتکلم فی ابی حنیفة بسوء ولا تصدقن احدا
یسیء القول فیه فانی والله ما رایت افضل ولا اورع ولا افقه
منه ثم قال ولا یغتر احد بکلام الخطیب فان عنده
اصحابه و تحامل
علیهم بکل وجه وصنف فیه بعضهم السهم المصیب
فی کبد الخطیب۔ یعنی بعض ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے امام ابوحنیفہ
کی حمایت کی ہے علامہ یوسف بن عبد الہادی حنبلی بھی ہیں جنہوں نے ایک بڑی
کتاب تنویر الصحیفہ نام لکھی اور اس میں بیان کیا کہ ابن عبد البر نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ
کے حق میں کوئی بُری کلام نہ کی جاوے اور ان کی نسبت کسی کا برا اقوال سچا نہ سمجھا
جاوے کیونکہ خدا کی قسم میں نے کوئی شخص امام ابوحنیفہ سے افضل، بہت پرہیزگار

اور افقہ نہیں دیکھا پھر کہا ہے کہ کوئی شخص خطیب بغدادی کی کلام پر دھوکہ نہ کھائے کیونکہ اس نے ایک جماعت علماء مثل امام ابوحنیفہ وامام احمد اور ان کے بعض اصحاب پر بڑا تعصب کیا ہے اور ان پر ہر ایک طرح کے عیب لگائے ہیں جس کی تردید میں بعض نے سہم المصیب فی کبد الخطیب کتاب لکھی ہے اس کے علاوہ خطیب بغدادی کی تردید میں ایک کتاب السہم المصیب فی الرد علی الخطیب علامہ عیسیٰ بن ابی بکر ملک المعظم ایوبی حنفی متوفی ۶۲۴ھ اور ایک کتاب السہم المصیب فی نحر الخطیب حافظ جلال الدین سیوطی نے بھی لکھی ہے دیکھو کشف الظنون جلد ۲ صفحہ ۲۸ علاوہ ازیں قول دعنا من ھذا کی ایک تاویل بھی ہو سکتی ہے کیونکہ اس کے مشابہ حافظ الحدیث یزید بن ہارون کا قول بھی موجود ہے جیسا کہ کردری جلد ۱ صفحہ ۱۱۱ میں ہے۔ عن عبد اللہ بن ابی لبید قال کنا عند یزید بن ہارون فقال المغیرة عن ابراہیم فقال اجل حدثنا عند علیہ السلام فقال یزید یا احمق ھذا تفسیر قولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام فما تصنع بالحدیث اذا لم تفہم معناہ۔ یعنی ابن ابی لبید کہتے ہیں کہ ہم یزید بن ہارون کے پاس بیٹھے تھے کہ انہوں نے کہا مغیرہ نے ابراہیم سے یوں روایت کی ہے اس پر ایک شخص کہنے لگا کہ ہم کو تو حضرت کی حدیث بتاؤ۔ یزید نے فرمایا اے احمق یہ تو حضرت کی تفسیر ہے تو حدیث کو کیا کریگا جب اس کا معنی نہیں سمجھ سکتا ایسا ہی ابو اسحاق فزاری کی روایت مذکورہ کو اگر صحیح فرض کر لیا جائے تو اس کی صورت بعینہ اسی صورت کے مطابق ہے جو اس روایت یزید بن ہارون میں ہے یعنی جب فزاری نے امام صاحب سے مسئلہ پوچھا اور آپ نے جواب باصواب دیا اور فزاری نے کہا کہ حضرت کی حدیث تو یوں ہے تو آپ نے یہ سمجھ کر ہمارا جواب تو عین تفسیر

حدیث تھا جس کو یہ سمجھ نہیں سکا۔ یزید بن ہارون کی طرح اس کو کہہ دیا ہو کہ تم حدیث کا ذکر چھوڑ دو جب تم ہیں اس کی سمجھ نہیں اب بتائیے اس میں آپ پر کیا الزام ہے۔ الحاصل حضرت امام اعظم ایسے مسلم پیشوائے دین فقیہ و محدث کی بر خلاف جو شخص یہ الزام لگائے کہ وہ قرآن و حدیث کے بر خلاف مسائل بیان کرتے تھے اور قال اللہ و قال الرسول کی پرواہ نہیں کرتے تھے اس کا قول بالکل مردود ہے جیسا کہ برخلاف اس کے شہادت محدثین ثابت ہو چکا ہے کہ آپ ہر مسئلہ میں قرآن و سنت کی اتباع کرتے تھے اور احادیث صحیحہ اور آخری فعل رسول اور تعامل صحابہ کی تلاش میں رہتے تھے اسلئے اکابر محدثین امام صاحب کے ہی اقوال پر فتویٰ دیتے تھے جیسا کہ پیچھے گزرا ہے۔

وہابی | خطیب بغدادی نے کہا ما ولد فی الاسلام اشر منہ یعنی اسلام میں کوئی اس سے زیادہ ضرر دینے والا پیدا نہیں ہوا۔

حنفی | مخالف نے کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا کہ خطیب بغدادی نے کس سے یہ فقرہ روایت کیا ہے اور یہ بھی بیان نہیں ہے کہ یہ قول کس کی نسبت ہے پھر ایسے بے سر و پا بے اصل اقوال کو مخالف کے سامنے معرض استدلال میں پیش کرنا بڑی حماقت کی بات ہے ہم اوپر خطیب کی روایات معتبر کتاب تبییض الصحیفہ کے حوالہ سے امام صاحب کی مدح میں درج کر چکے ہیں جو ابن ابی داؤد سے روایت کی گئی ہیں۔ اور جن کا مضمون یہ ہے کہ امام صاحب کی نسبت سوائے جاہل یا حاسد کے کوئی کلام نہیں کر سکتا تو پھر وہی خطیب اپنی ان روایات کے برخلاف امام صاحب کی مذمت میں کس طرح کہہ سکتا ہے کہ ما ولد فی الاسلام اشر منہ۔ ممکن ہے کہ ایسا کلمہ کسی شریر حاسد نے کسی بزرگ کی نسبت کہہ دیا ہو کیونکہ اکثر جاہل حاسد بزرگان دین کی نسبت ایسے بیہودہ دل آزار کلمات کہہ کر اپنے

دل خوش کیا کرتے تھے جیسا کہ حضرت امام شافعیؒ کی نسبت ان کے خبر پر حساد نے ایک
بے وشمنی حدیث ان کی مذمت میں روایت کر دی ہے۔ عن انس قال قال
رسول اللہ صلعم یکون فی امتی رجل یقال لہ محمد بن
ادریس اضر علی امتی من ابلیس۔ دیکھو شرح سفر السعادت صفحہ ۵۲۲
محدث دہلوی۔ پھر اگر کوئی کم بخت دشمن دین اسی مضمون کی من گھڑت یہ روایت
ما ولد فی الاسلام۔ الخ امام صاحب کی مذمت میں کہہ دے تو اس سے
حضرت امامؒ کی قدر و منزلت میں کیا فرق آسکتا ہے جب دنیا اس بات کی قائل
ہو چکی ہے کہ آپ جیسا حامی دین اسلام مفسر الکتاب محی السنۃ فقیہ زاہد۔ عابد
متورع۔ خائف من اللہ نہ کوئی ہوا ہے اور نہ ہوگا اور جب کہ آپ کا فیض ابدالآباد
تک صفحہ دنیا پر جاری ہے اور آپ کے متبعین کی تعداد اس وقت خدا کے فضل
سے اسلامی آبادی کی دو تہائی کے قریب ہے پھر ایسے مسلم مقتداء اسلام کی نسبت
ایسے کلمات بکنے والا اپنی عاقبت خراب کرنے کے سوا حضرت امامؒ کی شان عالی
کو کیا بٹہ لگا سکتا ہے۔

وہابی امام بخاریؒ نے فزاری سے روایت کیا ہے کہ کنت عند
سفیان نعمان فقال الحمد للہ ینقض
الاسلام عروۃ فی الاسلام اشام منہ یعنی سفیان کے پاس
تھا کہ امام ابو حنیفہؒ کے مرنے کی خبر آئی۔ سفیان نے کہا کہ الحمد للہ کہ ایسا امام دنیا
سے گیا جو اسلام کے حلقہ کو توڑتا تھا اور اس سے زیادہ اشام کوئی نہ تھا۔)

حنفی اول تو یہ روایت بھی اوپر کی روایت کی طرح یاروں لوگوں کی گھڑت ہے
اور امام بخاریؒ پر افترا محض ہے کہ اس کے راوی ہیں اگر کور باطن یہ گمان
کو اس روایت کی کوئی سند امام ہوتی تو وہ بخاری کو یہ روایت حاصل ہوتی ہے

کیونکہ ابو اسحٰق فزاری کو امام بخاریؒ نے دیکھا نہیں تھا بلکہ فزاری کی موت امام
بخاری کی ولادت سے پہلے ۱۸۵ھ میں ہو چکی تھی۔ دوم اس روایت میں یہ بھی بیان
نہیں ہے کہ کون سے نعمان کی نسبت یہ قول ہے کیونکہ نعمان بن ثابت درحق نہیں
ہے۔ سفیان ثوریؒ کے زمانہ میں سوائے حضرت امامؒ کے اور بھی بہت سے نعمان
نہیں جو سفیان سے پہلے ہوئے تھے مثلاً نعمان بن المنذر الغسانی جو بقول میزان قدری
تھا اور اس نے عقیدہ قدریہ میں ایک کتاب تصنیف کی تھی اور لوگوں کو اس کی طرف
مدعو کرتا تھا۔ دوسرا نعمان بن شبل الباہلی البصری جو بقول موسیٰ بن ہارون و ابن حبان مندرجہ
میزان کے جھوٹی اور وضعی روایات کی روایت کرنے میں متہم تھا تیسرا نعمان بن راشد
الجزری جو بقول بخاری مندرجہ میزان حدیث میں کثیر الوہم تھا امام احمد کے نزدیک مضطرب
الحدیث تھا اور منکر احادیث روایت کیا کرتا تھا یحییٰ بن معین اور یحییٰ بن سعید اس کو
ضعیف بتاتے ہیں علاوہ ان کے نعمان بن ابی شیبۃ الصنعانی اور نعمان بن عبدالسلام
التیمی بھی تھے۔ پس اتنے نعمان اس وقت موجود ہونے کے بلا کسی قرینہ کے لفظ نعمان
سے امام ابو حنیفہ ہی سمجھ لینا کونسی دانائی اور انصاف پسندی ہے ممکن ہے کہ نعمان
سے ابو اسحاق فزاری کی مراد نعمان بن منذر سے ہو جو فرقہ باطلہ قدریہ کی تائید اور
لوگوں کو گمراہ کرنے میں سرگرم ممبر تھا اور اس پر فقرہ ینقض الاسلام عروۃ عروۃ بھی
خوب منطبق ہو سکتا تھا اس طرح ممکن ہے کہ نعمان سے نعمان بن شبل مراد ہو جو وضعی
اور جھوٹی روایات کے روایت کرنے میں متہم تھا ایسے ہی نعمان بن راشد بھی مراد ہو
سکتا ہے الغرض اس قدر احتمالات کے موجود ہوتے حسب قاعدہ مسلمہ اذا جاء الاحتمال
بطل الاستدلال کے آپ یہاں لفظ مطلق نعمان سے امام ابو حنیفہ بن ثابت ہرگز
قرار نہیں دے سکتے۔ سوم یہ تو کوئی شخص ایک لمحہ کے لیے بھی تسلیم نہیں کر سکتا کہ سفیان
ثوری کی یہ جرح قابل تسلیم نہیں کیونکہ سفیان ثوری امام ابو حنیفہؒ کے اقران اور معاصرین

سے تھے اور ہمعصروں کی کلام ایک دوسرے کے برخلاف محققین اہل حدیث کے
نزدیک بالکل غیر مقبول ہوتی ہے چنانچہ میزان الاعتدال کے صفحہ ۵ میں لکھا ہے کلام
الاقران بعضهم فی بعض لا یعباء به لاسیما اذا لاح لک
انه لعداوة او لمذهب او لحسد وما ینجو منه الا من
عصمه الله یعنی بعض ہمعصروں کی کلام بعض کے حق میں بے اعتبار ہوتی ہے
خصوصاً جب کہ ظاہر ہو جاوے کہ یہ بات کسی عداوت مذہبی یا حسد ذاتی سے
کہی گئی ہے کیونکہ حسد سے سوائے معصومین کے کوئی نہیں بچ سکتا۔ اور خیرات الحسان کے
صفحہ ۲ میں لکھا ہے قد عرفناک ان الجارح لا یقبل منه الجرح
وان فسره فی حق من غلبت طاعاته علی معاصیه و
مادحوه علی ذامیه ومزکوه علی جارحیه اذا کانت
یشهد العقل بان مثله من تعصب مذهبی او مناقشة
دنیویة کما یکون بین النظراء وغیر ذالک وحینئذ
فلا یلتفت لکلام الثوری وغیره فی ابی حنیفه وابن ابی ذئب
وغیره فی مالک وابن معین فی الشافعی والنسائی فی احمد
بن صالح ونحوه ولو اطلقنا تقدیم الجرح لما سلم لنا احد
من الائمة اذ ما من امام الا وقد طعن فیه طاعنون
وهلک فیه هالکون۔ یعنی ہم معلوم کراتے ہیں تجھ کو یہ بات کہ جارح کی جرح
اگرچہ مفسر ہی کیوں نہ ہو ایسے شخص کی نسبت ہرگز قبول نہ کی جاوے گی۔ جس کی طاعات
اس کے معاصی پر غالب ہوں اور اس کی مدح کرنے والے اس کی ذم کرنے والوں
اور اس کے تزکیہ کرنے والے اس کی جرح کرنے والوں سے زیادہ ہوں جب
کہ عقل اس بات کی شہادت دے کہ اس قسم کی جرح تعصب مذہبی یا مناقشہ

دنیوی کی وجہ سے ہے جیسا کہ ابتداء سے ہم عصروں وغیرہ کے مابین ہوتا چلا آیا
ہے پس ایسی صورت میں امام ابوحنیفہ کی نسبت ثوری وغیرہ کی کلام کی طرف ہرگز
التفات نہ کی جاوے گی۔ اور نہ امام مالک کے حق میں ابن ذئب وغیرہ اور امام
شافعی کی نسبت ابن معین اور احمد بن صالح وغیرہ کے حق میں نسائی وغیرہ کی کلام کا کوئی
اعتبار کیا جاوے گا اگر ہم تقدیم جرح کو مطلق کر دیں تو ائمہ مسلمین سے کوئی امام جرح
وقدح سے سلامت نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ ایسا کوئی امام نہیں ہے جس کی نسبت طاعنین
نے طعن کیا ہو اور اس کی بدگوئی سے ہلاک نہ ہوئے ہوں اگر محققین کی یہ تصریح
آپکے نزدیک مسلم نہیں اور آپ ہمعصروں کی کلام کو ایک دوسرے کے حق میں
تسلیم کرتے ہیں تو پھر آپ کو امام مسلم کا امام بخاری و ابن مدینی کی نسبت یہ قول
بھی تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ یہ دونوں حضرت محدث نہ تھے صرف ایک طالب حدیث
اور مبتدی تھے چنانچہ امام مسلم نے اپنی صحیح کے مقدمہ کی صفحہ ۱۱ میں متعلق حدیث کے
بحث کرتے ہوئے اپنے ہم عصروں کی نسبت جو اس میں مختلف الرائے تھے
اس طرح پر لکھا ہے وقد تکلم بعض منتحلی الحدیث من
اهل عصرنا۔ یعنی تحقیق ہمارے زمانہ کی بعض ہمعصروں سے دو طالب الحدیث
نے کلام کی ہے اور منتحل یعنی طالبی الحدیث سے اس جگہ مراد حسب تصریح امام
نووی کے علی بن المدینی و امام بخاری ہیں اب آپ کو اہل احادیث کے حالات کی بھی
تصریح کر دی جاتی ہے جس سے صاف ثابت ہو جائیگا کہ کسی کو طالب حدیث یعنی
مبتدی کہنے سے اس کے محدث ہونے کی نفی ثابت ہوتی ہے چنانچہ نواب صدیق
حسن خان ابجد العلوم کے صفحہ ۲۴۲ میں اس طرح پر لکھتے ہیں قال فی کشاف
اصطلاحات الفنون لاهل الحدیث مراتب و اولها الطالب
وهو المبتدی الراغب فیه ثم المحدث وهو الاستاذ

الکامل و کذا الشیخ والامام بمعناہ ثم الحافظ وھو الذی
احاط علمہ بمائۃ الف حدیث متناً و اسناداً و احوال
رواتہ جرحاً و تعدیلاً و تاریخاً ثم الحجۃ وھو الذی احاط
علمہ بثلثمائۃ الف حدیث کذلک قالہ المطری۔ یعنی کتاب
نے اصطلاحات فنون میں لکھا ہے کہ اہل حدیث کی کئی درجے ہیں پہلا درجہ طالب
یعنی مبتدی کا ہے پھر محدث کا جو استاذ کامل ہے اور ایسا ہی شیخ اور امام کا درجہ
ہے اور ان سے بڑھ کر حافظ ہے جس کو ایک لاکھ حدیث متناً و سنداً مع حالات
رواۃ اور ان کی جرح و تعدیل اور تاریخ کے یاد ہوں پھر سب سے بڑھ کر اعلیٰ
درجہ حجت کا ہے جس کو تین لاکھ حدیث مع متعلقات کے یاد ہوں اب دیکھئے
تمام جہان کے محدثین کا تو اس پر اتفاق ہے کہ امام بخاری اور علی بن مدینی محدث
حافظ حجت اور امام ائمہ حدیث ہیں مگر برخلاف اس کے ان کے ہمعصر امام مسلم
ابھی ان کو حدیث میں صرف مبتدی ہی سمجھتے ہیں اور محدث تک کا درجہ ان
کو نہیں دے سکتے سو اس میں ان کی کس قدر توہین و ہتک ہے کیا آپ اس کو گوارا
کر سکتے ہیں؟ اور سنئے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے استاذ محمد بن یحییٰ ذہلی
لفظ قرآن کی مخلوق ہونے کا قائل سمجھ کر مبتدع خیال کرتے اور لوگوں کو ان کے
پاس آمد و رفت سے ممانعت کرتے ہیں چنانچہ مقدمہ فتح الباری کے صفحہ ۴۹۰
میں لکھا ہے۔ و قال ابو حامد بن الشرقی سمعت محمد
بن یحییٰ الذہلی یقول القرآن کلام اللہ غیر مخلوق و من
زعم لفظی بالقرآن مخلوق فہو مبتدع لا یجالس
ولا یکلم و من ذہب بعد ہذا الی محمد بن اسماعیل
فاتہموہ فانہ لا یحضر مجلسہ الا من کان علی مذہبہ

یعنی ابو حامد شرقی نے کہا کہ سنا ہے محمد بن یحییٰ ذہلی کو کہ کہتے تھے کہ قرآن شریف
کلام اللہ غیر مخلوق ہے اور جس نے گمان کیا کہ تلفظ قرآن کا مخلوق ہے پس وہ مبتدع
ہے اس کے پاس نہ بیٹھنا چاہئے اور نہ اس سے بولنا چاہیے اور اس کے بعد جو شخص محمد
بن اسمٰعیل کے پاس جاوے اس کو بھی متہم جانو کیونکہ اس کی مجلس میں وہی جائے گا
جو اس کے مذہب کا ہوگا دیکھو امام بخاری کی نسبت امام ذہلی ان کے استاذ کی
کس قدر سخت جرح ہے کہ وہ ان کو معتزلہ فرقہ میں سے سمجھتے تھے جو لفظ قرآن کی مخلوق
ہونے کا قائل ہے جیسا کہ غنیۃ الطالبین کے صفحہ ۲۲۵ میں فرقہ معتزلہ کے بیان میں
لکھا ہے۔ و اما المعمریۃ فکان شیخہم المعمر یقول
ان القرآن فعل الاجسام ولیس ھو بفعل اللہ۔ یعنی معتزلہ میں سے
فرقہ معمریہ کا شیخ کہتا تھا کہ قرآن فعل اجسام ہے (یعنی حروف و صورت سے مرکب
ہے) اور فعل خدا نہیں ہے ایسے ہی امام بخاری نے بھی ۲۵۰ھ میں بمقام نیشاپور
ایک بھری مجلس میں کسی شخص کے الفاظ قرآن کی نسبت سوال کرنے پر فرمایا۔ افعالنا
مخلوقۃ و الفاظنا من افعالنا۔ (مقدمہ فتح الباری صفحہ ۴۹۰، ۵) یعنی افعال
ہمارے مخلوق ہیں اور ہمارے الفاظ ہمارے افعال ہیں نتیجہ یہ کہ قرآن کے الفاظ
مخلوق اور فعل اجسام ہیں۔ الغرض اگر صاحب خیرات الحسان کی تصریح مقدمہ صفحہ ۹
کو جو ابھی مذکور ہوئی ہے مسلم نہ رکھا جائے تو آپ براہ مہربانی آپ ہی فرما دیں کہ امام
ذہلی کے فتویٰ اور جرح سے امام بخاری کے سالم و محفوظ رہنے کی اور کون سی سبیل
ہو سکتی ہے۔

وہابی | رازی نے رسالہ ترجیح شافعی میں لکھا ہے کہ بخاری نے ذکر شافعی کا
اپنی تاریخ کبیر میں کیا ہے مبہم کیا۔ ولو کان الضعفاء فی ھذا الباب
ای فی علم الحدیث لذکرہ کما ذکر ابا حنیفۃ فی ھذا الباب

یعنی اگر امام شافعیؒ علم حدیث میں ضعیف ہوتے تو امام بخاری اپنی کتاب تاریخ کبیر میں ان کا بھی ذکر کرتے جیسے ابو حنیفہؒ کا ضعفاء میں ذکر کیا ہے۔

حنفی

امام رازی کا کوئی رسالہ ترجیح شافعی میں نہیں ہے البتہ مناقب شافعی میں ان کا رسالہ ہے اور اس میں عبارت مذکور بھی ہے اور پھر یہ عبارت بھی انہوں نے کوئی طعن کے طور پر نہیں لکھی جیسا کہ آپ نے سوء فہمی سے سمجھا ہے بلکہ انہوں نے امام بخاری کا گویا ایک طرح کا شکریہ کیا ہے کیونکہ امام بخاری نے جس بے پرواہی سے امام شافعی کا ذکر تاریخ کبیر میں کیا ہے اس کے لحاظ سے امام رازی نے یہ غنیمت سمجھا ہے کہ تضعیف نہیں کی جیسی کہ امام ابو حنیفہؒ کی کی ہے چنانچہ کل عبارت مذکورہ اس طرح ہے۔ و اما الامام محمد بن اسمٰعیل البخاری فقد ذکر الشافعی فی تاریخ الکبیر فقال فی باب محمد بن عبد اللہ محمد الشافعی القرشی مات سنة اربع و مائتین ثم انہ ما ذکرہ فی باب الضعفاء مع علمہ بانہ کان قد روی شیئاً کثیراً من الحدیث و لو کان من الضعفاء فی ھذا الباب لذکرہ ذکرا باحنیفة فی ھذا الباب۔ علاوہ اس کے چونکہ امام شافعی کی حافظ محمد بن حسین ابو الفتح موصلی متوفی ۳۷۴ھ نے اپنی کتاب الضعفاء میں

؎ چنانچہ عقود الجواہر المنیفہ کے صفحہ ۱۱ میں لکھا ہے۔ وذکر محمد بن الحسین الموصلی الحافظ فی آخر کتابہ فی الضعفاء قال یحیی بن معین ما رایت احداً اقدمہ علی وکیع وکان یفتی برای ابی حنیفة وکان یحفظ حدیثہ کلہ وکان قد سمع

یحیی بن معین کے قول سے تضعیف اور امام ابو حنیفہؒ کی توثیق کی تھی اس لیے امام رازی کی عبارت مذکورہ سے مترشح ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے امام کی حمایت میں حافظ موصلی کی تضعیف کو مد نظر رکھ کر صرف یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ چونکہ امام

من ابی حنیفة حدیثاً کثیراً (قال) وقیل لیحیی بن معین یا ابا زکریا ابو حنیفة کان یصدق فی الحدیث قال نعم صدوق (قال) وقیل لیحیی بن معین ایضاً احب الیک ابو حنیفة او الشافعی او ابو یوسف القاضی فقال اما الشافعی فما احب حدیثہ واما ابو حنیفة فقد حدث عنہ قوم صالحون وابو یوسف لم یکن من اہل الکذب کان صدوقاً ولکن لست اری حدیثہ یجزی۔ یعنی یحیی بن معین نے کہا ہے کہ میں نے ایسا کوئی محدث و عالم نہیں دیکھا جس کو میں وکیع پر مقدم کروں حالانکہ وہ امام ابو حنیفہ کی رائے پر فتوے دیا کرتے تھے اور ان کی کل حدیثیں حفظ کرتے تھے اور انہوں نے امام ابو حنیفہ سے بہت حدیثیں سنی تھیں۔ پھر یحیی بن معین سے کہا گیا کہ کیا امام ابو حنیفہ حدیث میں سچے مانے جاتے تھے کہا کہ ہاں سچے مانے جاتے تھے پھر بھی ان سے کہا گیا کہ ابو حنیفہ و شافعی اور ابو یوسف قاضی میں سے کون سا آپ کو پسندیدہ ہے فرمایا کہ میں شافعی کی حدیث پسند نہیں کرتا لیکن ابو حنیفہ کو پسند کرتا ہوں کیونکہ ایک جماعت صالحین نے ان سے حدیث روایت کی ہے اور ابو یوسف گو اہل کذب سے نہ تھے بلکہ صدوق تھے لیکن میں ان کی حدیث جائز نہیں سمجھتا دیکھو یحیی بن معین جن کی نسبت محض امام احمد کا یہ قول ہے کہ وہ رجال کی نسبت ہم سے اعلم تھے۔ اور جس حدیث کو یحیی نہ پہچانیں وہ حدیث ہی نہیں ہے ان کی جرح کو امام شافعی کی نسبت محض اس لیے قبول نہیں کیا گیا کہ وہ ان کے ہم عصر تھے۔

بخاری نے امام شافعی کا تاریخ کبیر میں ذکر کیا ہے اور کتاب الضعفاء میں ان
کا ذکر نہیں کیا اس لیے امام شافعی ان کے نزدیک ضعیف نہ تھے اور غیر کی تضعیف
بے اعتبار ہے۔ الغرض عبارت مذکور سے آپ کا یہ سمجھنا کہ امام رازی نے اس
تصریح سے امام ابوحنیفہ کی تضعیف ثابت کرنی چاہی ہے صرف سوء فہمی ہی نہیں
ہے بلکہ امام رازی پر محض ایک طرح کا افتراء و بہتان ہے امام بخاری کا حضرت
امام کا ذکر ضعفاء میں کرنا محض بوجہ تنافر مذہبی اور ذاتی عداوت کی تھا جس کی
وجہ یہ ہے کہ امام ابوحفص کبیر بخاری شاگرد امام محمد نے امام بخاری کو کہا تھا کہ آپ
فتوے نہ دیا کریں کیونکہ آپ فتویٰ دینے کی لائق نہیں امام بخاری نے نہ مانا
جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک دن کسی نے آکر ان سے مسئلہ پوچھا کہ اگر ایک بکری کا دودھ
دو لڑکوں نے پی لیا تو رضاع ثابت ہو گا یا نہیں امام بخاری نے فرمایا رضاع ثابت
ہو جاتی ہے اس بات پر لوگ آپ سے بے اعتقاد ہو گئے اور اس بدمزگی کی وجہ
سے آپ کو بخارا چھوڑنا پڑا جیسا کہ فتح القدیر اور نہایہ وغیرہ شروح ہدایہ میں مصرح
ہے پس امام بخاری کا امام صاحب کو ضعفاء میں درج کرنا محض اس رنجش کے باعث
تھا جو ان کو امام صاحب کے پیروں سے ہوتی تھی اور ظاہر ہے کہ جو جرح بوجہ عداوت
یا تعصب مذہبی کسی پر کیا جائے وہ محدثین کے نزدیک غیر مقبول ہے جیسا کہ ابھی
گزر چکا ہے۔

(فزاری کی روایت مرویہ امام بخاری کا موضوع ثابت ہونا)

جب رسالہ ہذا کا دو ورقہ صفحہ ۷۷ تا ۸۰ چھپ کر مشتہر ہوا تو اس میں ہمارے
دوست مولوی ابو یوسف محمد شریف صاحب امام مسجد کوٹلی لوہاراں مغربی سیالکوٹ
نے ابو اسحٰق فزاری کی روایت نقض الاسلام عروۃ مرویہ امام بخاری کی نسبت یہ
اعتراض کیا کہ حیدرآبادی معترض نے یہ نہیں لکھا کہ امام بخاری نے کس کتاب میں
یہ روایت لکھی ہے یا کس راوی سے ابو اسحٰق فزاری کا یہ روایت کرنا سنا ہے)

دیکھ کر ہمیں اطلاع دی ہے کہ یہ روایت امام بخاری نے تاریخ صغیر میں نعیم بن
حماد مروزی عن ابی اسحٰق فزاری سے لکھی ہے پس اب اس پہلو پر ہم بڑی دلیری
سے کہتے ہیں کہ یہ روایت محض جعلی و وضعی ہے اور حضرت سفیان ثوری پر صریح افترا
ہے کہ انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کی نسبت ان کی وفات کی خبر سن کر معاذ اللہ ایسا فرمایا
کیونکہ نعیم بن حماد مروزی متوفی ۲۲۸ھ اگرچہ امام بخاری کا شیخ ہے اور ان کے نزدیک
معتبر ہے اور اس سے چند احادیث انہوں نے اپنی صحیح میں بھی لکھی ہیں مگر اکثر محدثین
کے نزدیک وہ سخت مجروح ہے یہاں تک کہ بعض نے علاوہ اس کے ضعف اور
نکارت کے وضع احادیث کا الزام اس پر لگایا ہے اور امام صاحب کا تو یہ
ایسا دشمن تھا کہ ان کی عیب گیری میں جھوٹی روایات خود گھڑ کر اور لوگوں کی طرف
منسوب کرتا تھا۔ چنانچہ میزان الاعتدال میں اس کی نسبت لکھا ہے۔ قال الازدی
کان ابو نعیم یضع الحدیث فی تقویۃ السنۃ وحکایات
مزورۃ فی ثلب النعمان کلھا کذب۔ یعنی ابو الفتح ازدی مشہور
حافظ موصلی نے کہا ہے کہ ابو نعیم تقویت سنت میں وضع حدیثیں اور عیب گیری
نعمان میں جھوٹے قصے گھڑتا تھا جو سب کے سب جھوٹے ہوتے تھے اور مقدمہ فتح الباری
کے صفحہ ۵۲۵ میں لکھا ہے وقال النسائی ضعیف و نسبہ ابو البشر
الدولابی الی الوضع۔ یعنی نسائی نے اس کو ضعیف کہا ہے اور ابو البشر
دولابی نے اس کو وضع احادیث کی طرف منسوب کیا ہے اور تذکرۃ الحفاظ کی جلد
۲ صفحہ ۹ میں لکھا ہے وھو (ای نعیم) مع امامتہ منکر الحدیث
پھر اسی کے صفحہ ۹ میں ہے وقال ابو سعید بن یونس روی احادیث
مناکیر عن الثقات۔ اخیر میں لکھا ہے وکان من اوعیۃ العلم
ولا یحتج بہ۔ یعنی اگرچہ یہ علم کے بر[illegible] ہے تھا مگر اس کے ساتھ

مجمعت نہیں پکڑی جاتی اور میزان الاعتدال میں ہے و قال ابو داؤد کان
عند نعیم بن حماد نحو عشرین حدیثا عن النبی
صلی اللہ علیہ وسلم لیس لہا اصل۔ یعنی نعیم بن حماد کے پاس
رسول خدا کے تقریباً بیس احادیث ایسی تھیں جن کا کوئی اصل نہ تھا اس کے بعد صاحب
میزان نے بطور نمونہ چند بے اصل احادیث نقل کی ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے
نعیم بن حماد ثنا ابن وهب ثنا عمرو بن الحارث عن سعید
بن ابی هلال عن مروان بن عثمان عن عمارة بن عامر عن
ام الطفیل انها سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم
یقول رأیت ربی فی احسن صورة شابا موفرا رجلاه فی
خضر علیہ نعلان من ذهب۔ دیکھو جو شخص احادیث کے وضع
کرنے میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر افترا کی کچھ پرواہ نہ کرے وہ امام اعظم
کی عیب گیری میں جھوٹے قصے گھڑنے میں کب فرق کرے گا پس امام بخاری کی
روایت مذکور بقول حافظ ازدی صریح جھوٹی اور وضعی ہے اور حضرت سفیان ثوری
کا امام کی وفات کی خبر پہنچنے کے وقت الحمدللہ ینقض الاسلام عروۃ کہنا سراسر
افترا اور بہتان ہے اس موقع پر اگر کوئی یہ کہے کہ یہ تو مانا کہ روایت مذکور جعلی و وضعی
ہے لیکن امام بخاری کی عظمت و جلالت سے یہ بہت مستبعد معلوم ہوتا ہے کہ وہ
محض ایک مذہبی رنجش سے امام ابوحنیفہؒ کی نسبت ان کے حاسدوں سے جعلی قصے
روایت کر کے اپنا دل خوش کرنا پسند کریں اور ان کی توہین روا رکھیں اس تعجب کے
دفعیہ میں ہم ان سے کہتے ہیں کہ جب کہ امام بخاری اپنے استاذ محمد بن یحییٰ ذہلی
سے اس رنجش کا بدلہ لینے سے نہیں چوکے جو ان سے ان کو اہل بدعت کا فتویٰ دینے
سے حاصل ہوئی تھی تو پھر امام ابوحنیفہؒ کب ان کی رنجش کے بدلے سے بچ سکتے تھے

جس کا مختصر بیان اس طرح پر ہے کہ امام بخاری نے امام ذہلی سے فتویٰ مذکور کے
پہلے احادیث بہت سی سنی ہوئی تھیں جن کا صحیح بخاری میں درج کرنا ضروری تھا
اور بوجہ رنجش لاحقہ سے ان کو یہ بھی گوارا نہ تھا کہ ان کے اعدا سے خود دشمن کا
نام مشہور کیا جائے اس پر انہوں نے مثل مشہور "سانپ بھی مر جاوے اور لاٹھی بھی بچی
رہے" پر کاربند ہو کر یہ حکمت عملی کی کہ تقریباً ۳۰ احادیث مرویات ان کی تو مختلف
ابواب میں درج کر دیں لیکن کسی روایت کے بھی سلسلہ اسناد میں ان کے نام کے ساتھ
ان کے باپ کا نام نہ لکھا کہ جس سے غیر کو یہ شخص ہو سکے کہ امام ذہلی سے یہ احادیث
روایت کی گئی ہیں چنانچہ کسی جگہ تو صرف حدثنا محمد ہی لکھ دیا اور کسی
جگہ بجائے ان کے باپ یحییٰ کے ان کے دادا عبداللہ یا پردادا خالد کا نام لکھ دیا
جیسا کہ عینی شرح بخاری جلد ۲ کے صفحہ ۲ میں اس طرح پر لکھا ہے۔ محمد بن یحییٰ
بن عبد اللہ بن خالد فارس بن ذؤیب ابو عبد اللہ
الذهلی روی عنه البخاری فی الصوم و الطب
والجنائز والعتق وغیرہ موضعا فی قریب من ثلاثین
ولم یقل حدثنا محمد بن یحیی الذهلی مصرحا بل یقول
حدثنا محمد ولا یزید علیه و یقول محمد
بن عبد اللہ ینسبه الی جده و یقول محمد
بن خالد ینسبه الی جد ابیه والسبب فی ذالک ان البخاری
لما دخل نیسابور علیه محمد بن یحیی الذهلی فی
خلق الحفظ وکان قد منهم الروایة عنه
ولم یصرح باسمه۔ پس جو شخص اپنے استاد سے رنجش کا بدلہ لینے
سے نہ چوکے وہ غیر سے بدلہ لینے سے کس طرح چوک سکتا ہے۔

وہابی — یحییٰ بن معین نے کہا ابوحنیفہؒ سے حدیث ذکر کرو ان کی حدیث قابل اعتماد نہیں۔ دیکھو کتاب المنتظم لابن الجوزی۔

حنفی — اس موقعہ پر ہم کیوں نہ کہہ دیں کہ ؎ چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد۔ کیا یہ وہی یحییٰ بن معین نہیں ہیں جن کا ایک قول بحوالہ عقود الجواہر المنیفہ وسفیان و مالک والاوزاعی والقرأۃ عندی قراءۃ حمزۃ والفقہ فقہ ابی حنیفۃ علی ہذا ادرکت الناس (دیکھو خیرات الحسان صفحہ ۳۵) اور یہ بھی ان کا قول ہے۔ کان ثقتہ صدوقاً فی الفقہ والحدیث ماموناً علی دین اللہ اور کہ ابوحنیفہ ثقۃ فی الحدیث لا یحدث الا بما یحفظ ولا یحدث بما لا یحفظ (تہذیب الکمال) پھر ان اقوال کی موجودگی میں کون شخص خیال کر سکتا ہے کہ یحییٰ بن معین امام صاحب کی نسبت کہیں کہ ان سے حدیث ذکر کرو ان کی حدیث قابل اعتماد نہیں اور ابن جوزی کا حال ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ وہ ایک سخت متعصب شخص تھا جس کو اکثر ائمہ عظام سے دشمنی تھی۔ اور پھر باوجود اس کے اس میں یہ سخت عیب تھا کہ جرح کے اقوال تو درج کر دیتا تھا اور مجروح کی نسبت جو کسی نے توثیق و تعدیل کی ہوتی تھی اس کا ذکر تک نہ کرتا تھا چنانچہ امام ذہبی نے میزان میں ترجمہ ابان بن یزید العطار میں لکھا ہے وقد اوردہ ایضاً العلامۃ ابو الفرج ابن الجوزی فی الضعفاء ولم یذکر فیہ اقوال من وثقہ ہذا من عیوب کتابہ یذکر الجرح و یسکت عن التوثیق علاوہ اس کے چونکہ ابن الجوزی کی کتاب المنتظم بقول صاحب کشف الظنون اوہام کثیرہ اور اغلاط صریحہ کا مجموعہ ہے اس لیے معلوم ہوتا ہے کہ ابن جوزی نے بجائے امام شافعی کے غلطی سے امام ابوحنیفہؒ کا نام لکھ دیا ہے کیونکہ یحییٰ ابن معین

نے امام شافعی کی ہی حدیث کو ناپسند کیا ہے جیسا کہ ابھی بحوالہ عقود الجواہر المنیفہ کے موصلی کے منقولہ قول یحییٰ ابن معین سے گزرا ہے۔

وہابی — میزان الاعتدال میں لکھا ہے النعمان بن ثابت ابن زوطی ابوحنیفۃ الکوفی امام اہل الرأی ضعفہ النسائی من جہۃ حفظہ و ابن عدی و آخرون۔ یعنی نعمان ابوحنیفہؒ امام اہل رائے کے ہیں ان کو نسائی نے بباعث سوء حفظ ضعیف کہا اور ابن عدی اور دوسرے لوگوں نے بھی اسی طرح کہا۔

حنفی — اوّل تو ہمیں اس بات کے تسلیم کرنے سے بالکل انکار ہے کہ میزان الاعتدال میں صراحت سے لکھ دیا ہے کہ میں اس کتاب میں جو شخص ضعفاء ہے۔ ائمہ متبوعین مثل امام ابوحنیفہؒ و شافعی و بخاری کا ترجمہ ادیا نہیں لکھوں گا چنانچہ اس کی عبارت یوں ہے وکذا لا اذکر فی کتابی من الائمۃ المتبوعین فی الفروع احداً لجلالتہم فی الاسلام وعظمتہم فی النفوس مثل ابی حنیفۃ والشافعی والبخاری۔ یعنی میں اس کتاب میں ائمہ متبوعین کا ہرگز ذکر نہیں کروں گا کیونکہ اسلام میں ان کی جلالت اور عظمت مسلم ہے مثل امام ابوحنیفہؒ و شافعی اور بخاری کے۔ پس جب کہ مصنف کتاب نے خود صریح کر دی ہے۔ کہ ائمہ عظام کی نسبت اس کتاب میں کچھ ذکر نہ کیا جائے گا تو پھر وہ برخلاف اس کے امام ابوحنیفہؒ کی نسبت یہ جرح کس طرح کر سکتا تھا جس سے صاف ثابت ہے کہ امام صاحب کی نسبت کسی نادان جلنے شرارتاً یہ عبارت میزان الاعتدال کے حاشیہ پر ایزاد کر دی اور پھر ناقل نے اصل عبارت سمجھ کر درج کتاب کر لی۔ چنانچہ اب بھی بعض نسخ صحیحہ میں یہ عبارت ہرگز درج نہیں بلکہ بعض نے یہ لکھ دیا ہے کہ چونکہ یہ ترجمہ اس نسخہ میں تھا اور دوسرے میں نہ تھا اس

لیے ہم نے اس کو حاشیہ پر درج کر دیا ہے۔ دوم اس الحاقی عبارت میں فقرہ
من جهة حفظه کو نسائی کی طرف منسوب کرنا بالکل غلط ہے اور درج
کنندہ عبارت نے اپنی طرف سے ختم کر کے جرح مبین کی صورت بنا دی ہے حالانکہ
نسائی نے کتاب الضعفاء میں صرف اس قدر لکھا ہے۔ نعمان بن ثابت لیس
بالقوی فی الحدیث۔ اور یہ جرح غیر مفسر مبہم ہے جو باتفاق محدثین غیر مقبول
ہے علاوہ ازیں یہ جرح بھی امام نسائی سے امام بخاری کی طرح محض مذہبی تعصب
کی وجہ سے صادر ہوئی ہے کیونکہ امام نسائی مائل بہ تشیع تھے جیسا کہ ابن خلکان نے
لکھا ہے۔ وکان یتشیع۔ (یعنی وہ تشیع کرتے تھے) بلکہ ان کی موت بھی ان
کی تشیع کی وجہ سے لوگوں کی زد و کوب سے ہوئی ہے اور اہل تشیع کا بغض امام
صاحب سے ظاہر ہے پس انہوں نے اگر آپ کی نسبت ولیس بالقوی
لکھ کر اپنا دل خوش کر لیا تو کیا مضائقہ۔ ان کو اس قدر جرأت پھر بھی نہ ہو سکی کہ جرح
کی تفسیر اور بیان بھی کر دیں کیونکہ تمام محدثین آپ کی ثقاہت کے قائل ہو چکے
ہیں اور امیر المؤمنین فی الحدیث شعبہ جیسے جلیل القدر امام نے آپ کی نسبت صاف
شہادت دے دی ہے کہ آپ جید الحفظ اور حسن الفہم تھے (خیرات الحسان صفحہ
۳۲) پھر اگر امام نسائی عداوت و حسد کی وجہ سے آپ کو بلا وجہ لیس بالقوی
کہہ دیں تو امام صاحب کی ثقاہت میں کیا فرق آ سکتا ہے اسی طرح ابن عدی
کی جرح بھی مبہم غیر مبین ہونے کی وجہ سے غیر مقبول ہے علاوہ اس کے ابن عدی
کی عادت ہے کہ ذرا ذرا سی بات پر اس نے بعض ثقہ بلکہ صحیحین تک کے راویوں
کو بھی ضعیف قرار دے کر اپنی کتاب الضعفاء کامل نامی میں درج کر دیا ہے اور
صاحب میزان نے یہ تصریح کر کے کہ ابن عدی نے ان کو ضعفاء میں قرار نہ دیا ہوتا
تو میں ان کو ہرگز میزان میں درج نہ کرتا (ایک طرح ابن عدی کی تضعیف کی

کی تردید کر دی ہے چنانچہ جعفر بن ایاس کے ترجمہ میں اس طرح پر لکھا ہے جعفر بن
ایاس الواسطی احد الثقات اورده ابن عدی فی کامله
فاساء۔ یعنی ابن عدی نے جو اس کو ضعفاء میں شمار کیا ہے تو برا کیا ہے پھر حمید
بن ہلال کی نسبت یوں لکھا ہے۔ حمید بن هلال احد الاجلة
هو فی کامل ابن عدی مذکور فلهذا ذکرته ولولا
ذالك جل حجة۔ یعنی حمید بن ہلال کا ذکر یعنی میزان میں اس لیے کیا ہے
کہ ابن عدی نے اس کو کامل میں ذکر کیا تھا ورنہ یہ شخص حجت ہے اور ضعفاء
میں شمار نہیں ہو سکتا۔ ایسا ہی ثابت بن اسلم کی نسبت لکھا ہے۔ ثابت بن
اسلم البنانی ثقة بلا مدافعة کبیر القدر قلت
ثابت ثابت کاسمه ولولا ذکر ابن عدی له ما ذکرته
یعنی ثابت بن اسلم متفق علیہ ثقہ کبیر القدر تھے۔ اور ثابت مثل اپنے نام کے
ثابت ہیں اگر ان کا ذکر ابن عدی ضعفاء میں ذکر نہ کرتا تو میں ان کا ذکر میزان میں
نہ کرتا۔ الغرض جب ابن عدی کی یہ عادت ہی ہے کہ اس نے ذرا ذرا سی بات پر
متفق علیہ ثقات کو بھی ضعفاء میں شمار کیا ہے تو پھر ایسے شخص نے اگر امام ابوحنیفہ
کو جن کی جلالت و ثقاہت پر بڑے بڑے محدثین ناقدین شہادت دے رہے
ہیں بلا اظہار کسی وجہ کے ضعیف کہہ دیا تو اس کی ایسی جرح کا کیا اعتبار ہے۔

وہابی

رازی نے کہا انما قال فی ابن فلان ذلك لانه کان
یقبل المجاهیل والمقاطیع والمراسیل وما رفع الیه
من حدیث بلده وان کان ضعیفا بترك القیاس
لاجله وما رفع الیه من احادیث سائر البلاد وان
کان صحیحا لم یقبله بل عدل علی الاستحسان و

القیاس۔

حنفی وہابی دوست نے نہیں لکھا کہ رازی نے کس کتاب میں یہ قول کس
سے نقل کیا اور نیز یہاں ابن فلاں لکھا ہے امام صاحب کا کوئی
ذکر نہیں ممکن ہے کہ ابن فلاں کوئی اور شخص ہو کیونکہ امام صاحب کی شہرت ابن
فلاں سے ثابت نہیں بلکہ ابوحنیفہ (کنیت) سے ہے پھر جب تک معلوم نہ ہو کہ
کس کا قول کس کے حق میں ہے تو کس طرح قابل جواب سمجھا جائے حالانکہ امام صاحب
کی نسبت کوئی تشریح نہیں ہے ہم پہلے بشہادت کبار محدثین ثابت کر چکے ہیں کہ آپ
صحیح حدیث کے تتبع اور تفحص کے درپے رہتے تھے اور ایسی احادیث پر آپ
کا عمل ہوتا تھا جو پایہ صحت کو پہنچ چکی ہوں اور بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ
کے صحابہ کا آخری عمل جن پر ہوا ہو اور کہ اکثر ائمہ حدیث فتویٰ دینے کے وقت
امام صاحب کے اور آپ کے شاگردوں کے اقوال کی تلاش کرتے اور ان کے مطابق
حکم دیا کرتے تھے دیکھو شہادت نمبر۱۔ میں قول اول و دوم حضرت سفیان ثوری
اور نمبر۲ میں قول امام اعمش اور نمبر۹ میں قول محمد بن اسحاق اور نمبر۱۲ میں قول فضیل
بن عیاض اور نمبر۱۵ میں قول یحییٰ قطان اور نمبر۱۰ میں قول حسن بن صالح۔ کتاب
موفق جلد ا صفحہ ۱۹۰ میں محدث یوسف سے جو صحیحین کے راویت سے ہیں
مروی ہے۔ سمعت وکیعاً یقول لقد وجد الورع عن ابی
حنیفۃ فی الحدیث مالم یجد عن غیرہ۔ یعنی حضرت وکیع فرماتے
تھے کہ حدیث کے اخذ و روایت کے بارہ میں جیسی کہ پرہیزگاری و احتیاط امام ابوحنیفہؒ
میں پائی گئی ہے ایسی اور کسی میں پائی نہیں گئی پھر اگر بالفرض وہ شخص اس کے برخلاف
آپ کی نسبت بلا دلیل یقبل المجالس والمقاطیع۔ کہہ دے تو اس کے
قول کا کیا اعتبار ہے علاوہ اس کے امام شعرانی نے میزان کبریٰ کے صفحہ ۴۹ میں لکھا

ہے۔ وقد من اللہ تعالیٰ علیّ بمطالعۃ مسانید الامام
ابی حنیفۃ الثلاثۃ من نسخۃ صحیحۃ علیہا خطوط الحفاظ
آخرهم الحافظ الدمیاطی فرأیتہ لا یروی حدیثاً الا عن خیار
التابعین العدول الثقات الذین هم من خیر القرون بشہادۃ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کالاسود و علقمۃ و عطاء
و عکرمۃ و مجاہد و مکحول و الحسن البصری و اضرابہم رضی اللہ
عنہم اجمعین فکل الرواۃ الذین بینہ و بین رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم عدول ثقات اعلام اخیار لیس فیہم
کذاب ولا متہم بکذب و ناہیک یا اخی بعدالۃ من ارتضاہم
الامام ابوحنیفۃؒ لان یاخذ عنہم احکام دینہ مع شدۃ
تورعہ و تحرزہ و شفقتہ علی الامۃ المحمدیۃ۔ یعنی خدا تعالیٰ
نے مجھ پر احسان کیا کہ امام ابوحنیفہؒ کی تین مسندوں کے صحیح نسخے میری مطالعہ میں
آئے جن پر حفاظ کے دستخط ثبت تھے اور اخیر دستخط حافظ دمیاطی کا تھا میں
نے ان مسانید میں ایسی کوئی حدیث نہیں دیکھی۔ جو خیار و عادل اور ثقات تابعین
مثل اسود۔ علقمہ۔ عطاء۔ عکرمہ۔ مجاہد۔ مکحول اور حسن بصری وغیرہم کے سوا (جن کے
زمانہ کی خیریت کی آنحضرتؐ نے شہادت دی ہے) کسی اور سے روایت کی گئی ہو
پس تمام راوی درمیان امام ابوحنیفہؒ اور رسول خداؐ کے عادل۔ ثقہ۔ اعلام اخیار
ہیں جن میں کوئی کاذب یا متہم بکذب نہیں اور تیرے لیے اے بھائی کافی ہے
عدالت ان اشخاص کی جن کو امام ابوحنیفہؒ نے اس بات کے لیے پسند کیا ہے
کہ ان سے ساتھ نہایت پرہیزگاری و احتیاط اور امت محمدیہ پر شفقت کے دین
کے دین کے احکام اخذ کئے باوجود افسوس جو امام صحیح حدیث کے اخذ و روایت

کرے گا اس قدر شائق ہو اور ضعیف و سقیم روایتوں سے سخت پرہیزگار و محتاط
اور متنفر ہو اس پر بقول ــ اے دشمن طبع تو ــ بلا شبہ۔ کہ یہ الزام لگایا
جاتا ہے کہ وہ مجہول و مقطوع احادیث کو قبول کرتا تھا۔

وہابی | امام ابوحنیفہؒ فن اجتہادی میں کم نہ تھے بلکہ ہر ایک فن میں سست رہے ہیں چنانچہ علم لغت کی نسبت ان کی غلطی کو صاحب قاموس نے ظاہر کیا ہے۔

حنفی | صاحب قاموس تو حضرت امام ابوحنیفہؒ کو امام الفقہاء تسلیم کرتا ہے جیسا کہ باب الفاء میں لکھا ہے ابوحنیفۃ کنیۃ عشرین من الفقہاء اشہرھم امام الفقہاء النعمان یعنی ابوحنیفہؒ بیس فقہا کی کنیت ہے سب سے مشہور رتبہ امام الفقہاء نعمان ہیں۔ پھر یہ کہنا کہ صاحب قاموس نے امام صاحب کی غلطی ظاہر کی ہے دروغ گوئیم بر روئے تو دالا صاحب ہے بلکہ اس اعتراض کو شیخ مجد الدین فیروز آبادی صاحب قاموس کی طرف منسوب کرنا بعینہ مثل اس افتراء و بہتان کے ہے جو اس سے پہلے کسی نا عاقبت اندیش نے امام ابوحنیفہؒ کی تردید میں ایک رسالہ لکھ کر صاحب قاموس کی طرف منسوب کیا کہ انہوں نے لکھا ہے جب وہ رسالہ علامہ ابوبکر بن خیاط الیمنی کی نظر سے گزرا تو انہوں نے بڑی ملامت کے ساتھ صاحب قاموس کو کہلا بھیجا کہ تم نے یہ کیا لکھا ہے اس پر انہوں نے اس رسالہ سے بالکل انکار کیا اور لکھ بھیجا کہ اس کو جلا دیجئے یہ میرے اعداء کا افتراء ہے میں تو امام ابوحنیفہؒ کے بڑے معتقدین سے ہوں اور میں نے ان کے مناقب میں ایک مجلد کتاب لکھی ہے چنانچہ اس قصہ کو امام شعرانی نے کتاب الیواقیت والجواہر میں اس طرح پر لکھا ہے۔ و سوا علی شیخ الاسلام مجد الدین الفیروز آبادی کتابا فی الرد

علی ابی حنیفۃ و تکفیرہ و رفعوہ الی ابی بکر بن الخیاط الیمنی فارسل یلوم مجد الدین فکتب الیہ ان کان بلغک ہذا الکتاب فاحرقہ فانہ افتراء علی من الاعداء و انا من اعظم المعتقدین فی ابی حنیفۃ و ذکرت مناقبہ فی مجلد۔ اصل میں اباقبیس بجائے ابی قبیس کہنے کا اعتراض ابن خلکان نے نقل کیا ہے مگر ساتھ ہی اس کے اس کا جواب بھی اس نے ایسا دے دیا ہے جس سے امام صاحب کی نسبت قلت عربیت کا اعتراض کرنا محض جاہلانہ اور حاسدانہ ثابت ہوتا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ چونکہ امام ابوحنیفہؒ کوفی تھے اور کوفی ابن ابی کو اباکو ابا بولتے ہیں اس لیے جب ابن علاء نحوی نے آپ سے یہ مسئلہ پوچھا کہ قاتل بالمثقل پر قصاص ہوتا ہے یا نہیں اور آپ نے اس کا نفی میں جواب دیا تو اس نے کہا کہ اگر حجر منجنیق سے قتل کرے اس کے جواب میں آپ نے ولو قتلہ باباقبیس حسب محاورہ کوفیین کے فرما دیا پس یہ کون سی اعتراض کی بات ہے خاص کر جب کہ کوفہ کی زبان بجائے خود مستند ہے اور کوفہ والبصرہ کے نحاۃ ہی علم نحو کے استاد مانے جاتے ہیں ورنہ اتنے بڑے مسلم پیشوائے دین امام الفقہ والحدیث کی نسبت کون احمق خیال کر سکتا ہے کہ آپ کو ابا اور ابی کی تمیز نہ تھی بالفرض اگر اس کو غلطی ہی سمجھ لیا جاوے تاہم اسے امام صاحب کا قلیل العربیت ہونا کسی طرح سمجھا نہیں جا سکتا کیونکہ اکثر افصح الفصحاء کو دیکھا جاتا ہے کہ کبھی نہ کبھی جلدی میں کچھ کا کچھ ان کی زبان سے نکل جاتا ہے اور اسے ان کی زباندانی پر کوئی حرف نہیں آسکتا۔ اور نیز احتمال ہو سکتا ہے کہ امام صاحب نے تو ابی قبیس ہی فرمایا ہو اور سامع کو اباقبیس کہنے کا دھوکہ لگ گیا ہو یا کسی معترض نے حسد سے عمداً ان کی نسبت ایسا کہنا منسوب کر دیا ہو خیر یہ معاملہ تو زبانی

غلطی کا ہے جس میں کئی ایک احتمال ہو سکتے ہیں ہم کتابت میں دیکھتے ہیں کہ بڑے
بڑے عالموں فاضلوں سے صریحاً غلطی ہو گئی ہے اور کسی نے ان کی نسبت کم علمی
کا الزام نہیں لگایا آپ امام بخاری رحمۃ اللہ ہی کو دیکھیں کہ ان سے اپنی صحیح کی کتاب
الانبیاء کے باب ولقد کان فی یوسف واخوتہ کے ذیل میں لفظ استیأسوا
کو بروزن افتعلوا بنانے میں کس قدر بھاری غلطی ہوئی ہے حالانکہ علم
صرف نحو کے مبتدی بھی بخوبی جانتے ہیں کہ لفظ استیاسوا بروزن استفعلوا
ہے اور یہ غلطی ایک مدت کے بعد شارحین صحیح بخاری نے پکڑی ہے بخاری کے
راویوں کا بھی جنہوں نے بلاواسطہ امام بخاری سے اس کو سنا تھا اس کی طرف خیال
نہیں گزرا تھا۔ اب اس موقع پر کیا کوئی یہ خیال کر سکتا ہے۔ کہ معاذ اللہ امام بخاری
یا ان کے راوی کم علم تھے نہیں ہرگز نہیں علاوہ اس کے یہ غلطی تو صرف علم صرف
کی ہے کئی غلطیاں امام بخاری سے روایت حدیث میں بھی ہو گئی ہیں حالانکہ صحیح بخاری
اصح الکتب بعد کتاب اللہ مانی گئی ہے۔ عن عائشۃ ان بعض
ازواج النبیؐ قلن للنبی صلی اللہ علیہ وسلم اینا اسرع
بک لحوقاً قال اطولکن یداً فاخذن قصبۃ یذرعنہا
فکانت سودۃ اطولہن یداً فعلمنا بعد انما کانت طول
یدہا الصدقۃ وکانت اسرعنا لحوقاً بہ وکانت تحب
الصدقۃ۔ میں بعض راویوں کے وہم سے بجائے حضرت زینبؓ کے حضرت
سودہؓ کا نام امام بخاری نے صریحاً غلط لکھ دیا ہے کیونکہ سب سے پہلے آنحضرتؐ کے
ازواج مطہرات سے حضرت زینبؓ ہی ۲۰ھ میں فوت ہوئی ہیں اور انہیں کی
نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ہماری وفات کے بعد ہمارے
ازواج میں سے سب سے پہلے فوت ہوگی مگر امام بخاری نے غلطی سے حضرت

سودہ کی نسبت یہ پیش گوئی سمجھ کر ان کا نام لکھ دیا ہے حالانکہ ان کی وفات ۵۴ھ
ہجری میں ہوئی ہے جیسا کہ عینی جلد ۴ صفحہ ۳۱۲ اور نیز فتح الباری پارہ ۶ صفحہ ۱۰۷ میں
لکھا ہے وفی التلویح ہذا الحدیث غلط من بعض الرواۃ والعجب
من البخاری کیف لم ینبہ علیہ ولا من بعدہ من اصحاب
التعالیق حتی ان بعضہم فسرہ بان لحوق سودۃ من اعلام
النبوۃ وکل ذالک وہم وانما ہی زینب بنت جحش فانہا
کانت اطولہن یداً بالمعروف وتوفیت سنۃ عشرین وہی اول
الزوجات وفاۃ وسودۃ توفیت سنۃ اربع وخمسین۔ یعنی
توضیح شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ یہ حدیث غلط ہے اور تعجب ہے بخاری
سے کہ وہ اور دیگر اصحاب تعالیق اس سے بے خبر رہے یہاں تک کہ بعضوں نے یہ
بھی کہہ دیا کہ انتقال حضرت سودہؓ کا آنحضرتؐ کی نبوت کی نشانیوں سے ہے
حالانکہ یہ بالکل غلط ہے بلکہ پہلے انتقال ۲۰ سنہ ہجری میں حضرت زینب بنت
جحش کا ہوا ہے اور انہی کا ہاتھ صدقہ دینے کی وجہ سے لمبا تھا اور یہی ازواج
مطہرات سے پہلے فوت ہوئی ہیں اور حضرت سودہ کا انتقال پیچھے ۵۴ سنہ
ہجری میں ہوا ہے۔

اور سنیئے کتاب الانبیاء باب قول اللہ عزوجل واذکر فی الکتاب
مریم۔ حدثنا محمد بن الکثیر حدثنا اسرائیل نا
عثمان بن المغیرۃ عن مجاہد عن ابن عمرؓ قال
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

[۱] رأیت عیسیٰ و موسیٰ و ابراهیم فاما عیسیٰ فاحمر جعد عریض الصدر و اما موسیٰ فآدم جسیم سبط کانه من رجال الزط اس حدیث کو عن مجاہد عن ابن عباس لکھنا چاہیے تھا کیونکہ تمام محدثین مثل محمد بن کثیر و اسحاق بن منصور سلولی و ابن ابی زائدہ و یحییٰ بن آدم وغیرہ نے اس حدیث کو عن مجاہد عن ابن عباس سے روایت کیا ہے چنانچہ عینی جلد ۷ صفحہ ۴۴۶ میں لکھا ہے وقال ابو مسعود الحافظ خطاء البخاری فی قوله عن مجاهد عن ابن عمرؓ و انما رواه محمد بن کثیر و اسحاق بن منصور السلولی و ابن ابی زائدة و یحیی بن آدم وغیرهم عن اسرائیل عن عثمان عن مجاهد عن ابن عباس وقال اخطاء البخاری فیما قال عن مجاهد عن ابن عمرؓ الصواب عن ابن عباس یعنی حافظ ابو مسعود نے کہا ہے کہ بخاری نے اس کہنے میں کہ اس حدیث

---

[۱] یعنی رسول خدا نے فرمایا کہ میں نے شب معراج میں حضرت عیسیٰ و موسیٰ اور ابراہیم کو دیکھا پس عیسیٰ تو سرخ رنگ حلقہ دار بال کشادہ سینہ ہیں اور موسیٰ گندم گوں جسیم اور سیدھے بال والے جیسے قوم زط کے مرد۔

[۲] یعنی سالم اپنے باپ ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ ایسی بات نہیں ہے جیسا کہ خیال کرتے ہیں خدا کی قسم آنحضرت نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو احمر نہیں بتایا۔

کو مجاہد نے ابن عمر سے روایت کیا ہے غلطی کی ہے کیونکہ اس حدیث کو محمد بن کثیر اور اسحاق بن منصور سلولی و ابن ابی زائدہ و یحییٰ بن آدم وغیرہم نے اس طرح روایت کیا ہے کہ روایت کی مجاہد نے ابن عباس سے اور کہا غسانی نے کہ غلطی کی بخاری نے اس کہنے میں کہ روایت کیا اس حدیث کو مجاہد نے ابن عمر سے کیونکہ صواب یہ ہے کہ روایت کیا اس حدیث کو مجاہد نے ابن عباس سے علاوہ اس کے ابن عمر سے جو اسی بخاری میں اس کے بعد ایک لمبی حدیث بایں لفظ حدثنا الزهری عن سالم[۲] عن ابیه قال لا والله ما قال النبی صلی الله علیه وسلم یعنی احمر ...الخ مروی ہوئی ہے اس کے ابتدا ہی میں حضرت ابن عمر اس شخص پر جس نے کہا ہے کہ آنحضرت نے حضرت عیسیٰ کو احمر بتایا ہے قسم کھا کر انکار کرتے ہیں جسے اور بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ بجائے ابن عباس کے ضرور غلطی سے ابن عمر لکھا گیا ہے۔ علیٰ ہذا اور بہت سی صریح غلطیاں صحیح بخاری میں اس کے شراح نے پکڑی ہیں مگر جب کہ ان سے امام بخاری اور اس کے راویوں کے علم و فضل اور حدیث دانی میں کوئی کسی طرح کا فرق نہیں آسکتا تو پھر امام ابو حنیفہؒ نے ایسا کون سا قصور کیا ہے کہ جو ان کی بجائے ابی قبیس کے ابا قبیس بولنے سے ان کی نسبت کم عربیت کا الزام لگا کر جھگڑا بنایا جاتا ہے سچ تو یہ ہے کہ تعصب بہت بری بلا ہے۔

وہابی | حاصل کلام یہ کہ جس قدر جرح ان پر ائمہ جرح و تعدیل نے کی ہے اتنی کسی دوسرے امام کے حق میں نہیں کہ ان کے قطع نظر کردہ

---

[۲] یعنی سالم اپنے باپ عمر سے روایت کرتے ہیں کہ ایسی بات نہیں ہے جیسا کہ خیال کرتے ہیں خدا کی قسم آنحضرتؐ نے حضرت عیسیٰ کو احمر نہیں بتایا۔

شیعہ نے بھی رد حنیفہ میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا مگر بڑے افسوس کی بات ہے کہ کوئی حنفی شیعہ کی ان   کا رد کرتے نظر نہیں آیا۔

حنفی ہمارے اجوبہ مذکورہ بالا سے اظہر من الشمس ثابت ہو گیا ہے کہ آپ نے اپنی عمر بھر کا کل گندہ مواد جمع کیا ہوا جو ۱۴ جرحوں کی صورت میں پیش کیا تھا ان میں سے حضرات امام شافعی، سفیان ثوری، ابن عدی، ابو داؤد، یحیی بن معین، امام ذہبی، امام غزالی، صاحب قاموس پر تو تضعیف امام ابوحنیفہ رح کے حوالے محض افترا اور بہتان نکلے بلکہ بجائے تضعیف کے ان حضرات سے تو بڑے شد و مد کے ساتھ امام صاحب کی اعلی توثیق اور حمایت ثابت ہے امام بخاری ونسائی اور ابن عدی کی تضعیف بوجہ مبہم اور غیر مبین ہونے کے باتفاق محدثین غیر مقبول ہے اور نیز عداوت اور حسد پر مبنی ہونے کی وجہ سے قابل التفات نہیں اسی طرح خطیب بغدادی اور ابن جوزی کے اقوال متعصبانہ و حاسدانہ ہرگز قابل التفات نہیں ہیں ورنہ آپ کو صحاح ستہ وغیرہ کی صحت سے ہاتھ دھونا اور مسند امام احمد میں بہت سی موضوع حدیثوں کی موجودگی کا قائل ہونا پڑے گا۔ ابن قتیبہ اور سلیمانی خود ہی ضعیف اور بے اعتبار شخص ہیں دوسرے پر ان کا اعتراض کب قابل التفات ہو سکتا ہے بغوی اول تو کوئی غیر مشہور شخص ہے دوم اس کی رائے کو جرح سے کچھ تعلق نہیں ہے کیونکہ یہ کوئی شافعی المذہب معلوم ہوتا ہے اور یہ ظاہر ہی ہے کہ ہر ایک مذہب کا عالم اپنے امام کے مذہب ہی کو افضل سمجھ کر اس کی ترجیح میں طرح طرح کے وجوہ سوچتا اور دوسرے کو الزام دیا کرتا ہے اسی طرح امام رازی کے اقوال بھی اپنے مذہب کی تائید میں ہیں اگر ایسے اقوال کو امام ابوحنیفہ رح کی تضعیف پر محمول کیا جاوے تو امام محمد کی کتاب الحجہ اور ترجیحات امام طحاوی اور ابن ہمام و ملا علی قاری وغیرہ کی مصنفات تائید

حنفی مذہب کو بطریق اولی ائمہ ثلاثہ کی تضعیف میں سمجھنا چاہیے الغرض آپ کے تمام اعتراضات کا تانا بانا ہم نے ایسی تفصیل سے الگ الگ کر دیا ہے کہ اگر آپ یا آپ کے ہم مشربوں میں ذرا بھی مادہ شرم و حیا کا موجود ہوا تو پھر کبھی امام ابوحنیفہ رح کی تضعیف اور ان پر جرح کا نام تک نہ لیں گے یہ ہم مانتے ہیں کہ بہ نسبت دیگر ائمہ کے امام ابوحنیفہ رح پر زیادہ نکتہ چینی ہوئی ہے مگر آپ کو معلوم نہیں کہ ہر کہ فاضلو محسود تر جس طرح آپ امت محمدیہ میں اعلم و افضل اور سراج الامۃ تسلیم کئے گئے تھے اسی طرح مثل مشہور کے آپ کے حاسد بھی زیادہ تر تھے لیکن تاہم جس قدر آپ کے مادحین تھے ان کے مقابلہ میں قادحین کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں ہے۔ اور جس قدر امام ہمام کے مادحین ہوئے ہیں اس قدر کسی اور امام کے نہیں ہوئے چنانچہ اسی رسالہ کے ابتدا میں ہم محدثین کبار اور علمائے ثقات سے امام ابوحنیفہ رح کی مدح اور ان کی فقہ و اجتہاد کی تعریف میں بطور نمونہ ۹۹ شہادتیں درج کر چکے ہیں جن کی نسبت آپ یا آپ کے ہم مشرب قیامت تک کچھ چون و چرا نہیں کر سکتے افسوس میاں حیدرآبادی امام صاحب کے نقص میں ایسے اندھے ہو رہے ہیں کہ حنفیہ کے مقابلہ میں شیعہ جیسے یاوہ گو فرقہ کے ہفوات کو وقعت دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کی بکواس کی کسی حنفی نے تردید نہیں کی یہ تو ٹھیک ہے کہ شیعہ کی گالیوں اور تبرابازیوں کا ہم جواب نہیں دے سکتے لیکن اگر ہمارے دوست حیدرآبادی شیعہ کی کوئی معقول بات جو وہ حضرت امام کے برخلاف کہتے ہوں ہمارے پیش کریں تو ہم جواب دینے کو تیار ہیں مگر ہمیں اطمینان ہے کہ اب کوئی زائد بات آپ پیش نہیں کریں گے کیونکہ آپ کو کچھ مدد کتب شیعہ سے مل سکتی تھی مضمون زیر بحث میں اس سے آپ نے دریغ نہیں کیا اور کاسہ لیسی اور فضلہ خوری کا آپ نے پورا حق ادا کیا ہے اور اب آپ کے

ہاتھ میں کچھ بھی نہیں ہے آپ کا اندوختہ عمر تو اب خاک میں مل چکا ہے اب
اتنی عمر اور محنتیں مار کر شاید کوئی بات نکالیں لیکن یہ بھی خیال ہے کیونکہ
آپ کے سلف کرام اس خبط میں اپنی اپنی عمر کھپا کر رخصت گزشت ہو چکے
ہیں لیکن سراج الامۃ امام الائمہ کی شان کو کچھ بٹہ نہیں لگا سکے اور کس طرح لگا
سکیں۔ ؎ چراغے را کہ ایزد بر فروزد۔ ہر آنکس تف زند ریشش بسوزد
کیا آپ کو شرم نہیں آتی جو ہم پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ سنیوں میں سے شیعہ
کے اعتراضوں کا جواب دینے کوئی لفظ نہیں آیا اور اپنی خبر نہیں کہ دو ڈھائی
سال سے برابر ماہواری رسالہ اصلاح کا اڈیٹر "تنقید بخاری" کے عنوان سے رسالہ
مذکور میں امام بخاری پر اعتراضوں کی بوچھاڑ کر رہا ہے اور آپ کو یا آپ کے کسی
ہم مشرب کو جرأت نہیں ہوئی کہ اگر تمام نہیں تو اس کے دو چار اعتراضوں کا
ہی جواب دے کر عوام میں برائے نام سرخروئی حاصل کرتا غیر شیعہ کے دیگر اعتراضات
تو ایک طرف رہے زمانے ان کے پہلے ہی اعتراض کا آپ نے کیا جواب دیا
ہے جو کتاب فضل الباری فی تنقید صحیح البخاری مصنفہ مولوی سید علی اظہر کے صفحہ
۱۳ میں بحوالہ تاریخ علامہ مسلمہ بن قاسم کے صحیح بخاری کی تالیف کا سبب اس
طرح پر لکھا ہے [1] کہ امام بخاری کے استاد علی بن مدینی نے جن کی خدمت میں

---

[1] وسبب تالیف البخاری الکتاب الصحیح ان علی بن المدینی الّف کتاب العلل وکان
ضنینا به لا یخرجه الی احد ولا یحدث به لشرفه و
عظم خطره و کثرة فائدته فغاب علی بن المدینی فی
بعض حوائجه البخاری الی بعض بنیه فبذل له مائة
دینار ثم تلطف مع امه فاخرجت الکتاب فدفعه

وہ اکثر حاضر رہا کرتے تھے علم حدیث میں ایک ایسی بے مثل اور نایاب

الیه و اخذ علیه العهود والمواثیق ان لا یحدث عنه
اکثر من الامد الذی ذکر فاخذ البخاری الکتاب
وکان مائة جزء فدفعه الی مائة من الوراقین و
اعطی کل رجل منهم دینارا علی نسخه ومقابلته فی یوم
ولیلة فکتب الدیوان فی یوم ولیلة وقوبل ثم صرفه
الی ولده علی بن المدینی وقال انما نظرت الی شئ فیه
وانصرف علی بن المدینی فلم الخبر ثم ذهب البخاری
فعکف علی الکتاب شهورا واستحفظ وکان کثیر الملازمة
لابن المدینی وکان ابن المدینی یقعد یوما لاصحاب الحدیث
یتکلم فی علله وطرقه فلما اتاه البخاری بعد مدة قال له
ما حبسک عنا قال شغل عرض لی ثم جعل علی یلقی الاحادیث
ویسألهم عن عللها فیبدره البخاری بالجواب بنص کلام
علی فی کتابه فعجب لذلک ثم قال من این علمت
هذا هذا قول منصوص والله ما اعلم احدا فی زمانی
یعلم هذا العلم غیری فرجع الی منزله کئیبا حزینا
واعلم ان البخاری خدع اهله بالمال حتی باحواله الکتاب ولم یزل
مغموما بذلک ولم یلبث الا یسیرا حتی مات واستغنی البخاری
عن مجالسة علی والتفقه عنده بذلک الکتاب وخرج الی
خراسان وتفقه بالکتاب الصحیح والتواریخ فعظم شانه وعلی ذکره

کتاب لکھی تھی جسے وہ کسی کو دکھاتے نہ تھے اتفاقاً وہ کسی ضرورت سے سفر کو چلے
گئے جس پر امام بخاری نے ابن مدینی کے ایک بیٹے کو ... اشرفیاں اس وعدہ
پر دیں کہ اپنے باپ کی کتاب نکال دو کہ میں اسے دیکھوں اور تین دن میرے
پاس رہے چنانچہ اس کو زر نے مفتون کیا اور اپنی والدہ سے بلطائف الحیل
کتاب مذکور نکلوا کر امام بخاری کو دی اور بہت سے عہد و مواثیق لے کر تین
دن سے زیادہ اپنے پاس نہ رکھنا امام بخاری نے کتاب ملتے ہی یہ تدبیر کی
کہ وہ سو جزو کی کتاب ایک سو کاتبوں کو ایک ایک جزو معہ ایک ایک
اشرفی اجرت کے دیکر کہا کہ ایک رات دن میں لکھ کر مقابلہ بھی خود کر لو
چنانچہ جب لکھی گئی تو امام بخاری نے اصل کتاب ابن مدینی کے بیٹے کو یہ کہہ
کر کہ اسے میں نے دیکھا ہے) واپس کر دی اس کے بعد امام بخاری نے اس
کتاب کو کئی ماہ میں یاد کیا جب ابن مدینی واپس آئے تو ان کو اس پیچھے کے
ماجرے کی کچھ خبر نہ ہوئی ان کا قاعدہ تھا کہ ارباب حدیث کے لیے ایک مجلس
مقرر کرتے جس میں علل و طرق حدیث وغیرہ کے متعلق کلام کرتے تھے کچھ عرصہ
کے بعد اس مجلس میں امام بخاری بھی تشریف لائے اس پر ابن مدینی نے اتنے
عرصہ کی غیر حاضری کا سبب پوچھا انہوں نے کسی ضروری کام کا عذر کیا پھر ابن
مدینی نے احادیث بیان کر کے حاضرین سے اس کے علل کے متعلق سوال کرنا
شروع کیا۔ امام بخاری نے بعینہ وہی جواب دیئے جو ان کی کتاب میں لکھے تھے
اس پر ابن مدینی نے متعجب ہو کر امام بخاری سے پوچھا کہ تمہیں یہ باتیں کہاں سے
معلوم ہوئیں یہ قول تو منصوص ہے خدا کی قسم میں اپنے زمانہ میں سوائے اپنے
کسی کو اس علم کا عالم نہیں پاتا اس کے بعد ابن مدینی محزون اور شکستہ دل اپنے گھر
میں آئے اور معلوم کیا کہ امام بخاری نے ان کے اہل و عیال کو مال دے کر فریب

دیا جس سے ابن مدینی ہمیشہ غمگین رہ کر تھوڑے عرصہ میں انتقال فرما گئے اور
امام بخاری خراسان کو چلے گئے اور انہوں نے اس کتاب سے تفقہ حاصل کر
کے اپنی صحیح کو لکھا اور نیز کتب تواریخ لکھیں اور انہیں عظمت و بزرگی ملی اور بڑا
نام پایا۔

دیکھو اگر بیان مذکورہ بالا صحیح ہے (اور غالباً صحیح معلوم ہوتا ہے کیونکہ علامہ مسلمہ
بن قاسم قرطبی ہمعصر دارقطنی کا قول نسبت ترجیح صحیح مسلم بر صحیح بخاری جو حافظ ابن
حجر نے مقدمہ فتح الباری میں نقل کیا ہے اس بات کا مشعر ہے کہ علامہ مذکور کا
خیال صحیح بخاری کی نسبت کچھ بہت عمدہ نہ تھا) تو اسے صرف یہی ثابت نہیں ہوتا
کہ صحیح بخاری کی تالیف میں امام بخاری کی اپنی کمالیت تو کچھ نہ ہوئی صرف ابن
مدینی کی کتاب کی نقل اور طریق استدلال سے مؤلف صحیح بن گئے ہیں بلکہ جس حکمت
عملی سے ابن مدینی کی کتاب صرف دیکھنے کے لیے حاصل کر کے اس کے نقل کرانے
کی کارروائی عمل میں لائی گئی ہے اس سے امام بخاری کی امانت اور عظمت و
جلالت پر ایک بہت ہی نازیبا و بدنما دھبہ پڑا ہے جس کا دور کرنا آپ
لوگوں کا فرض مقدم تھا مگر افسوس تعصب نے آپ کو ایسا اندھا کیا ہوا ہے
کہ اپنے گھر کی تو کچھ خبر نہیں ہے اور غیروں کی نکتہ چینیوں پر آپ تلے ہوئے ہیں۔

ع خواجہ در بند نقش ایوان است
خانہ او از پائے ویران است

وہابی دوست اس سے آگے یہ عذر پیش کرتا ہے کہ امام صاحب پر ہیں
جو حملے کئے ہیں یہ اس لیے کئے ہیں کہ اڈیٹر اہل فقہ نے الجرح علی البخاری
کا مضمون شائع کر کے امام بخاری پر حملے کئے ہیں کہ اگر اڈیٹر اہل فقہ سے پرخاش
تھی تو اس کی ذات پر جس قدر تمہارا جی چاہتا تھا حملے کر لیتے اور اس کو کوستے

لیکن یہ کونسی عقل مندی کی بات ہے کہ عداوت تو ایڈیٹر اہل فقہ سے ہو اور بجائے اس ایک ایسے برگزیدہ امام کے برخلاف شروع کر دی جائے جن کو دنیا کی اسلامی آبادی کے دو تہائی مسلمان (حنفی) اپنا دینی پیشوا سمجھتے ہیں اور جن کی ورع و زہد اتقاء، اجتہاد، فقاہت تبحر فی الحدیث کے تمام محدثین گواہی دیتے آئے ہیں واہ رے آپ کی دانائی۔

؎ بریں عقل و دانش بباید گریست

وہابی | ایڈیٹر اہل فقہ کو کہا جاتا ہے کہ تم بھی اگر کوئی مواد اس طرح کا رکھتے ہو کہ جیسے ہم نے کھلے کھلے الفاظ میں امام ابوحنیفہؒ کا ضعف بھی کئی علمائے حضرت امام شافعیؒ جو ایک ائمہ اربعہ سے ہیں۔ اور بڑے بڑے محدثین سے ثابت کیا ہے امام بخاری کے حق میں نقل کر دو کیا امام بخاری کی سیکڑوں احادیث میں ایک دو پر جرح کرنا بے سود اور ایسا ہے خطا بر بزرگان گرفتن خطاست۔ مگر یہ بھی تو دیکھو کہ تمہارے امام ہمام کو تو ایک بھی صحیح حدیث نہ ملی جیسے کہ اوپر کی کلاموں سے ظاہر ہے۔

حنفی | تمہارا جس قدر گندہ مواد شیعہ کی فضلہ خوری سے آج تک جمع تھا وہ سب کا سب مضمون اہل الذکر میں پھوٹ کر بہ چکا ہے اور اس کا کافی علاج ہم اپنے اس مضمون میں کر چکے ہیں اگر ہمارے سیف صارم کے کاری زخموں سے تم جانبر نہ ہو سکے اور پھر کوئی ردی مواد جمع ہو گیا تو ہم اس پر بھی عمل جراحی کرنے کو حاضر ہیں ہم نے صرف امام شافعی بلکہ باقی ائمہ مذہب اور ائمہ حدیث کی شہادت سے امام صاحب کی فقاہت اور حافظ حدیث ہونے کا کافی ثبوت دے چکے ہیں اور امام بخاریؒ کی فقاہت و اجتہاد وغیرہ کی طرف بھی علی قدر الضرورت اشارہ کر چکے ہیں اور یہ تو ہمارا شیوہ نہیں

کہ امام بخاریؒ یا کسی دیگر امام حدیث کو برا بھلا کہیں کیونکہ حدیث میں وہ ہمارے بھی پیشوا ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ ہم آپ کی طرح بخاری پرست نہیں ہیں یہ تمہارا ہی کام ہے کہ مصرع خطا بر بزرگان گرفتن خطاست زبان پر ہے اور عمل اس کے برخلاف لِمَ تقولون ما لا تفعلون حیدر آبادی راستباز کے اس فقرہ کی نسبت "کہ تمہارے امام ہمام کو تو ایک بھی صحیح حدیث نہ ملی۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین"

؎ گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ۔

کے اور کیا کہیں۔ ناظرین رسالہ ہذا خود ہی ان کی راستبازی کا اندازہ کر سکتے ہیں

وہابی | اب ناظرین کو یہ بتلا کر مضمون ختم کئے دیتا ہوں مگر وقت ضرورت پھر اس سلسلہ کو بڑھائیں گے کہ امام ابوحنیفہؒ کی کوئی خاص سند اور کتاب نہیں بلکہ ان کے مذہب کے علماء نے تحریر کیا ہے۔ افسوس یہ احناف کسی کی تقلید کرتے ہیں کیا علماء احناف کی امام صاحب کی تو سند نہیں۔ لسان المحدثین سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد خوارزمی نے جس سند کو جمع کیا اس کو نادان لوگ ابوحنیفہؒ کی سمجھتے ہیں اور یہ سند ۶۷۲ھ میں رواج پائی اور یہ سند درحقیقت امام صاحب کی نہیں غرض کوئی امام صاحب کی نہیں۔

حنفی | اب وہ وقت ضرورت آگیا ہے کہ اگر میاں حیدر آبادی اور ایڈیٹر اہل الذکر کہیں زندہ ہیں تو اس سلسلہ کو شروع کریں کیونکہ ان کی سابقہ کارسوائی پر پانی پھر گیا ہے اور سیف صارم نے ان کے طلسمی بت کو پاش پاش کر کے امام صاحب کی عظمت کا ڈنکا اسلامی دنیا میں بڑے زور شور سے بجا دیا ہے نہیں تو اندیشہ ہے کہ اہل الذکر اور اس کے حامی

کہیں عدم آباد کو نہ چل بسے ہوں۔ کیونکہ جب سے مطبع سراج الاخبار کے سیف
صارم نے اپنی چمک دمک دکھانی شروع کی ہے تب سے رسالہ اہل الذکر
کا انتظام ابتر ہوگیا اور اس کی کمر ٹوٹ گئی ہے علاوہ بجائے پندرہ روزہ ہونے
کے دو دو ماہ کے بعد اس کی شکل بمشکل دکھائی دیتی ہے اور اب تو ۱۵ ربیع الثانی
کے بعد سے کہیں ایسا گم ہے کہ تعجب نہیں کہ وہ فوت ہو کر قبر میں مدفون ہو گیا
ہو اور یہ امر کہ امام صاحب کی کوئی مسند نہیں اور مسند خوارزمی امام صاحب کی
مسند نہیں۔ سو یہ بات مخالف کبھی نہ کہتا اگر اس نے مسند خوارزمی کبھی خواب
میں بھی دیکھی ہوتی محقق مناظر کا یہ فرض ہے کہ کسی کتاب کی نسبت کوئی رائے
قائم نہ کرے جب تک کہ اس کو خود پڑھ نہ لے لیکن بیچارے وہابیوں کی تو
صرف سنے سنائے ڈھکوسلوں پر بنیاد ہے اور یہ ایسی بے تکی ہانکنے پر مجبور ہیں
آؤ ہم تمہیں بتائیں کہ تمہاری اس بات کا جواب تو خود مسند خوارزمی کی ابتدا
ہی سے مل سکتا ہے۔ چنانچہ ابو المؤید خوارزمی اپنی شروع مسند میں لکھتے ہیں
وقد سمعت فی الشام عن بعض الجاهلين بمقدارہ انه
ولیستغره و یستعظم غیرہ ویستحقرہ و ینسبه الی قلة
روایة الحدیث ویستدل باشتهار المسند الذی
جمعه ابو العباس محمد بن یعقوب الاصم الشافعی
وموطأ مالك ومسند الامام احمد وزعم انه
لیس لابی حنیفة مسند وکان لا یروی الا عدة
احادیث فلحقتنی حمیة دینیة ربانیة وعصبية
حنفیة نعمانیة فاردت ان اجمع بین خمسة
عشر من مسانیده التی جمعها فحول علماء

اهل الحدیث۔ یعنی میں نے شام میں بعض ایسے جاہلوں سے سنا جو امام
ابو حنیفہؒ کی قدر نہیں جانتے وہ امام صاحب کی شان کو کم کرتے اور
ان کی تحقیر اور غیروں کی تعظیم بیان کرتے اور آپ کی نسبت قلت روایت
حدیث کا اعتراض کرتے ہیں اور دلیل میں وہ مسند پیش کرتے ہیں جو ابو العباس
محمد بن یعقوب شافعی نے جمع کی اور ایسا ہی موطا امام مالک اور مسند امام احمدؒ
کا حوالہ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ امام صاحب کا کوئی مسند نہیں ہے اور کہ انہوں
نے صرف چند حدیثیں روایت کی ہیں لیس مجھے دینی اور حقانی حمیت اور حنفیہ
اور نعمانیہ غیرت نے اس امر پر برانگیختہ کیا کہ امام صاحب کے پندرہ مسندوں
سے جن کو فحول علماء حدیث نے اکٹھا کیا تھا اس مسند کو تیار کروں اس کے
بعد ابو المؤید خوارزمی نے ان ۱۵ اسانید کے جن سے اس نے اس مسند کو جمع
کیا ہے حسب ذیل نام لکھے ہیں۔ مسند له جمعه الامام
الحافظ ابو محمد عبد الله بن محمد یعقوب
بن الحارث الحارثی البخاری المعروف به عبد الله
الاستاذ۔ یعنی پہلی وہ مسند ہے جس کو جمع کیا امام حافظ ابو محمد عبد اللہ مشہور
بہ استاذ بن محمد بن یعقوب بن حارث حارثی بخاری نے۔ مسند له
جمعه الامام الحافظ ابو القاسم طلحه بن جعفر الشاهد
العدل۔ دوسری مسند وہ ہے جس کو جمع کیا ابو القاسم طلحہ بن محمد بن جعفر شاہد
عدل نے۔ مسند له جمعه الامام الحافظ ابو الحسین
محمد بن المظفر بن موسیٰ بن عیسیٰ بن محمد۔ تیسری
وہ مسند ہے جس کو جمع کیا امام حافظ صاحب جرح و تعدیل احمد بن عبد اللہ
بن عدی جرجانی نے مسند له رواه الامام الحسن بن زیاد

اللولوی۔ ساتویں وہ مسند ہے جس کو روایت کیا حسن بن زیاد لولوی شاگرد امام ابوحنیفہؒ نے مسند لہ جمعہ الحافظ عمر بن الحسن الشیبانی۔ آٹھویں وہ مسند ہے جس کو جمع کیا حافظ عمر بن حسن شیبانی نے مسندٌ لہ جمعہ الامام الحافظ ابوبکر احمد بن محمد بن خالد الکلاعی۔ نویں وہ مسند ہے جس کو جمع کیا امام حافظ ابوبکر احمد بن محمد بن خالد کلاعی نے مسندٌ لہ جمعہ الامام الحافظ ابو عبد اللہ الحسین بن محمد بن خسرو البلخی دسویں وہ مسند ہے جس کو جمع کیا حافظ ابو عبداللہ حسین بن محمد بن خسرو بلخی نے مسندٌ لہ جمعہ الامام ابو یوسف القاضی یعقوب بن ابراھیم الانصاری ورواہ عنہ یسمی نسخۃ ابی یوسف۔ گیارھویں وہ مسند ہے جس کو جمع کیا قاضی امام ابویوسف شاگرد امام ابوحنیفہؒ نے اور روایت کیا اس کو بسند مسلسل امام ابوحنیفہؒ سے اور وہ مشہور بنسخہ ابی یوسف ہے۔ مسند جمعہ الامام محمد بن الحسن الشیبانی ورواہ عنہ یسمی نسخۃ محمد بارھویں وہ مسند ہے جس کو جمع کیا امام محمد بن حسن شیبانی شاگرد امام ابوحنیفہؒ نے اور روایت کیا اس کو امام ابوحنیفہؒ سے اور وہ مشہور بنسخہ محمد ہے۔ مسند جمعہ ابنہ الامام حماد بن ابی حنیفۃ ورواہ عن ابیہ۔ تیرھویں وہ مسند ہے جس کو جمع کیا امام ابوحنیفہؒ کے فرزند حماد نے اور اپنے باپ سے روایت کی ہے۔ مسندٌ لہ جمعہ ایضاً الامام محمد بن الحسن الشیبانی معظمہ عن التابعین ورواہ عنہ یسمی الآثار۔ چودھویں وہ مسند

جس کو جمع کیا امام محمد نے اور روایت کیا ہے امام ابوحنیفہؒ سے اور سوائے ان کے اور تابعین سے اور وہ مشہور بکتاب الآثار ہے۔ مسندٌ جمعہ الحافظ ابو القاسم عبد اللہ بن محمد بن ابی العوام السعدی۔ پندرھویں وہ مسند ہے جس کو جمع کیا حافظ ابو القاسم عبد اللہ بن محمد بن ابی العوام سعدی نے۔ ان کے بعد باوجودیکہ یہ پندرہ مسانید لکھی ہوئی تھیں تاہم ابوالموید خوارزمی نے ہر ایک کے جن اصحاب نے آپ سے آپ کی مسانید کو روایت کیا ہے وہ پانچ سو یا اس سے کچھ زیادہ ہیں اور درمیان ان کے وہ مشائخ بھی شامل ہیں جن سے امام شافعی نے اپنی مسند میں جس کو ابوالعباس محمد بن یعقوب اصم نے جمع کیا ہے روایت کی ہے اس میں ان کے کل مشائخ امام ابوحنیفہؒ کے اصحاب میں سے بیس شیخ ہیں اور نیز اس ۵۰۰ سو کی تعداد میں وہ مشائخ بھی شامل ہیں جن سے امام احمد بن حنبل اور بخاری ومسلم اور ان کے شیوخ نے امام ابوحنیفہؒ کے اصحاب سے روایت کی ہے اب حیدرآبادی وہابی اور اس کے ہم خیال غور کریں کہ جامع مسند خوارزمی تو خود اقراری ہے کہ یہ مسند کچھ میرا اپنا ذخیرہ نہیں ہے بلکہ امام ابوحنیفہؒ کی ان ۱۵ مسندوں کا مجموعہ ہے جن میں سے پانچ یعنی ایک کو تو امام ابویوسف متوفی ۱۸۲ھ دو کو امام ابوحنیفہؒ سے سن کر جمع کیا تھا اور باقی ۱۰ مسندیں دیگر حفاظ حدیث نے امام موصوف سے بالواسطہ سن کر جمع کی تھیں پھر مخالفین کا یہ کہنا کہ امام صاحب کی کوئی مسند نہیں یا یہ کہ مسند خوارزمی اس کا اپنا مسند ان کی مسند نہیں کہی جاتی اس کا جواب یہ ہے کہ اس طرح سے تو امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ کی بھی کوئی مسند نہیں ہے کیونکہ جو مسند امام شافعی کی بتائی جاتی ہے اس کو خود انہوں نے جمع نہیں کیا بلکہ تقریباً ڈیڑھ سو سال ان کے پیچھے ابوالعباس بن یعقوب اصم متوفی ۳۴۰ھ نے امام شافعی کی ان احادیث

کو جو انہوں نے اپنے شاگردوں کے آگے بیان کی تھیں اور ربیع بن سلیمان متوفی ۲۷۰ھ اور حرملہ بن یحییٰ متوفی ۲۴۳ھ تلامیذ امام شافعی نے کتاب ام اور مبسوط میں درج کی تھیں) ابوجعفر محمد بن مطر نیشاپوری نے منتخب و ملتقط کرا کر یا خود انتخاب کر کے جمع کیں اور نام اس کا مسند امام شافعی رکھا جس سے اس کے ابواب وغیرہ میں بڑی بے ترتیبی واقع ہوئی چنانچہ یہ سب حال بستان المحدثین کے صفحہ ۳۰ میں اس طرح پر لکھا ہے۔ مسند امام شافعی عبارت است از احادیث مرفوعہ کہ امام شافعی آنرا بحضور شاگردان خود بسند بیان مے فرمود و روایت می نمود و آنچہ ازیں احادیث و مسموعات ابوالعباس محمد بن یعقوب الاصم از ربیع بن سلیمان در ضمن کتاب الام و مبسوط واقع شدہ بود آنرا یکجا جمع نمودہ مسند امام شافعی نام کردہ و جامع و ملتقط آن احادیث شخصے از نیشاپور است کہ او را ابوجعفر محمد بن مطر گویند و از ابواب ام و مبسوط آن احادیث را التقاط کردہ جدا نوشتہ و چوں ایں ہمہ بنظر موجودہ ابوالعباس اصم بود مولف مسند شافعی او را انگارند و بعضی گویند کہ خود ابوالعباس انتخاب آں حدیث کردہ است محمد بن مطر کاتب محض بود بہر حال آں مسند نہ بر مسانید ترتیب یافتہ است و نہ بر ابواب بلکہ کیف ما اتفق التقاط نمودہ جدا نوشتہ است و لہذا تکرار بسیار در اکثر مواضع در آں یافتہ میشود انتہی ملخصاً اسی طرح مسند امام احمد اگرچہ اس کا بہت حصہ انہوں نے خود مسودہ کیا تھا لیکن اس میں بہت سی زیادتی ان کے بیٹے عبداللہ نے کی ہے اور نیز ابوبکر قطیعی نے بہت کچھ اس میں بڑھایا ہے اور امام احمد نے خود اس کو مرتب نہیں کیا جسے اس میں اکثر جگہ خطا واقع ہو گئی ہے چنانچہ اسی بستان المحدثین کے صفحہ ۲۱ میں اس طرح لکھا ہے مسند امام احمد حنبل ہر چند تصنیف و تسوید خود آں امام عالی مقام است لیکن در وی

زیادات بسیار از پسر ایشاں عبداللہ است و بعضی از زیادات ابوبکر قطیعی کہ راوی آں کتاب از پسر ایشاں است نیز ہست و امام احمد ایں کتاب بطریق بیاض جمع میکرد و ترتیب و تہذیب او از آں امام بوقوع نیامدہ بلکہ بعد از وے پسر او عبداللہ بترتیب آں پرداختہ لیکن در آنجا خطاہائے بسیار کردہ مدنیاں را در شامیان درج کردہ و بالعکس۔ انتہی ملخصاً اور اتحاف النبلاء کے صفحہ ۱۴۳ میں لکھا ہے۔ و اہل علم ذکر کردہ اند کہ شرط احمد دریں مسند آں است کہ جز حدیث صحیح تخریج نکند اما ابوموسیٰ المدینی گفتہ کہ دروے احادیث موضوعہ نیز ہست کما ذکرہ العراقی۔ پس جب کہ مسند جمع نہیں کی کمال بے انصافی اور ہٹ دھرمی ہے بلکہ یہ اعتراض تو مسند امام شافعی وغیرہ پر وارد ہو سکتا تھا نہ امام ابوحنیفہؒ پر۔ کیونکہ امام ابوحنیفہ جس زمانہ میں ہوئے ہیں اس وقت تک تصنیف و تالیف کا کوئی رواج نہ تھا بلکہ تالیف و تصنیف کی طرف علماء کو آپ ہی نے متوجہ کیا ہے اور کتاب فقہ اکبر، کتاب   کتاب العالم والمتعلم، کتاب الاوسط، کتاب المقصود خود تصنیف کر کے اس مبارک رسم کی بنیاد ڈالی ہے اس حالت میں اگر ان کو اجتہاد و استنباط کے اعلیٰ و اہم کام سے فرصت نہ ملی یا ان کو حضرت ابوبکر صدیق و عمر خطاب کی روش نسبت کتابت حدیث کے

۱؎ اگر ان کتابوں کی سند دیکھنی ہو تو ابومنصور ماتریدی متوفی ۳۳۳ھ کی کتاب الزکوٰۃ کے باب زکوٰۃ السوائم اور کتاب الوکالۃ کے باب الوکالۃ بالبیع والشراء اور ابو اللیث سمرقندی متوفی ۳۷۳ھ کی کتاب النکاح کے باب المہر اور قاضی ابوزید الدبوسی متوفی ۴۳۰ھ کی کتاب الزکوٰۃ کے باب زکوٰۃ الخارج اور ابوعلی الدقاق کی کتاب النکاح کے باب العدۃ اور ابوسہل الزجاجی کی کتاب الطہارۃ کے باب الحیض کو دیکھو۔

مانع نہ ہوتی تو وہ ضروری کوئی مسند خود جمع کرتے مگر تعجب تو یہ ہے کہ امام شافعی جن کے زمانہ میں تصنیف وتالیف کا چرچہ بڑے جوبن پر تھا اور آپ کے استاد وامام محمد بن حسن شیبانی جن سے آپ ایک اونٹ کا بوجھ علم حاصل کرنا تسلیم کرتے ہیں بقول فوائد البہیہ صفحہ ۱۶۹ نوسو ننانوے کتابیں تصنیف کر چکے تھے امام شافعی نے اپنی مسند کو خود یا ان کے شاگردوں نے جمع نہیں کیا اب حیدر آبادی کا یہ کہنا کہ حنفی لوگ کسی کی تقلید کرتے ہیں کیا علمائے احناف کی مسانکل فضول اور محض نادانی کا سوال ہے کیونکہ مقلدین امام ابو حنیفہؒ کچھ ان کی مسند ہی کی تقلید نہیں کرتے بلکہ ان کے ان اجتہادی و استنباطی احکام کی تقلید کرتے ہیں جو انہوں نے بمشورہ اپنے اصحاب کے قرآن اور احادیث سے اخذ و استنباط کئے اور اپنے شاگرد امام ابو یوسف سے قلمبند کرائے اور پھر ان کو امام محمد شاگرد امام ہمام نے اپنی کتب مبسوط۔ زیادات۔ جامع صغیر۔ جامع کبیر۔ سیر کبیر کتاب الآثار۔ موطا وغیرہ میں بڑی اہتمام وانتظام کے ساتھ جمع کرکے فروع کو ایسے طور پر منقح کر دیا کہ دنیا اور مجتہد و عالم کی طرح رجوع لانے کی محتاج نہ رہی چنانچہ یہ سب حال اسی رسالہ کے صفحہ ۴۲ میں مفصل لکھ دیا گیا ہے پس معترض کو اپنے سفیہانہ اعتراض سے شرم کرنا چاہیئے۔

اب چونکہ مخالف کے تمام اعتراضات کی تردید ہو چکی ہے اور حضرت والا شان امام الائمہ سراج الامتہ امام ابو حنیفہؒ کی فضیلت ائمہ دین اور اکابر محدثین کی شہادت سے ثابت ہو چکی ہے اس لیے ہم حیدر آبادی وہابی اور دیگر مخالفین امام ہمامؒ کو چیلنج کرتے ہیں کہ اگر جواب الجواب لکھنے کی طاقت رکھتے ہیں تو میدان میں آئیں اور سطر سطر سے ہم نے جو ہر ایک پہلو پر مفصل بحث کی ہے اسی طریق کو مد نظر رکھ کر ہمارے براہین قاطعہ کا مقابلہ کریں ورنہ آئندہ اس مکروہ طریق گستاخی

بزرگان دین سے باز آجائیں۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ
وآخر دعوانا الحمد للہ رب العالمین

ختم شد

تقریظ و تاریخ رسالہ ہذا از عالم جلیل و فاضل نبیل مولانا مولوی شیخ محمد عبد اللہ صاحب رئیس عمر چک

خدارا بگویم حمد و ثنا
کہ مولیٰ فقیر محمد فہیم
رسالہ ازیں ہر دو تصنیف شد
جوابات جملہ بہ پختہ دلیل
بلے موافق وہابیت شود
بما اہل قرآن جرأت نبود
پس از کلفت سخت ہم سعی علم
الٰہی بود عمر ہر دو دراز
بدانند یاران بہ رنگے اخیر
عقال آورد ختران را قرار

درود خدا باد بر مصطفیٰ
فہیم و علیم کلام کریم
کہ او مقابل مصنف تعریف شد
صہیا شد خصم گشتہ ذلیل
مخالف براہ ہدایت شود
کہ با دشمنان خود بباید نبود
فراہم شود ند ایشان تمام
تحفہ کار ایشان جعد اکبر ساز
کہ شد افتراقات عام غفیر
شتر بے مہارات وام غرور
بتاریخ این سیف صارم عیاں

وز ہر پس پسر شدہ اختصار
محمد کرم دین دیگر مولوی
ہمہ افترا ہائے وہابیاں
رسید این رسالہ ورق ورق
شد روشنی از نصرت ایزدی
کتب ہائے نایاب بے اشتباہ
بیاید رین مجلہ باید نوشت
غنیمت شمارند اہل جہاں
ہنر دیگر سکن محبت بخلاف
خدایا براہ رسول خدا
بجو تو بیع شمشیر تیز زبان ۱۳۲۷ھ

بسکان اطراف اکناف را
شدہ فاضل المعی لوذعی
کہ کردند بر جملہ نعمانیاں
بعبرت خجالت بخلاف غرق
سراج از پئے کمت احمدی
دو صحاف وارد نہ بازار ہا
خدا جائے ہر دو کند در بہشت
وجود مبارک بر آخر زماں
ہمیں حکم کن تقلید شہ صاف
محمد را از راہ حنفی بیا

ایضاً

الٰہی تیز کی شمشیر غازی وہ زبانم را
سپاس بیقیاس اے خالق اکبر بدرگاہت
دلم با مذہب حضرت امام اعظم شغف دارد
زراغان شوم طبعاں چو خنزیر بر گلشن آید
چو بو باہر گھے این باغ ہر بیند است جانم را
چو نام این رسالہ سیف صارم شد مناسب شد
دعائے حضرت نعمان بود شیخ و مصنف را

بپئے اعدائے دین برہان قاطع کن بیانم را
کہ روشن ساختی از جلوۂ این سیف جانم را
بداغ لالہ نعمان تعلق گلستانم را
چو بلبل مطلع مظہر بیاد آید زبانم را
زشاخ اے باغباں آہستہ بردار آشیانم را
کہ شمشیر زبان تیز است تاریخ ارمغانم را ۱۳۲۷ھ
خداوندا سلامت دار ہر دو خادمانم را

تاریخ و تقریظ از علامۂ زمان و فہامۂ دوراں مولوی محمد سلام اللہ صاحب قاضی تحصیل کھاریاں ضلع گجرات

چو شائق این رسالہ سیف صارم
ہمہ مرد و دو گشتہ از رسالہ

بدیدہ شکر ایزد گفت بسیار
کہ از علم فرید است پکار
بتاریخش سرعدا گوفتم

بحمد اللہ کہ بہ دیانات فجار
خدا ہر دو مصنف را دہد اجر
نوشتم سیف قاطع عمدۂ شرار ۱۳۲۷ھ

ازالیشاں برایام پاک حق...
کہ اصحاب گستاخاں براست...

تقریظ و تاریخ از عالم عصر و فاضل دہر مولوی نیاز احمد صاحب ساکن قصبہ ضلع گجرات

چنانکہ ضمیمہ اخبار
آمد از مطبع سراج برون
حاوی نقل جامع معقول
منبع فیض مجمع برکات
زبدہ ابحاث ہم علوۃ الوتر
بدعتی، نیچری، وہابی را
حیف ایں فرقہ وہابیہ
خود عیال ابن تیمیہ را
دور افتادہ از رہ سنت
آنچہ مرضی است از رسول خدا
واز سر بستہ راشی فہمد
سال تاریخ را بگو اکنوں
بر سر با بزن وہابی را
راست گفتم ترا معاینت

تحفۂ الفکر عمدۃ الآثار
شمع فکر خاطر اخیار
ناظر بحث و غائر افکار
مخزن علم و مظہر اسرار
کرد تالیف این چنین بسیار
نیست بحث شان شباہت قرار
از خرافات نجدی غدار
ہمچو وی خدا اقرار
باد اہل حق ندارد کار
داد بیرون زگور ایں گفتار
دیدہ و دانستہ میکند انکار
کرد ایشاں زنو استغفار
سیف صارم حمایت ابرار ۱۳۲۷ھ
عدد ہر حرف مصرع اشمار

سیف صارم بجو دین اخیار
حضرت مولوی کرم الدین
ہمدم و یار ذکر شش شود
حامی حنفیان و حنفیاں
دشمن دشمنان دین اسلام
عالے بحث شمت شان دید
میکند ترک مذہب نعمان
متبع ہست ابن قیم را
وائے این قوم قوم نافہم
پیچ چیزی کن سوار اعظم را
تا بکے اے نیاز این اندوہ
شد بہ ہر دم چو فکر تاریخ
در دل ہاتف ...
این چنین اتفاق کم افتد

مشکران ائمہ اطہار...
اعلم الدہر افضل الاعصر...
با فقیر محمد نشاں...
کرد تردید مذہب اشقیا...
بر بحبان کنند ...
سیر زار شد ز دست شاں...
ملت حق مسلک ...
ز اتباع امام دار ...
دشمن عقل و دین نا ...
ہر کہ تنہا رہ وفق در...
بلکہ زار شود رنج ...
کرد با آنچہ ایں چنیں ...
کرد بیجا غرور و ...
نصرت غیب و معجزہ ...

نوٹ: سیفِ صارم حمایت ابرار کے لیے جو تیار ہوئی ہے۔ وہابی کے سر اور پاؤں پر مار کر وہ بودا نامراد ہے اس کا دل ہی نہ تھا وہ بے جا غرور و تکبر سے مقابلہ پر تیار ہوا تھا اس طرف ایسا ہے کہ مصرع سیفِ صارم... الخ کو اعداد ۱۳۴۴ کو جمع کرو اور لفظ وہابی کے حرف واؤ اور حرف یار کو جو اس کا سر اور پاؤں ہے کاٹ ڈالو اور عدد حرف الف کو لفظ وہابی کے درمیان ہونے کی وجہ سے اس کا دل ہے وہ بھی حساب میں مت لو یعنی ان کے مجموعہ کے اعداد ۱۷ کو مصرع کے اعداد ۱۳۴۴ میں سے نکال دو تو سال تاریخ مطلوب حاصل ہوگا۔ خلاصہ ۱۳۴۴ − (۶ + ۱۰ + ۱) = ۱۳۲۷ ہے اور یہی سال سنہ طبع رسالہ ہے۔ فافہم منہ۔

تاریخ و تقریظ از جامع معقول و منقول مولوی میر علی حسن صاحب امام مسجد ڈاکٹر محمد حسن صاحب جہلم

بحمد اللہ کتابے لاجوابے ۔ چو شد مطبوع و تالیف اللہ اللہ
ز تصنیفات مولانا[1] مکرم ۔ پئے رشد و ہدایت ضال و گمراہ
مثیلش بود اولسنا کرم دین ۔ کہ بہت او فاضل و ذی علم باجاہ
باوصافِ امام بو حنیفہ[2] ۔ نہادہ سیفِ صارم نام واللہ
چہ سیف است آں زہے برہان قاطع ۔ دلائل صاف اور دشمن تراز ماہ
یکے ہرزہ درائے یاوہ گوئے ۔ مرکب جہل و نادانی و بیراہ
بشانِ حضرتِ اعظم معظم ۔ زبان را طول کردہ دست کوتاہ
جوابش آنچناں دندان شکن شد ۔ گریزاں دشمنِ دین شد چو روباہ
مشو بیہودہ گو اے دشمن دین ۔ حضور حضرتِ نعمان حق آگاہ
محبت بو حنیفہ فرض عین است ۔ چرا گشتی ازیں رہ بیخبر آہ

[1] مولوی فقیر محمد صاحب ۔ [2] حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ

کہ سر تافت چوں از بو حنیفہ ۔ ز گمراہی خود افتاد در چاہ
ندانستی کہ در یوزہ گراستی ۔ گدا را نیست نسبت با شہنشاہ
بکن توبہ ازیں بیہودہ گوئی ۔ وگرنہ مرگ باشد بر تو جانکاہ
بترس از داور حق اے وہابی ۔ بخواں ایں سیف را شام و سحرگاہ
مکن فکر اے محسن کو ہر سالش ۔ بگو صمصام خوں آشام باللہ
۱۳۲۷ھ

ایضاً

سیفِ صارم شد چو شائع در جہاں ۔ در جگر دشمن خلیدہ تیر تیز
کرد پئے تاریخ میلادِ فلک ۔ گفت با آب دو دم شمشیر تیز
۱۳۲۷ھ

قصیدہ تقریظیہ از عالم اجل فاضل بے بدل مولوی محمد فیض الحسن صاحب مولوی فاضل خلف مولانا فیضی مرحوم برادر زادہ مصنف و استاد صاحبزادگان حضرت صاحب جلالپور شریف رحمہ اللہ

عزمی یساعدنی والدھر یحتال ۔ وان امنت فیسطو منہ اھوال
عزم من با من مساعدت میکند و زمانہ با من حیلہ باز است ۔ و اگر ایمن شوم حوادث زمانہ بر من حملہ میکنند
بلغت الاوج حتی صرت منتقیا ۔ بین الاناس ولا قیل ولا قال
رسیدم بلندی را حتی کہ گردیدم برگزیدہ دہر شدم ۔ و در بنی آدم مثل کسی را قیل و قال نیست
قصدت من کرم منھا شوارکھا ۔ لکن وقیت لان اللہ فعال
از انواع کرم و شرف اعلی [illegible] ۔ و لیکن محفوظ ماندم زیرا کہ خدا کارساز است
شرفت مجدا و [illegible] شرفت بما ۔ فی النفس من کرم باللہ امثال
شرافت من در صرف بفضل اللہ و اجداد است [illegible] ۔ بفضل خداوند نفس من از انواع و اقسام [illegible]

وَزِنْتُ نَفْسِي وَالْأَقْرَانَ قَاطِبَةً
نفس خود را با اہل اقران خود وزن کردم
مُفَتِّشًا إِلَى مَزَايَا مِنْ أَمَاكِنِهَا
خوبی ہا از منازل خود بسوئے من سے آیند
مَا كُنْتُ وَحْدِي بَلْ خَالٍ بَرِيٌّ أَبَدًا
من دریں کمال نہ تنہا ہستم بلکہ فلاں بن موصوف سیدنا عالم
لَهُ الْمَحَاسِنُ إِنْ تَأْتِي رَوَائِحُهَا
از گلزار محاسنش تنہا خوشبو حاصل میکنیم
وَاخْضَرَّ مِنْهُ رِيَاضُ الْعِلْمِ وَالْهُدَى
از ذات گرامی او باغ علم سرسبز است
زَيْنُ الْمَحَافِلِ ذُو عِزٍّ وَذُو شَرَفٍ
ممدوح زینت محفل علم و صاحب عزو شرف است
وَقَوْلُهُ السُّمُّ لِلْأَعْدَاءِ دَمْعُهُمُ
قول او یعنی اعدا زہر قاتل است کہ بمقابلہ اش ہلاک گشتند
لَهُ الْمَكَارِمُ أَشْوَاكٌ لِأَعْيُنِهِمْ
محاسن او در چشم دشمناں خار است
عَلَّامَةٌ مِصْقَعٌ فَهَّامَةٌ بَطَلٌ
ممدوح علامہ فصیح اللسان فہامہ شجاع زبان است
شَمْسٌ بِهَا تَنْكَشِفُ الظُّلُمَاتُ إِذْ صَلُحَتْ
آفتاب علم است کہ تاریکی ہائے جہل از طلوع او دور گشتہ

بَيْنِي وَبَيْنَهُمُ فِي الْمَجْدِ أَمْيَالُ
و دیدم کہ در مجد و شرف ما بین من و ایشاں بعد میلہاست
وَدُورُهَا مُذْ خَلَتْ مِنْهُنَّ أَطْلَالُ
و خانہا ایشاں بسبب خالی ماندن ویرانہا شدند
فِي مَعْرَكِ الْمُعْضِلَاتِ الْبِيضِ جَوَّالُ
مرد میدان است کہ در مشکل معرکہا جولاں میکند
نَشْكُو بَلْ فَلَوَاتٌ لَا بَلْ إِجْبَالُ
بلکہ دشت و کوہ بار نیز از مدائح ممدوح معطر اند
بِهِ الْبُرُوجُ لِجَهْلٍ مِثْلُهُ دَالُ
و قصرہا جہل و فساد بحسن منہدم شدہ اند
فَخْرُ الْأَمَاثِلِ لِلْأَفْضَالِ مِكْيَالُ
فخر علماء عصر و فضائل مجسم است
إِدْسَاوُدُوهُ وَلِلْأَحْبَابِ جِرْيَالُ
و بحق احباب شراب خالص است
لُهَا أُمُّهَا عِنْدَهُ بِاللَّهِ تِنْبَالُ
و فضائل او نزد شان صغیر اند
فَرْدٌ فَرِيدٌ وَمِنْطِيقٌ وَمِفْضَالُ
یگانہ دہر یکہ از صاحب فضل کثیر است
مُبْرِي الْفَهْمِ وَرَبُّ الْغَوْصِ إِجْفَالُ
و نجات از ظلمات جہل احسن نوال در پیش است

غَيْثٌ بِهِ يُقْمَعُ اللَّأْوَاءُ إِذْ حَصَرَتْ
ابر کرامت است کہ بمدد او مصائب را دفع میکنیم
وَكَمْ دَقَائِقَ لَمْ يَظْفَرْ بِهَا أَحَدٌ
بسا دقائق علم کہ ہیچ کس حل او کامیاب شدہ
وَكَمْ أَوَابِدُ لَمْ تَأْلَفْ بِصَائِدِهَا
بسا کمالات کہ ہیچکس تحصیل او قدرت نیافت
وَكَمْ أَكَابِرُ زَانُوا الْأَرْضَ مِنْ حِكَمٍ
اکابر زمانہ کہ بحکمتہا خویش زمین از زینت دادہ اند
وَكَمْ قَلَائِعُ عُلُومٍ قَدْ بَنَى كَرَمًا
بسیار قلعہا علوم بلطف و کرم بنا میکرد
وَكَمْ عِدَاةٌ إِذَا مَا أَقْبَلُوا فَسَدُوا
بسا دشمناں کہ بسبب او متوجہ شدند بالآخر مغفور شدند
وَمَنْ يَشُكَّ فَيَكْفِي ذَا الْكِتَابُ لَهُ
ہر کہ شک آرد در کلام من این کتاب را بیند
يَا وَيْلُ سَبَّ إِمَامَ الْمُسْلِمِينَ وَمَا
بیہات کہ دشمنی حق سب امام المسلمین میکرد
مَاذَا أَرَادَ إِذَا مَا سَبَّ مِنْ قَلَمٍ
نے دانم کہ ازیں شغل از سب امام چہ حاصل میکرد
يَا حَيَّةَ الشَّرِّ يَا ذِئْبَ الْعِمَاوَيَا
اے مار شر و ذئب فتنہ و فساد

بِمَجْدِهِ وَلَيْسَ لَهُ إِلَّا الْبَدْرَ أَشْكَالُ
بلکہ سیادت است کہ مثل و نظیر ندارد
إِلَّا تَحَلَّى وَلَمْ يَغْرُبْ بِهِ أَشْكَالُ
ممدوح من در ادنی توجہ بغیر اشکال حل فرمودہ
فَصَادَهَا وَلَهَا إِذْ صَادَ أَرْقَالُ
صاحب معروف بغیر دشواری حاصل نمودہ
فَهُمْ لَدَيْهِ إِذَا فَكَّرْتَ أَطْفَالُ
نزد ممدوح بوقت غور نمودن بمثل طفل مکتب نمایند
وَلَا لِغِمَاسِوَاهَا قَطُّ أَمْثَالُ
و بجز ان تذکرہ با علم ہیچ آرزو نے دارد
وَزَارَهُمْ وَلَعَمْرِي مِنْهُ إِجْلَالُ
قسم بعمرم بزرگے خود را آخر کار از ہر ننگ اہل شدند
هَذَا الْكِتَابُ لِمَنْ بَارَاهُ قَتَّالُ
و این کتاب (سیف سلام) مقابل را کشندہ است
أَرَاهُ إِلَّا بِوَادِي الْغَيِّ يَحْتَالُ
و سے دانم کہ او بوادی ضلالت افتادہ حیلہ سازی میکند
فَهَلْ أُتِيحَ لَهُ مِنْ سَبِّهِ مَالُ
آیا او را ازیں فعل شنیع ہیچ مال بدست آمد کلا
أَهْلُ الْخَبَائِثِ طَهَ وَهِيَ أَعْلَالُ
اے اہل خبث کہ این شرارہا شمار البتہ اعلان شدند

قلدتم النفس انتم من تلامذها — وانكم يا أهالي الشر أهمال

تقلید نفس خود مے کنید و شما تلامذ نفس خود ہستید — و شما اے اہل شر شتر بے مہار ہستید

إنّ المثالب أنتم أهلها وكذا — أعمامها وكذا بالله أخوال

یعنی عیب گیری بزرگان دین شما اہل العیوب گفتن بجاست — بلکہ شما را اعمام و اخوال عیوب گفتن سزاوار است

هذا الكتاب لسيف صارم لكم — دهياء داهية همّ و ذو لوال

این کتاب تیغ بران است کہ شما را — باعث آفت و رنج و ملال است

مكذا هو الفصل من قول لناظره — وإنه حكم بالحق قوال

این کتاب برائے ناظرین قول فیصل است — و حکم صادق است کہ بحق حکم مے دہد

ماذا أقول وتكفيه مؤلفه — بحر العلوم وجحجاح ورئبال

من در وصف این کتاب چہ بگویم کہ مؤلف او کافی شہادت است — کہ بحر علوم دین است و فحل بے بدل و صاحب الرائی

من فيضه انبجست أنهار مكرمة — من باسم في قلوب الناس آجال

از فیض او نہرہا کرامت جاری ہستند — از ہیبت او در دلہاء مردماں خوف است

ھدایہ

علما کی عدالت میں
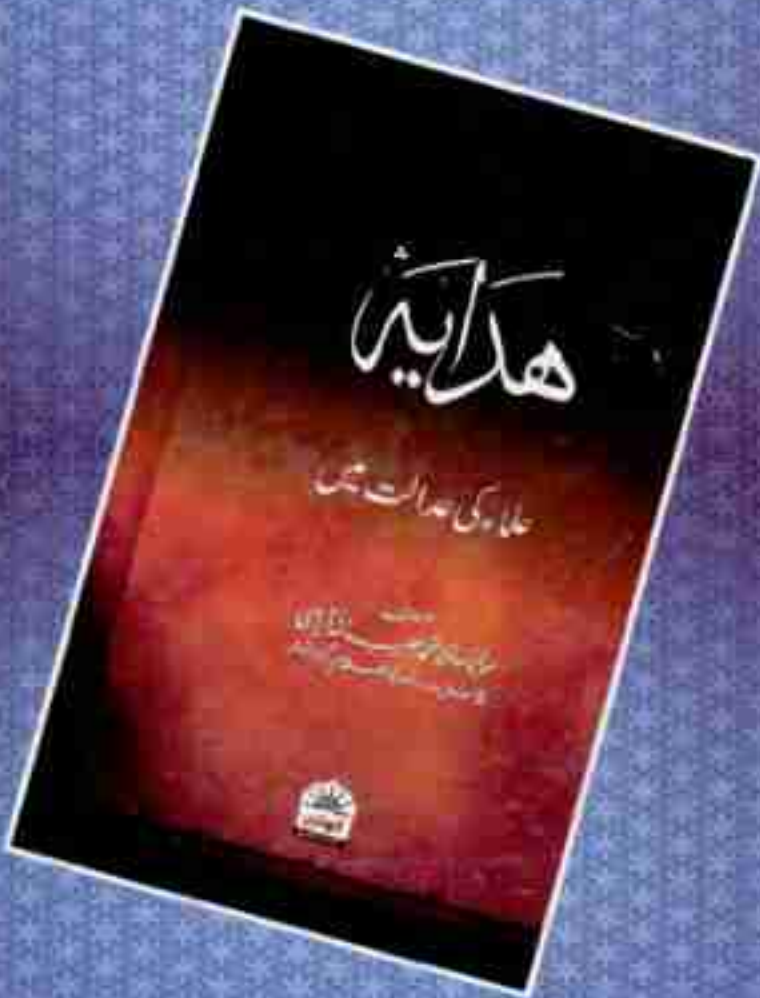
۳۸۔ غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور۔

فون: 042 37361473 موبائل: 0300-8809226

ای میل: alhaadi38@gmail.com